www.KitaboSunnat.com

رشوت

ایک معاشرتی ناسور

تالیف

عبداللہ بن عبدالمحسن الطریقی

ترجمہ

مولانا نصیر احمد ملّی

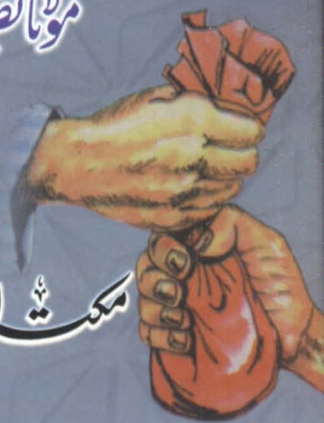

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ القرآن

www.KitaboSunnat.com

رشوت

ایک معاشرتی ناسور

عبداللہ بن عبدالمحسن الطریقی

مولانا نصیر احمد ملی

مکتبہ اسلامیہ

MAKTABA ISLAMIA

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ---------- رشوت ایک معاشرتی ناسور

تالیف ---------- عبداللہ بن عبدالمحسن الطریقی

ترجمہ ---------- مولانا نصیر احمد ملی

www.KitaboSunnat.com

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

کمپوزنگ/ڈیزائننگ ---------- مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز

سرورق خطاطی ---------- حافظ انجم محمود

اشاعت ---------- جون 2005ء

قیمت ----------

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
پیش لفظ	9	تعزیر کی قسمیں اور ہر قسم کی	
بحث کا طریقۂ کار	11	مشروعیت کی اجمالی دلیل	30
مقدمہ	15	قتل کرنے کے ذریعہ تعزیر	31
موضوع اول	16	جلاوطن یا شہر بدر کرنا	35
فرد اور جماعت کے حقوق کی بحالی		توبیخ	37
اور ضائع ہونے سے		ہجر (بائیکاٹ) کی سزا	40
ان کی حفاظت	20	تشہیر کرانا	42
موضوع دوم۔ جرم	24	نصیحت کے ذریعہ سزا	43
جرم کی تعریف	24	دیگر تعزیری سزائیں	44
جرم کے ارکان واجزاء	24	تعزیر کی قسموں کی کوئی حد نہیں	45
جرم کی قسمیں	25	تعزیر کی دو الگ الگ سزاؤں کو	
موضوع سوم	26	یکجا کرنا	46
اسلامی شریعت میں سزا اور.....		تعزیر میں قاضی کے آزادانہ	
اس کی قسمیں	26	اختیارات کی حد	48
اسلامی شریعت میں سزاؤں کی		تعزیر کا حد کی اکثر مقدار سے بڑھ	
دو قسمیں	28	جانا	49
تعزیر کی لغوی تعریف	29	کیا تعزیر کا اختیار والی کو ہے یا قاضی کو؟	54
تعریف کی تشریح اور اس کی		تعزیر کو معاف کرنے کی مشروعیت	56
احترازی.....قیدوں کا بیان	30	تعزیر معاف کرنا درست نہیں؟	58

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
باب اوّل: رشوت کی حقیقت	61	پہلا مطلب: ہدیہ کا بیان، اس کی لغوی	
رشوت کی تعریف اور اس		واصطلاحی تعریف	90
کے بنیادی ارکان	62	ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے؟	91
لغوی واصطلاحی مفہوم کے درمیان ربط	66	امام کو ہدیہ دینا	93
جرم رشوت کے اہم اجزاء	66	قاضی کو ہدیہ دینا	97
فصل دوم	67	مفتی کو ہدیہ دینا	100
رشوت کی قسمیں	67	واعظ اور مدرس کو تحفہ	101
پہلا مطلب، حق کو باطل کرنے		ملازمت کے تحت کام کرانا	102
یا باطل کو حق ثابت کرنے کے		تحصیلداروں، والیوں اور ملازموں	
لئے رشوت کا لین دین	67	کو تحفہ وصول کرنے کی حرمت کے دلائل	103
دوسرا مطلب: کسی حق کو حاصل		سفارش کے لئے ہدیہ	112
کرنے کے لیے رشوت دینا	70	مسئلہ	114
تیسرا مطلب: ظلم وضرر کو دفع کرنے		دوسرا مطلب: رشوت لینے والے آدمی	
کے لئے رشوت دینا	70	کا کوئی کام یا خدمت کر دینا یا اس کو	
حق کے حصول اور ظلم وضرر کو دفع		نفع پہنچانا	115
کرنے کے لئے رشوت دینے کے		پہلی بحث: رشوت لینے والے کا کوئی	
جواز کی دلیلیں	77	کام یا خدمت انجام دینا	115
رشوت کا لینا دینا یکساں حرام ہے	80	دوسری بحث روپیہ دینے کے بجائے	
مسئلہ	82	رشوت لینے والے کو کوئی مالی فائدہ پہنچانا	116
چوتھا مطلب: کسی منصب یا ملازم		قرض دینا	116
کے حصول کے لئے رشوت دینا	83	کوئی چیز عاریۃً لینا	117
فصل سوم: جرم رشوت سے متعلقہ امور	90	کسی قسم کی رعایت دینا	118

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
تیسرا مطلب: واسطہ بننا اور وجاہت	
کی وجہ سے دخل اندازی کرنا	120
ثالث بننے کی دوسری قسم	125
مسئلہ	129
باب دوم: رشوت کے احکام	132
پہلی فصل: رشوت کی حرمت اور	
کتاب وسنت اور اجماع امت سے	
اس حکم کی دلیلیں	132
مقدمہ	132
رشوت کا حکم	133
کتاب وسنت سے اس کی حرمت	
کی دلیلیں	133
رشوت کی حرمت کے بارے میں	
صحابہ وتابعین کی صراحتیں	146
اجماع امت کی دلیل	149
دوسری فصل	149
جرم رشوت کو ثابت کرنے کے	
طریقے	149
شہادت	149
ایک گواہ اور ایک قسم	151
اقرار واعتراف کے ذریعہ	153
فیصلہ کن قرینہ	153

مضامین	صفحہ نمبر
تیسری فصل	155
رشوت لینے دینے والے اور بیچ	
میں واسطہ بننے والے کی تعزیر اور	
اس کی دلیلیں	155
مباحثہ	165
ترجیح	172
مال کے ذریعہ تعزیر کی قسمیں	173
تلف کر دینا، بدل دینا	173
حبس (قید) کی سزا	173
ہاتھ اور کوڑے مارنے کی سزا	178
ملازمت سے معزولی کی سزا	182
دوبارہ رشوت لینے والے کی سزا	185
باب سوم	190
جرم رشوت کے اثرات	190
مسئلہ	200
مسئلہ	200
عہدہ پر مامور کرنے میں رشوت کا اثر	201
منصب قضا پر فائز کرنے میں	
رشوت کا اثر	201
منصب قضا کے علاوہ دیگر مناصب	
پر تقرری میں رشوت کا اثر.....	207
قاضی کو معزول کرنے میں.....	

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
رشوت کا اثر	208	معنوی رکن	225
منصب قضا کے علاوہ.....		دفعہ نمبر ۳	226
دیگر مناصب.....		دفعہ نمبر ۴	227
سے معزول کرنے کے لیے.....		دفعہ نمبر ۵	229
رشوت ستانی.....		دفعہ نمبر ۶	230
کے اثرات	211	دفعہ نمبر ۷	231
نفع کمانے میں رشوت کا اثر	213	دفعہ نمبر ۸	232
دوسری فصل	215	دفعہ نمبر ۹	233
رشوت لینے والے کا رشوت کا مالک		دفعہ نمبر ۱۰	235
بننے اور اس رشوت سے متعلق عقد		دفعہ نمبر ۱۱	236
یا تصرف کو کر گزرنے پر رشوت کا اثر	215	دفعہ نمبر ۱۲	237
فصل سوم	216	دفعہ نمبر ۱۳، دفعہ نمبر ۱۴	238
راشی کی ملکیت سے نکل جانے میں		دفعہ نمبر ۱۵	240
رشوت کا اثر	216	دفعہ نمبر ۱۶، ۱۷	241
باب چہارم	219	دوسری فصل	242
حکومت سعودیہ عربیہ میں قوانین		نظام انسداد رشوت ستانی پر کی گئی	
انسداد رشوت ستانی	219	اہم تنقیدیں	242
مقدمہ	220	یہ نظام ہمہ گیر طریقہ پر رشوت ستانی	
پہلی فصل: قوانین انسداد رشوت ستانی		کے اسناد کے لیے کافی نہیں	243
کی دفعات اور ان پر تبصرہ	221	بعض ان چیزوں کی سزائیں جن کا	
قانونی بنیاد	222	جرم رشوت سے کوئی تعلق نہیں	247
ترکیبی اجزاء کی بنیاد	223	زور وزبردستی کی صورت	247

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
درخواست، تاکید یا وسیلہ بازی		جرم رشوت کی نشاندہی کرنے	
سے کام لینا	249	والوں کو انعام دینے پر تنقید	259
حقیقی یا خیالی رسوخ سے بیجا		مقررہ جج یا مشیر پر تبصرہ	260
فائدہ اٹھانا	250	اس نظام کی ساخت اور پرداخت	
رشوت لینے والے ہی کو جرم رشوت		فقہ اسلامی کی روشنی میں نہیں	260
کا اصل مجرم سمجھا گیا ہے۔	251	فصل سوم	261
کوڑے مارنے کی سزا کا اس نظام		ان قوانین کے اندر اسلامی رنگ میں	
میں کہیں ذکر نہیں	253	رنگنے کی کہاں تک صلاحیت موجود ہے؟	261
اس سزا پر تنقید اور اس کا جواب	255	خاتمہ	263
اس سزا کے نفاذ کے حق میں			
بعض تائیدی کلمات	256		
اس سزا کی ادنیٰ مقدار پر تنقید	259		

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ وَاُصَلِّی وَاُسَلِّمُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَمَنْ سَارَ عَلٰی نَھْجِہٖ وَحَکَمَ بِشَرْعِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَبَعْدُ!

قضا کے ''معہدِ عالی'' (Law College) کی جانب سے فارغ التحصیل طلبا کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایم' اے' کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے کوئی مقالہ تیار کریں' بنابریں میرے لیے بھی یہ ضروری ہوا کہ سب سے پہلے میں اپنے لیے کوئی موضوع متعین کروں' تا کہ یہی موضوع میرے مقالہ کا عنوان بن سکے' میں نے کافی غور وفکر کے بعد ریسرچ کے لیے ایسا موضوع چننا چاہا' جس سے موجودہ معاشرتی گتھیوں کو سلجھایا جا سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ اسلامیات سے متعلقہ لائبریری میں کسی ایسی کتاب کا اضافہ ہو سکے' جو مسلم معاشرہ کی تشکیل تجدید میں اہم کردار ادا کرے اب میرے ذہن نے معاشرہ کو درپیش مسائل اور ان سے پیدا شدہ ایک ایک خرابی کا جائزہ لیا۔ اور بالآخر ایک دیرینہ جرم کا سراغ مجھے مل گیا' جو'' رشوت کے نام سے'' ہر دور اور ہر زمانے میں موجود رہا ہے' اتنا ضرور ہے کہ کسی زمانے یا ملک میں بکثرت اس کا رواج رہا ہے' اور کہیں کسی زمانے میں کم پایا جاتا رہا۔! اس لیے راقم نے تحقیق کے لیے..... ''جرم رشوت اور اسلامی قانون'' کا انتخاب کیا۔

اس موضوع کے انتخاب کی حقیقی دو وجہیں حسب ذیل ہیں:۔

① فقہ اسلامی کی کتابوں میں کہیں جرم'' رشوت '' کو بطور مستقل عنوان دیکر اس پر بحث نہیں کی گئی' تا کہ کم از کم اس کی علامتیں واضح ہو جاتیں' اس کے اصول اور ضابطے منضبط ہو جاتے' اور اس پر پڑی ہوئی گرد ہٹ جاتی' تا کہ اصل مسئلہ صاف ہو جاتا' ہاں۔! کچھ سرسری اشارہ کتابوں کی اصل عبارتوں' ان کے حواشی' اور بین السطور میں کہیں نظر آ جاتا تھا' جیسے اس بحث میں کہ'' کھانا وغیرہ کو چلا لگنے کے لیے مال اور دوا شراب ہے'' یا تعزیر تا نفی کی بحث میں کہ

www.KitaboSunnat.com

یا ان روایتوں میں جو خاص ''رشوت کے بارے میں وارد ہیں۔

② حکومتوں کے بعض طریق کار' اور مختلف فرموں اور کمپنی سسٹم کے اندر یہ جرم چھپ کر' اس طرح اندر تک سرایت کئے ہوتا ہے جس سے معاشرہ کا ڈھانچہ لرز اٹھتا ہے۔ رگ رگ میں بگاڑ سما جاتا ہے' اور تفرقہ' جھگڑا' بغض اور دشمنی کا بیج تیزی سے بڑھنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے ان حالات میں فقہ اسلامی کے احکام و مسائل اور شریعت اسلامیہ کے اس موقف کو پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جس کا براہ راست تعلق اس مسئلہ سے ہے۔

مذکورہ ہر دو وجوہات کے تحت راقم نے ''جرمِ رشوت اور اسلامی قانون'' کے موضوع کو خامہ فرسائی کے لیے منتخب کیا' اور اپنی علمی بساط کے مطابق اس مسئلہ کو مستقل بحث کا روپ دیا۔ جس پر اب سے پہلے اس طرح کسی نے قلم نہیں اٹھایا ہے.....!

میں نے جملہ مسائل کو بے غبار کر کے صاف صاف بیان کیا' مشکل اور پیچیدہ بحثوں کو آسان کیا' اور شک وشبہہ کی اس فضا کو دور کرنے کی کوشش کی' جو علما کے مختلف اقوال اور ان کے دلائل کو بیان کرنے کے بعد سامنے آتی ہے۔ اور گروہی عصبیت یا مسلک کی اسپرٹ سے بالاتر ہو کر راجح فیصلہ کو اس کی دلیل کے ساتھ درج کیا ہے' ساتھ ہی میں نے اس کا بھی التزام کیا کہ انسداد رشوت ستانی کے سعودی قوانین' اور اس کا مرجع یعنی مصری قوانین کو بحث کے دوران اپنے مدنظر رکھوں اور یہ دکھانے کی کوشش کروں کہ ان قوانین کے اندر اسلامی رنگ میں رنگنے کی کہاں تک صلاحیت موجود ہے؟

مجھے امید ہے کہ اس عنوان کو منتخب کرنے کے بعد ایک مستقل بحث کا روپ دیکر پیش کرنے سے بکھرا ہوا مواد یکجا ہوگا' پراگندہ مسائل کی شیرازہ بندی ہوگی' جو باتیں اب تک ہاتھ نہیں آئیں تھیں ان پر اب گرفت مضبوط ہوگی' نادر و نایاب چیزیں سامنے آئیں گی' ناظرین کو کسی پیچیدگی کا احساس نہ ہوگا' اور.....میری حیثیت اور استطاعت کے مطابق.....سامعین کو تذبذب یا جستجو کرنے والوں کو کسی قسم کا شک وشبہ لاحق نہیں ہوگا' اور مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں' اور اسی سے راستی اور درستی کے خواہاں ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بحث کا طریق کار

یہ مقالہ ایک مقدمہ، چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، مقدمہ میں تین موضوع ہیں۔

موضوع اول:

دینی تربیت اور جرائم کو روکنے اور امت کی اخلاقی حالت کو پستی سے بلند کرنے میں اس کا اثر، فرد اور جماعت کے حقوق کی بحالی اور ضائع ہونے سے ان کی حفاظت۔

موضوع دوم:

جرم کی تعریف، اس کے مختلف گوشے اور اس کی قسمیں۔

موضوع سوم:

سزا اور شریعت اسلامیہ میں سزاؤں کی اقسام، تعزیرات، ان کی تعریف، ان کی قسمیں، اور ہر قسم کی مشروعیت کی اجمالی دلیل، تعزیرات کا تعین نہیں، تعزیر کی دو سزاؤں کا جمع کرنا، تعزیر میں قاضی کے اختیار کی وسعت، تعزیرات کا مقررہ مقدار سے بڑھ جانا اور اس کے بارے میں علما کا اختلاف، کیا تعزیر کا اختیار والی کو ہے یا قاضی کو؟ تعزیرات کو معاف کرنے کی مشروعیت۔

باب اول:

رشوت کی حقیقت، اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

فصل اول: رشوت کی تعریف، اور اس کی بنیادیں۔

فصل دوم: رشوت کی قسمیں، اس فصل میں چار مطالب درج ہیں۔

پہلا مطلب:۔ حق کو باطل کرنے یا باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت کا لین دین۔

دوسرا مطلب:۔ کسی حق کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مطلب:۔ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا'

چوتھا مطلب:۔کسی منصب یا ملازمت حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا۔

فصل سوم : جرم رشوت سے متعلقہ امور'اس فصل میں تین مطالب درج ہیں۔

پہلا مطلب: ہدیہ کا بیان'اس کی تعریف'ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے۔

دوسرا مطلب: رشوت لینے والے کا کام یا خدمت کر دینا' یا نفع پہنچا دینا۔

تیسرا مطلب: رسوخ کی وجہ سے ثالث بننا' اور دخل اندازی کرنا۔

باب دوم:

رشوت کے احکام'اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل : رشوت کی حرمت'اور کتاب وسنت اور اجماع امت سے اس حکم کی دلیلیں۔

دوسری فصل: اس جرم کو ثابت کرنے کے طریقے۔

تیسری فصل: راشی' مرتشی اور درمیانی شخص کی تعزیر اور اس کی دلیلیں' میری نظر میں یہ تعزیر مال' قید' کوڑے' ملازمت سے برطرفی' یا ان حقوق سے محرومی کی شکل میں ہوگی' جسے حکومت نے ان افراد کو مہیا کیا ہے۔نیز ان میں سے ہر ایک کے دلائل مختلف اقوال' اختلافات' ترجیح' اور دوبارہ رشوت لینے کے وقت ان میں سے ہر ایک کی سزائیں۔

باب سوم:

جرم رشوت کے اثرات۔اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: قاضی کے فیصلہ کرنے میں رشوت کا اثر' عزل ونصب اور تحصیل منافع پر رشوت کے اثرات۔

دوسری فصل: رشوت لینے والے کا رشوت کا مالک بننے' اور اس رشوت سے متعلق عقد یا تصرف کو کر گذرنے پر رشوت کا اثر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل: رشوت دینے والے کی ملک سے رشوت نکل جانے میں رشوت کا اثر اور کیا اگر رشوت دینے والا جانا پہچانا ہے تو اس کا لوٹا دینا جائز ہے؟

باب چہارم:۔

حکومت سعودیہ عربیہ میں نظام انسداد رشوت ستانی' اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: نظام انسداد رشوت ستانی کے نصوص اور ان پر تبصرہ

دوسری فصل: اس سزا پر تنقید کا جواب

تیسری فصل: اس نظام کے اندر اسلامی رنگ میں رنگنے کی صلاحیت کہاں تک موجود ہے۔

خاتمہ:۔

اس بارے میں کہ شریعت اسلامیہ کو ہر نظام اور قانون کا ماخذ بنانا واجب ہے' اور جن ملکوں میں ان کے نفاذ میں سستی برتی گئی' وہاں از سر نو ان کا نفاذ کرنا ضروری ہے' اور ان اسباب کا بیان جو اس نفاذ کے داعی ہیں۔

اخیر میں اپنے استاذ جلیل' فاضل نگراں کار علامہ ڈاکٹر عبدالعال عطوہ کا تہہ دل سے مشکور و معترف ہوں' جو میرے اس علمی سفر میں ابتدا سے میرے ساتھ رہے۔ میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کیا' بھول چوک کی صورت میں میری رہنمائی فرمائی اور اس پورے علمی سفر میں گوناگوں مصروفیات کے باوجود علمی رہنمائی یا اوقات کی قربانی سے کہیں دریغ نہیں کیا' جبکہ خصوصا ان کا یہ سال تحقیق و تفتیش' تصنیف و تالیف اور نگرانی اور رہنمائی' جیسی اہم مصروفیات سے بالکل خالی نہ تھا' اللہ تعالیٰ ان کو جملہ طالبان علوم دینیہ اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے' اور ان کی عمر دراز کرے' تاکہ ہم ان کے علم سے بخوبی سیراب ہو سکیں' اور ان سے زیادہ سے زیادہ رہنمائی حاصل کر سکیں۔

اسی طرح میں اپنے نگران کار اور فاضل استاذ ڈاکٹر محمد عبدالجواد محمد کے احترام اور عزت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افزائی کا رہین منت ہوں' میں ان کا از حد شکریہ ادا کرتا ہوں' کہ انہوں نے مخلصانہ علمی اور تعمیری مشوروں سے مجھے نوازا' اور اپنی علمی' تصنیف وتالیف اور نگرانی کی زبردست مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت میرے لیے مہیا کیا' میں ان کے اس احسان کا پورا پورا بدلہ دینے سے قاصر ہوں' ہاں اللہ سے ان کے لیے حسن ثواب اور نیک توفیق کی دعا کرتا ہوں' اور آخر میں یہی کہوں گا' کہ: تمام تر تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

مؤلف
عبداللہ بن عبدالمحسن الطریقی
ریاض' پوسٹ بکس ۴۰۱۵۶
۱۳۔صفر ۱۳۹۶ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُقَدِّمَة

یہ مقدمہ تین موضوع پر مشتمل ہے۔

① دینی تربیت' اور جرائم کو روکنے' اور امت کی اخلاقی حالت کو پستی سے بلند کرنے میں اس کا اثر' فرد اور جماعت کے حقوق کی بحالی' اور ضائع ہونے سے ان کی حفاظت۔

② جرم کی تعریف اس کے مختلف گوشے' اور اس کی قسمیں۔

③ سزا اور شریعت اسلامیہ میں سزاؤں کی اقسام' تعزیرات' ان کی تعریف ان کی قسمیں اور ہر قسم کی مشروعیت کی اجمالی دلیل کا تعین یا ان کی حدیں' تعزیر کی دو سزاؤں کا جمع کرنا' تعزیرات میں قاضی کے اختیار کی وسعت' تعزیرات کا مقررہ مقدار سے بڑھ جانا' کیا تعزیر کا اختیار والی کو ہے۔ یا قاضی کو.....؟ تعزیرات کو معاف کرنے کی مشروعیت۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موضوع اوّل

دینی تربیت اور جرائم کو روکنے اور امت کی اخلاقی حالت کو پستی سے بلند کرنے میں اس کا اثر۔

دینی تربیت کا انسانی کردار کی تشکیل پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ تربیت کے ذریعہ انسان کے دل میں یہ حقیقت جاگزیں ہو جاتی ہے' کہ وہ اگر دنیاوی سزا سے بچ گیا' تب بھی آخرت کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا' اس لیے کہ وہاں نہ کوئی دلیل کارگر ہوگی' نہ کوئی اپیل چل سکے گی' نہ یہاں کی طرح کوئی کھلم کھلا ثبوت کارآمد ہوگا' نہ یہاں جیسی گواہیوں کا وہاں گذر ہوگا' بس قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے سزا ہوگی' کیونکہ کسی شک شبہ کے بغیر آخرت میں انسان کو عذاب ہونا نہایت برحق ہے۔ اور جب یہ یقین دل میں راسخ ہو جاتا ہے۔ تو یہیں سے خبردار کرنے والے اس دینی جذبہ کو تحریک ملتی ہے۔ جس کے سبب بندہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کا تصور بھی نہیں کر سکتا' جسے اللہ نے حرام کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر عمل کی لگاتار نگرانی کر رہا ہے۔ وہ اپنے غلط کاموں کو لوگوں کی نگاہوں سے تو چھپا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے تو ہرگز نہیں چھپا سکتا' کیونکہ وہ ڈھکی اور کھلی ہر چیز کو جانتا ہے۔ نگاہوں کی چوری اور سینے کے اندر چھپی ہوئی بدنیتی سب ہی اس کے علم میں ہے۔ اس قسم کی تربیت جرائم سے حفاظت کے لیے ایک نفسیاتی ڈھال ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کی نگرانی کا احساس تیز ہوتا ہے' اور خدا کا خوف' لوگوں کے خوف سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے'..... دینی تربیت کے حصول سے ایک مسلمان کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ قضاوقدر کے الٰہی نظام سے وہ راضی برضا رہتا ہے۔ اور پھر ہر آنے والی افتاد کا خندہ پیشانی' سکون اور وقار کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے' اگرچہ ہر قضائے الٰہی اور تقدیر خداوندی اس کی خواہش اور تمنا کے عین مطابق نہیں ہوتی اور پھر اس طرح اس کے دل سے شر انگیز اسباب جیسے کینہ' کپٹ' بغض وحسد اور عداوت اور دشمنی وغیرہ سب نکل جاتی ہیں۔

اور جب خبردار کرنے والا دینی جذبہ ابھرتا ہے' تو محبت میں زور پیدا ہوتا ہے' کینہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کپٹ ختم ہوتا جاتا ہے' جس سے کہ جرائم کو بڑھاوا ملتا ہے اور حسد کا جذبہ سرد پڑتا ہے۔ اور آدمی کسی شخص کو دیکھ کر نہیں کڑھتا' جس پر اللہ تعالیٰ نے فضل کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا زبردست قوت والا ہے۔ اور صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ مل کر رہے گا اور پھر ایک دن ایسا آنے والا ہے جب صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا بے پناہ اجر ملے گا' اس تصور کے اندر روح کی تسکین اور دل کے بہلاوے کا وہ سامان ہوتا ہے جس سے نفس کے اندر موجود سرکشی اور حدود سے تجاوز کے جراثیم آپ سے آپ موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ یہی وہ تربیت ہے جو نفس کو جرم کے اعتراف پر آمادہ اور تیار کرتی ہے اور خواہ جرم کتنا ہی ہلکا اور چھپا ہوا کیوں نہ ہو۔ دل اندر سے آپ سے آپ فوری سزا کا طلب گار ہوتا ہے' اور چونکہ آخرت کے عذاب کا زبردست کھٹکا لگا ہوتا ہے' اس لیے اس دنیا میں آدمی زیادتی سرزد ہونے پر از خود نادم اور شرمندہ ہوتا ہے'..... آخر کوئی تو بات تھی جس کی وجہ سے ماعز رضی اللہ عنہ [1] غامدیہ رضی اللہ عنہا [2] دربار نبوت میں آپ سے آپ حاضر ہو کر

---

[1] ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ:۔ شرح مسلم للامام النووی رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱۱' ص ۱۹۳' اور فتح الباری۔ شرح صحیح البخاری: ج ۱۵' ص ۱۴۸ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور آواز دے کر عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا' وہ شخص اسی طرف کو مڑ گیا' جس طرف روئے مبارک تھا اور عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا' یہاں تک چار مرتبہ اس نے دوہرا' دوہرا کر عرض کیا' جب وہ چار مرتبہ شہادت دے چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا' کیا تجھے جنون ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں! فرمایا: کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے عرض کیا' جی ہاں! بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کو لے جا کر سنگسار کر دو۔

[2] غامدیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:۔ شرح مسلم للامام النووی رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱۱' ص ۲۰۴ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت کو زنا کا حمل تھا' اس نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے قابل حد جرم سرزد ہو گیا ہے' مجھے مقررہ سزا دیجئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا' اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا' جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو میرے پاس لے آنا' اس شخص نے حکم کی تعمیل کی پھر جب وہ لائی گئی' تو آپ کے حکم کے بموجب اس کے کپڑے میں دور دور ٹانکے لگا دیئے گئے' پھر آپ نے حکم فرمایا: اور اس کو سنگسار کر دیا گیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز پڑھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے تو زنا کیا تھا' آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں.....؟ فرمایا' اس نے تو ایسی توبہ کی ہے' اگر مدینہ والوں میں سے ستر آدمیوں میں وہ تقسیم کر دی جائے تو سب کی مغفرت کے لیے کافی ہو جائے' کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی توبہ ہو سکتی ہے کہ خوشنودی خدا کی خاطر جان سے گزرنے والے اس دو اپنا جان دے دی ہو۔

کتابوں کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے جرم کا اعتراف کیا' اور اپنے گناہوں کے داغ سے پاک کئے جانے کا مطالبہ کیا' یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے احساس کا نتیجہ تھا' اور اگر دل میں دین کی طرف سے خبردار کرنے والا وہ جذبہ نہ ہوتا' تو اس قسم کا اعتراف بھی کبھی پایا نہ جاتا علیٰ ہذا ''عسیف'' [1] کے واقعہ میں خود باپ نے اپنے بیٹے سے زنا سرزد ہونے پر سزا کے ذریعہ اس کی پاکی کا مطالبہ کیا تھا' کیونکہ اس باپ کو خداوند عالم کی غالبیت اور اس کی بادشاہی کا بخوبی احساس تھا' اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس دنیا کی سزا آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہلکی اور معمولی ہے۔ پھر دینی تربیت کا ایک فائدہ اور ہوتا ہے' وہ یہ کہ جس شخص کے اندر دینداری کا ادنی شائبہ ہوتا ہے' اس کو سزا کے نفاذ اور اس کے اجراء کے وقت شرمندگی ہوتی ہے کیونکہ اسے احساس ہوتا ہے کہ ''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' کے مصداق اس گناہ کے ارتکاب پر خدا نے اس کو سزا دی ہے' اور جب ندامت اور شرمندگی کا یہ احساس بڑھتا ہے' تو توبہ کی گھڑی قریب آجاتی ہے' کیونکہ شرمندگی' توبہ کا پہلا زینہ ہے۔

انسانی قوانین کے نفاذ کے وقت اس امر کا مشاہدہ کیا گیا' کہ کوئی مجرم جب ایک بار

---

[1] عسیف (مزدور) کا واقعہ :۔شرح مسلم للامام النووی رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱۱' ص ۲۰۶ اور فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۵' ص ۱۷۴ میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا' یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو قسم دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کے موافق میرا فیصلہ فرمادیں۔ اس شخص کا مقابل جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا بولا ہاں حضور اقدس کتاب اللہ کے موافق ہی ہمارا باہمی فیصلہ کر دیجئے اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ فرمایا کہو۔ اس شخص نے عرض کیا' میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا مجھ سے کہا گیا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا' میں نے سو بکریاں اور ایک باندی اپنے بیٹے کے عوض اس کو دیدیں اور علما سے مسئلہ پوچھا' انہوں نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور اس شخص کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا'..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کروں گا' باندی اور بکریاں تو تم واپس لے لو تمہارے بیٹے کے واسطے سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطن ہونا لازمی ہے.....! اور انیس! تم صبح کو اس شخص کی بیوی کے پاس جانا' اگر وہ اقرار کر لے تو اس کو سنگسار کر دینا' حسب الحکم حضرت انیس رضی اللہ عنہ صبح کو اس عورت کے پاس گئے' اس نے اقرار کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیدیا' چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سزا سے چھوٹ گیا' تو اس کی جسارت بڑھ جاتی ہے۔ پھر خواہ اس کو لمبی یا مختصر جیل ہو جائے' اس کے اندر کوئی فرق نہیں پڑتا' کیونکہ ابتدا سے کوئی دین اور اخلاق اسے روکنے والا نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس کا ضمیر اس کو مہذب بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوانین پر دین کی چھاپ جتنی دھندلی ہوگی' اور دلوں سے ایمان کا فاصلہ جتنا زیادہ ہوگا' وہاں جرائم کی رفتار اتنی تیز ہوگی۔

شریعت کا کامل نفاذ عہد نبوی' عہد خلفائے راشدین اور انصاف پسند حاکموں کے زمانے میں ہوتا رہا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ ہمارے سامنے ایک ایسی روشن معاشرتی تصویر پیش کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر آسمانی شریعت کے نفاذ کے سبب مرتب ہونے والے بہتر اثرات اور ان کی قرار واقعی مقدار کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ہم کسی ایسے سماج کے درمیان..... جو آسمانی شریعت کا نفاذ اور اپنے علاقوں میں بڑی حد تک امن کا قیام عمل میں لاتے ہیں'.....اور یورپ کے کسی ایسے خطے کے درمیان موازنہ کرتے ہیں' جہاں انسانوں کا جنگل آباد ہے' جو ٹکڑیوں اور گروہوں میں بٹے ہوتے ہیں' اور جو کسی قانون کے تحت اس لیے خود کو محفوظ نہیں پاتے کہ یہ ان کا خود ساختہ قانون ہے تو اس سرسری جائزے کے ذریعہ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی دل و دماغ اور اس کے کردار میں ایمانی قوت کا کتنا اثر ہوتا ہے! تہذیب و تمدن میں ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم کی رفتار میں بھی کتنا اضافہ ہوتا ہے! جتنی آبادی بڑھتی ہے۔ نت نئے جرائم کی بھرمار ہوتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف جس سماج اور معاشرے میں شریعت الٰہیہ کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔ وہاں اگر آبادی بڑھتی ہے تو اسی رفتار سے ایمان میں توانائی اور تازگی آتی ہے اور یقین میں جلا پیدا ہوتی ہے' دل آراستہ پیراستہ ہوتے ہیں' اور جرائم میں بیحد کمی آتی جاتی ہے۔

یہ اسلام کی شان ہے کہ وہ توبہ کی دعوت دیتا ہے' اور گنہگاروں کو اس کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ السَّارِقَ اِنْ تَابَ سَبَقَتْهُ يَدُهُ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنْ لَّمْ يَتُبْ سَبَقَتْهُ اِلَى النَّارِ))

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''چور اگر توبہ کر لے تو اس کے ہاتھ اس کو جنت کی طرف لیجاتے ہیں' اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہی ہاتھ اس کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔''

اسی طرح پیغمبر علیہ السلام نے مجرم کو عار نہ دلانے کی تلقین کی ہے۔ تاکہ وہ لوگوں سے دور نہ ہو جائے' ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص کسی سزا یافتہ آدمی کو عار دلاتے ہوئے کہہ رہا ہے۔

((اَخْزَاکَ اللّٰہُ!))

''تجھے اللہ تعالیٰ رسوا کرے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْہِ الشَّیْطَانَ)) [1]

''اس کے خلاف شیطان کے معاون نہ بنو۔''

جس طرح دینی تربیت اور دین کی امتناعی قوت بڑے بڑے جرائم کے ارتکاب سے بخوبی روکتی ہے' اسی طرح یہ دونوں چیزیں جرم رشوت کا بھی نہایت بہتر طریقہ سے سد باب کرتی ہیں' کیونکہ یہ تربیت اور امتناعی قوت اس قدر پر اثر ہے کہ جرم سرزد ہو جانے کے بعد بھی مجرم اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا' اسلیے کسی شک کے بغیر عرض ہے کہ ان کی حیثیت زبردست رکاوٹ کی سی ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی صورت یہ ممکن نہیں کہ کوئی مؤمن اس جرم کا ارتکاب کرے' کیونکہ اس کا دل برابر اسے یاد دلاتا ہے' کہ پوشیدہ یا علانیہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ اس کی نگرانی کرتا ہے۔

فرد اور جماعت کے حقوق کی بحالی' اور ضائع ہونے سے ان کی حفاظت

اسلام نے اپنی دستور سازی کی زبردست اسپرٹ اور مناسب ہدایات کے

---

[1] فلسفہ العقوبتہ فی الفقہ الاسلامی' ابو زہرہ ص ۲۱۔۲۶ قدرے تصرف کے ساتھ۔ عون المعبود شرح سنن ابوداؤد ج ۱۲' ص ۱۷۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ فرد اور جماعت کے حقوق کو بحال رکھا' اور انہیں برباد ہونے سے بچایا ہے' چنانچہ اس نے ناجائز کمائی کو حرام قرار دیا' مسلمانوں کے اموال کو ان کی جان اور عزت و آبرو کی طرح لائق احترام ٹھہرایا'

جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ)) [1]

تمہارے خون (جان) اور تمہارے اموال تم پر حرام ہیں

چوری کو ایمانی تقاضے کے منافی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) [2]

''جب چور چوری کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [٥/المائدة:٣٨]

''اور (دیکھو) جو مرد چوری کرے' اور عورت چوری کرے' تو دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو' یہ ان کے عمل کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے' اور اللہ سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّاْخُذَ عَصَا اَخِيْهِ بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسِهٖ مِنْهُ))

''کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی لاٹھی اس کی مرضی کے بغیر لے لے۔'' [3]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [٤/النسآء:٢٩]

---

[1] بخاری واحد [2] بخاری مسلم [3] ابن حبان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو۔

رشوت کو حرام قرار دیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ)) [1]

رشوت لینے والے' رشوت دینے والے اور رشوت کی دلالی کرنے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔

اسی طرح جو تحفے عوام حکام کے سامنے پیش کرتے ہیں' آپ نے ان کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور جس طرح ایک شخص کی ملکیت دوسرے کے لیے حرمت اور اکرام کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کی وجہ سے پوشیدہ یا علانیہ اس پر دست درازی کرنا حرام اور ممنوع ہے۔ اسی طرح خود مال والے کے لیے بھی یہ حرمت وارد ہے کہ وہ اسے بیجا خرچ یا برباد نہ کرے' نہ ہی ادھر ادھر اڑاتا پھرے' کیونکہ افراد کے اموال اور ان کی دولت میں قوم کا حق ہے' اور ان کے اسی استحقاق کی بدولت اسلام نے قوم کو یہ حق دیا کہ وہ نادان فضول خرچ لڑکوں کا مال بھی ہرگز ہرگز ان کے حوالہ نہ کریں۔

چنانچہ قرآن کریم دوٹوک انداز میں کہتا ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ [۴/النسآء:۵]

اور کم عقلوں کو اپنا وہ مال حوالہ نہ کرو' جس کو اللہ نے تمہارے لیے (معیشت کا) سہارا بنایا ہے' اور ہاں اس میں سے ان کو کھلاؤ۔ اور پہناؤ اور نرمی سے ان سے گفتگو کرو۔

اور منجملہ اسراف کے جس کو اسلام نے حرام قرار دیا' اسی کی ایک قسم ان چیزوں میں مال کو بیجا اڑانا ہے۔ جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ جیسے شراب' نشہ آور چیزیں سونے چاندی کے برتن' اور لغو اور بیہودہ کاموں میں پانی کی طرح روپیہ بہانا وغیرہ.....! [2]

---

[1] احمد' طبرانی۔ [2] اسلام میں حلال وحرام: ص ۳۲۰' ۳۲۴ باختصار مولفہ یوسف القرضاوی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس میں شک نہیں کہ رشوت کا یہ موضوع جس پر سردست ہم بحث کرنے جا رہے ہیں۔اس کا شمار بھی ان اہم مسائل سے ہے۔جن کو حرام ٹھہرا کر اسلام نے افراد اور جماعتوں کے حقوق کو برباد ہونے سے بچایا' کیونکہ جوں جوں یہ جرم عام ہوگا' ایک ہمہ گیر بگاڑ رونما ہوگا۔اور لوگوں کے مال اور ان کے حقوق پامال ہوں گے' یہی وجہ ہے کہ اس کی حرمت کے قطعی احکام صادر ہوئے' اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے کڑی سزائیں سنائی گئیں' تاکہ فرد اور جماعت کے حقوق کی حفاظت جہاں اور طریقوں سے ہوتی ہے۔یہ طریقہ بھی اس غرض کے لیے مؤثر ثابت ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موضوع دوم جرم

جرم کی تعریف!

جُرمٌ اور جَرِیمَۃٌ لغت میں ''گناہ'' کو کہتے ہیں' اسی سے جَرَمَ' اَجْرَمَ اور اِجْتَرَمَ بنا ہے' جن کے معنی یکساں ہیں' (یعنی گناہ کرنا) البتہ تَجَرَّمَ عَلٰی فُلَانٍ کے معنٰی ہیں۔ اس نے مجھ پر ایسے گناہ کی تہمت لگائی' جس کو میں نے نہیں کیا.....! شاعر نے کہا ہے

تَعُدُّ عَلَیَّ الذَّنْبَ اِنْ ظَفِرْتَ بِہٖ
وَاِنْ لَّا تَجِدْ ذَنْبًا عَلَیَّ تَجَرَّمَ [1]

''جب تمہیں موقع مل جاتا ہے' تو گن گن کر مجھے قصور وار ثابت کرتے ہو'
اور جب کامیابی نہیں ہوتی تو مجھ پر گناہ کی تہمت لگاتے ہو۔''

جِرْم (جیم پر زیر کیساتھ) یعنی ''جسم'' جَرِیمٌ: بڑے جسم والا جِرْم کا اطلاق کاٹنے پر بھی ہوتا ہے' اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے۔ نیز اس کا اطلاق کسب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے اِجْتَرَمَ کا اطلاق بھی اسی پر ہوتا ہے۔ جَرِیمَۃٌ واحد ہے' اس کی جمع جَرَائِم ہے۔ کہا جاتا ہے جَرَمَ اِلَیْہِ وَعَلَیْہِ جَرِیمَۃً یعنی اس نے ایک جرم کیا' لہٰذا وہ جَارِم (مجرم) اور جَرِیم [2] (گنہگار) ہے۔

جرم کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

''شرعی طور پر کوئی ممنوع کام کرنا جس سے اللہ نے حد یا تعزیر کے ذریعہ منع کر دیا ہو۔ ''جرم'' کہلاتا ہے [3]''

جرم کے ارکان واجزاء:

جرم کی مندرجہ بالا تعریف سے نتیجہ کے طور پر حسب ذیل ارکان اور اجزاء کا پتہ چلتا ہے'

[1] صحاح: ج۵' ص۱۸۸۵۔۱۸۸۶' ترتیب القاموس المحیط: ج۱' ص۴۰۷۔۴۰۸
[2] ترتیب القاموس المحیط: ج۱' ص۴۰۷۔۴۰۸' معجم متن اللغہ: ج۱' ص۵۱۴
[3] الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص۲۴۱' الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی لابی زھرہ: ص۸' التشریع الجنائی الاسلامی: ج۱' ص۶۶ قدرے تصرف کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

① کرگذرنا: بنابریں اگر کوئی شخص کسی ممنوع کام کے ارتکاب سے متعلق سوچے یا صرف اس کا خیال پیدا ہو تو اسے جرم نہیں کہا جائے گا۔

② اس کام کا شارع کی جانب سے کسی دلیل کی وجہ سے ممنوع ہونا' لہٰذا اگر شارع کی جانب سے کسی فعل کی ممانعت پر کوئی نص وارد نہ ہو تو وہ فعل ''جرم'' نہیں کہلائے گا۔

③ یہ ممنوع کام ایسا ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے کسی حد یا تعزیر کے ذریعہ منع کیا ہو' اس لیے اگر شارع کسی فعل پر حد یا تعزیر کی سزا واجب نہ کرے تو وہ جرم نہیں کہلائے گا' اگرچہ اس کے کرگذرنے سے گناہ لازم آئے گا۔

جرم کی قسمیں:

جرم کی تین قسمیں ہیں:۔

۱:۔ وہ جرائم جن پر حد واجب ہو:۔ یہ ایسے جرائم ہیں' جن کے ارتکاب پر حد شرعی کی سزا دی جاتی ہے' اس سزا میں کمی زیادتی کرنا' یا اس کو سرے سے ساقط کرنا جائز نہیں ہے' جیسے زنا کرنا' جھوٹی تہمت لگانا' شراب پینا' چوری کرنا' مال لوٹنا' یا لوٹنے والوں کی رہنمائی کرنا۔ ان جرائم پر جملہ فقہا کے نزدیک حد واجب ہے' البتہ بعض فقہا اس کے ساتھ ساتھ دین اسلام سے پھر جانے اور بغاوت کرنے کو بھی شامل مانتے ہیں۔

۲:۔ وہ جرائم جن پر قصاص یا دیت عائد ہوتی ہو:۔ یہ وہ جرائم ہیں جن پر قصاص یا دیت کی سزا دی جاتی ہے' اور چونکہ یہ سزا متعلقہ افراد کا حق ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے حقوق کے مطابق ہی اس سزا کا نفاذ ہوتا ہے۔ اور کسی کمی یا زیادتی کی اجازت نہیں ہوتی' البتہ یہ ساقط ہوسکتی ہیں' کیونکہ یہ ان وابستہ افراد کا ذاتی حق ہوتی ہیں' جیسے قتل عمد' قتل شبہ عمد' غلطی سے قتل کرنا' یا جان لینے سے کم درجہ کا جرم قصداً کر لینا یا جان لینے سے کم درجہ کا جرم بے ارادہ کرگذرنا'

۳:۔ وہ جرائم جن پر شرعاً تعزیر لازم ہوتی ہو یعنی ایسے جرائم پر تعزیری کتک کوئی ایک یا ایک سے بڑا مفتی و معتمد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سزا نافذ کی جائے' جیسے سود کھانا' امانت میں خیانت کرنا' گالی دینا' اور رشوت خوری۔ [1]

موضوع سوم

اسلامی شریعت میں سزا اور اس کی قسمیں:۔

ماوردی [2] نے سزا کی تعریف یہ کی ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہہ کی یہ وہ شکلیں ہیں' جنھیں اللہ نے خود مقرر کیا ہے' تا کہ انسان ممنوعہ کاموں کے ارتکاب سے باز آجائے اور جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے' اس کو ترک نہ کرے۔

اس طرح دیکھا جائے تو یہ ایک مادی (اس دنیا کی) اور تادیبی سرزنش ہے' جو مجرم کو دی جاتی ہے' ان سزاؤں سے مکلّف آدمی جرائم کے ارتکاب سے باز آتا ہے۔ اب اگر اس نے ایک بار جرم کیا تو تنبیہہ کے لیے اسے سزا دیدی جاتی ہے' جس سے وہ دوبارہ جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ ساتھ ہی دوسروں کو بھی اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ [3]

حاصل یہ کہ سزائیں جرم سرزد ہونے سے پہلے روک بنتی ہیں' اور جرم صادر ہو جانے کے بعد تنبیہہ کا کام دیتی ہیں یعنی اس کی مشروعیت سے واقف ہو جانے کے بعد آدمی اس کام کے ارتکاب سے رک جاتا ہے' اور اگر اس نے ایک بار ارتکاب کر لیا تو سزا کے بعد دوبارہ ارتکاب سے باز آجاتا ہے۔ [4]

بکثرت فقہائے شریعت نے سزا کے موضوع پر گفتگو کی ہے' لہٰذا بہتر ہوگا کہ ہم ایسے بعض نصوص اور صراحتوں کو پیش کریں' جن کو انہوں نے سزا کی مشروعیت کی حکمت کے

---

[1] التشریع الجنائی الاسلامی عبدالقادر عودہ: ج ۱ ص ۷۸' ۸۰ باختصار۔

[2] الاحکام السلطانیہ از ماوردی: ص ۲۲۱۔

[3] العقوبہ فی الفقہ الاسلامی از ابوزہرہ: نیز صاحب موصوف ہی کی ایک اور کتاب الجریمہ والعقوبہ: ص ۸ سے قدرے تغیر کے ساتھ۔

[4] حاشیہ ابن عابدین: ج ۳ ص ۱۳۰ نیز العقوبہ فی الفقہ الاسلامی از ابوزہرہ: ص ۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طور پر پیش کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں مذکور ہے:۔ ''جاننا چاہیے کہ حدود کو قائم کرنا اللہ کی جانب سے اس کے بندوں پر رحمت ہے۔ اس لیے حکام کو حد قائم کرنے میں سخت ہونا چاہئے' اور اس کا خیال رکھنا چاہئے' کہ اللہ کے دین کے معاملہ میں نرمی کا ایسا جذبہ نہ ابھرے' جس کے سبب وہ سزا کو معطل کر دیں حاکم کی نیت یہ ہو کہ لوگوں کو منکرات سے طاقت کے ذریعہ روک کر خلق خدا پر رحم کرے' اپنے غصہ کی پیاس بجھانے کی نیت نہ کرے' نہ ہی مخلوق پر اپنی برتری قائم کرنے کا دل میں ارادہ رکھے' حاکم باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جو اپنے بچے کے خلاف تادیبی کاروائی کرتا ہے' اگر باپ تادیبی کاروائی نہ کرے..... جیسے ماں محض نرمی اور مہربانی سے ہی سمجھاتی ہے..... تو بچہ بگڑ جائے گا' حالانکہ باپ بھی ہمدردی اور اس کی اصلاح حال کے لیے ہی سزا دیتا ہے' دل سے یہ چاہتا ہے اور اسی کو ترجیح دیتا ہے کہ سزا دینے کی نوبت نہ آئے' اسی طرح حاکم کی حیثیت معالج کی سی ہوتی ہے جو اپنے مریض کو کڑوی کسیلی دوا پلاتا ہے' کبھی اس کے زخم خوردہ عضو کو کاٹ دینے پر مجبور ہوتا ہے' نیز اس کی مثال اس اذیت اور مشقت کی سی بھی ہوتی ہے۔ جس کا انسان اس لیے خوگر ہوتا ہے' تا کہ آئندہ اسے راحت نصیب ہو'' (.....الخ باختصار) [1]

ماوردی نے یہ بھی کہا ہے کہ: ''حدود..... وہ سزائیں ہیں' جنھیں اللہ نے اس لیے وضع کیا' تا کہ بندہ ممنوع کاموں سے باز آجائے' اور جو کچھ کرنے کا اسے حکم دیا گیا' اس کو نہ چھوڑے' کیونکہ آدمی فطری طور پر شہوت کی فراوانی سے مغلوب ہوتا ہے' اور فوری لذت کے درپے ہو کر آخرت کی وعید سے غافل ہو جاتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدود کی تنبیہات عائد فرمائیں۔

جو جاہل کے اندر سزا کی اذیت کا کھٹکا اور ذلت آمیز عذاب کا خوف پیدا کریں' تا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی ممانعت برقرار رہے' اور اس نے جن فرائض کا حکم دیا' ان

---

[1] فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج ۲۸ ص ۲۹ جامع المسائل فی الفقہ الاسلامی (کتاب برکا: ص ۹)

سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی بدستور تعمیل کی جائے [1]

حاشیہ ابن عابدین میں لکھا ہے کہ: سزائیں تجویز کئے جانے کی مصلحت یہ ہے کہ تمام لوگوں کے حسب نسب' مال و دولت' عقل و شعور اور عزت و آبرو کا تحفظ کیا جا سکے اور بگاڑ کے جس راستے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو' بروقت اس پر تنبیہہ کر دی جائے .....الخ [2]

اسلامی شریعت میں سزاؤں کی دو قسمیں ہیں

قسم اول:۔ معینہ مقدار کی سزائیں

ان سزاؤں کی بھی دو قسمیں ہیں:۔ الف:۔ حدود' جیسے زنا' چوری' شراب تہمت اور ڈکیتی سرزد ہونے پر لگائی جانے والی حدیں' جن کے حد ہونے پر جملہ فقہا کا اتفاق ہے' جبکہ بعض فقہا کے نزدیک ارتداد اور بغاوت کی سزائیں بھی ''حد'' میں شامل ہیں۔

ب:۔ قصاص یا دیت کی سزائیں' جو جان بوجھ کر قتل کرنے' شبہ میں قتل کرنے اور غلطی سے مار ڈالنے پر عائد ہوتی ہیں۔

قسم دوم:۔ غیر معینہ مقدار کی سزائیں'

جنھیں ''تعزیرات'' کہا جاتا ہے' جیسے جرم رشوت کے ارتکاب پر تعزیر کی جائے' اس دوسری قسم کی سزا پر آئندہ ہم قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے' [3]

کیونکہ ہمارے موجودہ زیر بحث موضوع جرم' رشوت کی مقررہ سزا یہی ہے۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ: ص ۲۲۱ از ماوردی'

[2] حاشیہ مذکور: ص ۳' ۴۔

[3] شریعۃ الجرائم والعقوبات از خالد فراج: ص ۳۴ قدرے تصرف کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعزیر

تعزیر کی لغوی تعریف

تعزیر کے لغوی معنیٰ ''ملامت'' کے ہیں' چنانچہ کہا جاتا ہے' عَزَرَهُ ' عَزَّرَهُ' تَعْزِيرًا: ملامت کرنا' منع کرنا تعزیر لغت میں اسماء اضداد سے ہے' کیونکہ یہ تعظیم کرنے اور بڑائی کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے اللہ کے اس ارشاد ﴿وَعَزَّرْتُمُوهُمْ﴾ [۵/المائدۃ:۱۲] کا معنی عَظَّمْتُمُوهُمْ بتایا ہے' یعنی تم لوگ ان کی تعظیم کرو۔

اور اس کا اطلاق ادب سکھانے اور بہت مارنے پر بھی ہوتا ہے' اسی لیے ''حد'' سے کم درجہ کی مار پیٹ کو تعزیر کہتے ہیں..... یہی لفظ تقویت دینے اور مدد کرنے پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ عَزَّرَهُ اس وقت کہتے ہیں' جب کوئی کسی کی مدد کرے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ﴿وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾ [۴۸/الفتح:۹] یعنی اس کی مدد کرو' اس کی تعظیم کرو' حضرت ابوعبیدہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ عَزَّرْتُمُوهُمْ' نَصَرْتُمُوهُمْ [1] کے معنی میں ہے' یعنی تم لوگوں نے اس کی مدد کی اب رہے فقہا تو ان کے نزدیک تعزیر کی تعریف یہ ہے۔

ایسی سزا [2] ' جو اللہ یا کسی انسان [3] کے حق کے طور پر کسی ایسی معصیت سرزد ہونے پر واجب ہو' جس پر کوئی سزا [4] یا کفارہ [5] نہ رہا ہو۔

---

[1] تاج العروس شرح قاموس: ج ۳' ص ۳۹۴ تہذیب اللغۃ: ج ۲' ص ۱۲۹۔

[2] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۲' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۷۔

[3] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۲' حاشیہ عرفہ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۳۱۶' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۔ [4] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۲' الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۶۳ سبل السلام: ج ۴ ص ۴۸' حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۰' فتح القدیر: ج ۴ ص ۲۱۱' ۲۱۲' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۱' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶ قدرے تصرف کے ساتھ۔

[5] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۲' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۱' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۷' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: از ڈاکٹر عبدالعزیز عامر' ص ۳۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعریف کی تشریح اور اس کی احترازی قیدوں کا بیان

ہم نے جو یہ کہا کہ ''ایسی سزا جو اللہ یا کسی انسان کے حق کے طور پر واجب ہو'' یہ جنس ہے اور حدود' قصاص اور تعزیرات غرض سزاؤں کی تمام اقسام کو شامل ہے' رہا ''معصیت'' کا لفظ تو یہ قید ہے' اور اس وضاحت کے لیے ہے کہ سزا معصیت کی ہر اس قسم کو شامل ہے' جس کے کرنے یا نہ کرنے پر ڈانٹ پھٹکار کی گئی ہے' اور ہم نے جو یہ کہا کہ ''جس پر کوئی سزا نہ ہو'' اس کی بجائے تعریف کے اس جملہ میں ہم یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ: ''ایسی معصیت جس پر کوئی حد نہ ہو'' لیکن بہتر تعریف وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے' (کہ ''جس پر کوئی سزا نہ ہو'') یہ اس لیے تاکہ اس کا اطلاق ان جرائم پر بھی ہو سکے' جو اطراف یعنی کنارے کاٹ لینے کی صورت میں رونما ہوتے ہیں' [1] بہرکیف یہ پہلی قید احترازی ہے' جس سے وہ جرائم نکل جاتے ہیں' جن پر حد واجب ہوتی ہے' جیسے زنا' تہمت دھرنا' چوری' شراب نوشی' قصاص اور مال چھیننا وغیرہ کیونکہ ان جرائم پر ایسی سزائیں ہیں' جن کی مقدار مقرر ہے' اور جو حدود اور قصاص کے نام سے عام طور پر جانی جاتی ہیں۔

اور ''کفارہ نہ رہا ہو'' یہ دوسری قید احترازی ہے' جس سے کفارہ ظہار اور کفارہ ایلاء سے بچا گیا' [2] ..... یہ ایک رہی! لیکن اس سبب کے باوجود تعزیر' حدود سے اس معنی میں مشابہ ہے کہ اس کا مقصد بھی سرزنش' اصلاح و درستی' اور ڈانٹ ڈپٹ مقصود ہوتی ہے۔ [3]

تعزیر کی قسمیں اور ہر قسم کی مشروعیت کی اجمالی دلیل

تعزیر کی بہت ساری قسمیں ہیں' ان میں چند یہ ہیں' کوڑا مارنا' قید کرنا' مالی جرمانہ عائد کرنا' ملازمت سے برطرف کر دینا' اسی طرح ان حقوق اور مراعات سے محروم کر

---

[1] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۲۔ [2] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۱۔

[3] الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۶۳' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ از ڈاکٹر عبدالعزیز عامر: ص ۳۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینا جو حکومتیں فرد اور یونینوں کو مہیا کرتی ہیں' دوسرے باب کی تیسری فصل میں ہم اس پر مفصل بحث کریں گے' ان شاء اللہ!

سر دست ہم تعزیر کی ان باقی ماندہ قسموں پر گفتگو کریں گے' جو حسب ذیل ہیں۔

قتل کرنا

قتل کے ذریعہ تعزیری سرزنش کرنا اکثر فقہا کے نزدیک جائز ہے' البتہ تعزیری طور پر کن صورتوں میں قتل کرنے کی اجازت ہے' اس بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

(الف) حاشیہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے'' میں نے حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کی کتب ''الصارم المسلول'' میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کی احناف کا ایک اصول یہ ہے کی جن صورتوں میں ان کے نزدیک قتل کی سزا نہیں' جیسے بھاری پتھر سے مار ڈالنا' یا اغلام بازی کرنا' اور بار بار اس حرکت کو دوہرانا' تو ان صورتوں میں امام پر لازم ہے کہ وہ ایسا کرنے والوں کو قتل کر دے' دراصل احناف اس قسم کی واردات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب سے منقول قتل کے حکم کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے اسی کے اندر مصلحت دیکھی' احناف اس قتل کو از روئے سیاست (ملکی حکمت عملی کے تحت) قتل کا نام دیتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کی حاکم ان جرم کے ارتکاب پر قتل کی سزا نافذ کرنے کا مجاز ہوتا ہے' جو تکرار کی وجہ سے اہمیت کے حامل بن جاتے ہیں' اور اس نوعیت کے جرائم میں قتل کرنا مشروع ہے' یہی وجہ ہے کہ اکثر احناف نے ان ذمیوں کو قتل کر دینے کا فتویٰ دیا ہے' جو نبی کریم ﷺ کی شان میں بکثرت سب وشتم سے کام لیتے ہیں' اگر چہ گرفتاری کے بعد وہ اسلام کیوں نہ لے آئیں' اس قتل کو وہ سیاست پر مبنی ہونے کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک امام کو یہ اجازت ہے کہ وہ عادی چور کو قتل کرا دے' گلا گھونٹ کر مار ڈالنے والے کو بطور تعزیر مروا ڈالے۔

یوں ہی تعزیر کے طور پر اس شخص کو قتل کر دینے کی بھی اجازت ہے' جو کسی ایسی عورت کے ساتھ سفلی کرے جو اس کے ساتھ سفلی نہ کرتی ہو' جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خواہ کوئی برا فعل کرتے ہوئے اسے نہ دیکھا گیا ہو۔اس کے جائز ہونے کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے' کہ اگر مرد نے اس عورت پر زور زبردستی کی اور عورت نے کوئی چارہ نہ پا کر اس کو مار ڈالا تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا' اور یہ خون رائیگاں سمجھا جائے گا' یہی حال جادوگر اور اس بے دین گمراہ کا ہوگا' جو گمراہی اور بے دینی کا پروپیگنڈہ کرتا ہے' اگر وہ توبہ کرنے سے پیشتر پکڑا گیا' تو اسے مار ڈالا جائے گا۔خواہ پکڑے جانے کے بعد وہ تائب کیوں نہ ہو' کیونکہ اس کی توبہ ناقابل قبول ہوگی۔ ❶

(ب) بعض شافعیہ کے نزدیک کتاب وسنت کے خلاف' بدعت کا پرچار کرنے والے شخص کو تعزیر کے طور پر قتل کر دینے کی اجازت ہے۔ ❷

(ج) مالکیہ کے نزدیک تعزیر کے لیے قتل کئے جانے کا جواز ملتا ہے' جیسے اس مسلم جاسوس کو قتل کر دینے کی اجازت ہے' جو دشمن کے لیے جاسوسی کرے' رہا بدعتی جو بدعت کا پروپیگنڈہ کرے' اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے درپے ہو' تو پہلے اسے توبہ کی ترغیب دی جائے گی' اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک' ورنہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ ❸

(د) حنابلہ ان کی ایک جماعت جس میں ابن عقیل بھی شامل ہیں اُن کا قول یہ ہے کہ مسلم جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے جو خود مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمنوں کے لیے جاسوسی کرے' اور ٹھیک یہی حشر بدعتی کا ہوگا' جو بدعت کو عام کرتا رہے' ❹ اور جو بار بار کسی بگاڑ میں حصہ لے' اور لگاتار اسی میں منہمک رہے' لیکن اس کی کارگذاری بڑھ کر مقررہ ''حد'' تک نہ پہنچے' ایسے شخص کو بھی از روئے تعزیر قتل کرنا جائز ہے' اس امر کے لیے حنابلہ اس سے بھی استدلال کرتے ہیں' کہ اگر مفسد کا شر اسے قتل کئے بغیر ختم نہ ہو' تو حسب ذیل

---

❶ حاشیہ ابن عابدین: ص ۶۲' ۶۴' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۴۸' ۲۴۹۔

❷ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۴' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۴۹' الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۰' فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۳۵ ص ۴۰۵۔ ❸ التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۶' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۲۹' فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ج ۳۵ ص ۴۰۵۔

❹ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۴' ۱۱۵' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۲۹' حاشیہ الطرق الحکمیہ ص ۱۰۶ فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۳۵ ص ۴۰۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایتوں کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ ❶

① امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں عرفجہ اشجعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' انہوں نے کہا' میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے' جو شخص تمہارے پاس آئے' اور تمہارا شیرازہ منتشر کرنا چاہے' یا تمہاری جمعیت میں تفرقہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے' جبکہ تمہارے کل امور کسی ایک شخص کے ماتحت ہوں۔ تو اس کو قتل کر دو۔ ایک اور روایت میں ہے:۔ عنقریب اس اس طرح کے (فتنے اور نت نئے) حوادث رونما ہوں گے' تو جو شخص اس امت میں تفرقہ پیدا کرنا چاہے' حالانکہ ان میں باہم اتفاق ہو' تو ایسے شخص کو تہہ تیغ کر دو' خواہ وہ کوئی آدمی ہو۔ ❷

اس حدیث میں فسادیوں کو تعزیر کے طور پر قتل کر دینے کا اشارہ ملتا ہے۔

② اور اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دیلم حمیری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایسی سرزمین کے باشندے ہیں جہاں ہمیں سخت کام کرنا ہوتا ہے' اس لیے ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں' جس سے کام کے دوران ہم میں چستی اور توانائی آتی ہے۔ اور اپنے علاقے کی سردی پر ہم قابو پاتے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا' کیا اس سے نشہ آتا ہے؟ میں نے کہا ہاں! فرمایا: پھر تو اسے چھوڑ دو! میں نے عرض کیا لوگ اسے چھوڑ نہیں سکتے آپ نے فرمایا: اگر نہیں چھوڑتے تو انہیں قتل ❸ کر دو یہاں قتل سے تعزیری قتل مراد ہے' کیونکہ اس کا شمار حد میں نہیں' اس لیے کہ حد تو محض کوڑا مارنا ہے'.....غرض اس روایت سے

---

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۴' حاشیہ الطرق الحکمیہ: ص ۱۰۷۔

❷ صحیح مسلم مع شرح النووی: ج ۱۲ ص ۲۴۲' ۲۴۱۔

❸ شرابی کو قتل کیا جائے گا' اس سلسلے میں ایک روایت تو یہی ہے' جو مذکور ہوئی دوسری روایت وہ ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ: ''اگر اس نے دوبارہ پی' تو اسے قتل کر دو'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایسے شخص کو لاؤ' جس نے چوتھی بار شراب پی ہو' اگر تم لے آئے تو اس کا قتل کر دینا مجھ پر واجب ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو نسائی کے علاوہ جملہ پانچوں محدثین (یعنی احمد' ابوداود' ترمذی' ابن ماجہ) نے نقل کیا ہے کہ'' پھر اگر چوتھی بار بھی پیے تو اسے قتل کر دو'' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ☆)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعزیری قتل کا جواز ملتا ہے۔

③ نیز اس لیے کہ فسادی حملہ آور کی طرح ہوتا ہے' جب حملہ آور کا دفاع قتل کے بغیر ممکن نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔! ❶

④ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قدریہ خیالات کے حامل :غیلان (دمشقی) کو قتل کرا دیا تھا' کیونکہ وہ اپنے ہی خود ساختہ ایک مخصوص نظریہ کا پرچار کرتا تھا۔ ❷

یہ تو ہوا' ساتھ ہی اس موضوع کے تحت ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے جو رائے پیش کی ہے' اسے میں بھی پسند کرتا ہوں' کہ بقول ان کے :''میں تعزیر کے طور پر قتل کئے جانے کو جائز کہتا ہوں' کیونکہ بعض ایسے جرائم جن کے تحت شارع نے حدود و قصاص کی سزائیں تجویز کر رکھی ہیں' اگر ان جرائم میں قتل اور گردن زنی کی سزا کو موقوف کر دیا گیا' تو اس میں شک نہیں کہ ان مقاصد کے یکسر فوت ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے' جن کی بنا پر شارع نے ان سزاؤں کو مقرر کیا ہے' پھر یہ عقل سلیم اور فکر مستقیم کے موافق بھی نہیں ہوگا' جیسے اس قبیل سے وہ جرم ہے جس میں کوئی مسلمان عام مسلمانوں کے مفادات کیخلاف خود مسلمانوں کے لیے جاسوسی کرتا ہے' ظاہر ہے اس جاسوسی کی شکل میں جو جرم رونما ہوگا اور جو خطرہ پیدا ہوگا وہ ان جرائم سے کہیں بڑھا ہوا ہوگا' جن پر حدود و قصاص کی سزا کے طور پر تہہ تیغ کر دینے کی

(گزشتہ سے پیوستہ) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ قتل کا یہ حکم پہلے پہل تھا' پھر بعد میں منسوخ ہو گیا' اس لیے محمد بن اسحاق نے' محمد بن المنکدر سے' انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے' اور حضرت جابر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پھر حضور کے پاس ایک آدمی لایا گیا' جس نے چوتھی بار شراب پی تھی' آپ نے اسے کوڑے مارے' مگر قتل نہیں کیا' نیز ابوداؤد اور ترمذی سے منقول روایت کے مفہوم سے اس کا ثبوت ملتا ہے' جس کو زہری نے قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شرب پی اسے کوڑے مارو' اگر اس نے دوبارہ پی تو اسے دوبارہ پھر مارو' اور تیسری چوتھی بار پھر پیے' تو اس کو قتل کر ڈالو' آخر آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا' تو آپ نے اس کو کوڑے مارے' اور قتل کا حکم برخاست کر دیا اور آپ کی طرف سے رخصت تھی' اصحاب ظواہر کے علاوہ جمہور علما نے اسی نسخ کو اپنایا ہے' نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۵۵' ۱۵۶۔

❶ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۵' ۱۱۶' الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۳۹' ۴۰۔

❷ الطرق الحکمیہ: ص ۱۰۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سزا مقرر ہے' پھر معاشرہ میں ایسے مجرموں کی بھرمار ہے' جن کی رگ رگ میں جرائم پیوست ہوتے ہیں' جنھیں جرم کئے بغیر لطف نہیں آتا' ایسے نابکار افراد ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں' اور بڑی سے بڑی سزا پا کر بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آتے ظاہر ہے ایسے مجرموں کو تہہ تیغ کر کے ان کا قصہ پاک کر دینا ضروری ہے تا کہ معاشرہ کے اندر سے ان کی جڑ کٹ جائے' اور پورا معاشرہ چین کا سانس لے سکے'

منجملہ ان میں بعضے جرائم ایسے بھی ہیں' جن سے ملکی سلامتی اور امن عامہ کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ بعضے جرائم ایسے بھی ہوتے ہیں' جن سے دین اور عقیدہ مجروح ہوتا ہے۔ پھر بھی والی سلطنت کے کل اختیارات بہر حال شرعی حدود کے پابند ہوتے ہیں۔ ❶

۲۔ جلاوطن یا شہر بدر کرنا

جلاوطن یا شہر بدر کرنا ایک مشروع تعزیری سزا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اس کے مطابق سزا خود بھی دی ہے' چنانچہ آپ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے ''زنخوں'' کو مدینہ منورہ سے نکال باہر فرمایا۔ ❷

آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی کیا' مثال کے طور پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ''ضبیع'' کو بصریٰ یا کوفہ جلاوطن کر دیا تھا' اس لیے کہ یہ شخص ''سورۂ ذاریات'' کی بابت لوگوں سے سوالات کیا کرتا تھا' اور قرآن کریم کے دیگر مشکلات پر غور کرنے کا پروپیگنڈہ کرتا تھا۔ ❸

اسی قسم کی ایک روایت مظہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ کی ایک گلی کا گشت کر رہے تھے' یک بیک آپ نے ایک عورت کو بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا!

---

❶ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر: ص ۲۶۳۔

❷ التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۲' التشریع الجنائی الاسلامی: ج ۱ ص ۷۰۰۔

❸ التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى خَمْرٍ فَاَشْرَبُهَا اَمْ هَلْ سَبِيْلٌ اِلٰى نَصْرِبْنِ حَجَّاجِ

کیا کوئی صورت ہے کہ میں شراب پی سکوں؟ یا ایسا کوئی راستہ ہے کہ میں نصر بن حجاج تک پہنچ سکوں؟

صبح ہوئی تو نصر بن حجاج کو آپ کی خدمت میں لایا گیا' آپ نے دیکھا کی یہ شخص نہایت حسین وجمیل ہے اور اس کے بال بڑے خوبصورت ہیں' آپ نے کہا: امیر المؤمنین نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ تمہارے بال کاٹ دیئے جائیں' چنانچہ بال کاٹ دیئے گئے [1] پھر انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا گیا' کیونکہ ان کی ذات سے فتنہ کا ڈر لاحق تھا۔ [2]

اس موقعہ پر کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نصر بن حجاج کی جلاوطنی کا یہ واقعہ بذات خود' تعزیری سزا کے طور پر جلاوطنی کی سزا کے مشروع ہونے کا فائدہ نہیں دے سکتا' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نصر بن حجاج نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نصر بن حجاج کی جلاوطنی کا ذکر جن روایتوں میں ملتا ہے' ان کے اندر یہ مذکور نہیں ہے کہ نصر بن حجاج نے لائق تعزیر کوئی گناہ بھی کیا تھا' ہاں اس کی بعض ارادی اور اختیاری حرکات وسکنات سے فتنہ انگیزی' اور بگاڑ رونما ہونے کا قوی اندیشہ ضرور تھا' مثلاً یہی کہ بات چیت' چال چلن' یا پوشاک میں تصنع کا میلان تھا' یا بتکلف خوبصورت بننے کا طبعیت میں رجحان غالب تھا' یا کسی ایسی قابل اعتراض حرکت کا اندیشہ تھا' جسے بھانپ لینے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مدبر نے حفظ ماتقدم کے طور پر انہیں سرزنش کرنی ضروری سمجھی' اور اسی لیے اسے جلاوطن کر دیا' تاکہ وہ اس سے باز آجائے' اس احتمال کو فرض کر لیا جائے' تو اس جلاوطنی کا نفاذ ''معصیت پر تعزیر'' سے موسوم ہوگا۔ [3]

لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ اس قسم کا مفروضہ یا احتمال کسی دلیل پر قائم نہیں' اس لیے محض اس مفروضہ کو بطور جواب پیش کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۶۸۔ [2] التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۳۔

[3] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۱۵' ۳۱۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اوپر مذکور سوال، جواب یہ ہے کی نصر بن حجاج کی جلاوطنی درحقیقت شرعی سرزنش اور دستوری تنبیہہ تھی، جس کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ کسی معصیت کے مقابلہ میں دی گئی ہو، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی خاص مصلحت کے پیش نظر اس کا نفاذ ہو۔

اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ ''مدینۃ الرسول'' ﷺ کی سماجی اور عوامی زندگی کو شر وفساد سے پاک رکھا جائے، اور عوامی مصالح اور اجتماعی مفاد ہر لحاظ سے بالاتر ہوتا ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شرابی کو تعزیر کے طور پر خیبر کی طرف جلاوطن کیا تھا۔ [1] علاوہ ازیں شہر بدر کر دینا، تعزیری سزا کے طور پر مشروع ہے، اس پر جملہ فقہا کا اتفاق ہے، نیز انہوں نے اس کو تعزیری سزاؤں میں شمار بھی کیا ہے، [2] یہی وجہ ہے کہ مالکیہ نے محلّہ سے ایسے پڑوسیوں کو دور رکھنے کی تائید کی ہے، جو فاسق ہوتے ہیں، اور نیک دل پڑوسیوں کے ناک میں دم کیے ہوتے ہیں۔ [3]

۳۔ توبیخ

توبیخ (پھٹکارنا) از روئے تعزیر ایک سزا ہے، جو زبانی ڈانٹ ڈپٹ، ملامت دھونس، دھمکی دے کر یا، مجرم سے اعراض برت کر یا قاضی کے اسے گھور کر دیکھ لینے سے بھی عمل میں آ جاتی ہے، یا کسی قسم کی غلط تہمت لگائے بغیر برا بھلا کہہ دینے سے بھی اس پر عمل ہو جاتا ہے، یا ذلیل وخوار کر دینے سے بھی اس کا نفاذ ہو جاتا ہے، جیسے یہ کہا جائے کہ ''اے ظالم، ارے سرکش، یا اس کا کان مروڑ دیا جائے'' وغیرہ کیونکہ یہ ایک قسم کی سرزنش ہے اور یہ سزا تمام فقہا کے نزدیک ان لوگوں کو دینا مشروع ہے۔

---

[1] الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۰۔

[2] حاشیہ الرہونی: ج ۸ ص ۱۶۴ تبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۳، الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۳۸، نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۴۱۷، حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۱، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۱۶ حاشیہ دسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۳۱۶۔

[3] حاشیہ عرفۃ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۳۱۶

کتاب حاشیہ عرفۃ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۳۱۶ کی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو فطری اور عادی مجرم نہیں ہوتے بلکہ ان سے جرم کا صدور زیادہ تر لغزش یا کسی ارادے کے بغیر ہوتا ہے' ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ جرم کم خطرناک ہو' لیکن اگر مجرم جرم پر جری ہو' یا جرم بڑا ہو' تو عام طور پر توبیخ کی سزا سود مند نہیں ہوتی۔ ❶

فقہا نے تعزیرات پر مبنی توبیخ کی سزا کی مشروعیت پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے' جس کو امام مسلم ❷ 'امام بخاری' ابوداؤد' ترمذی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ❸ نے نقل کیا ہے کہ ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو برا بھلا کہا' اور اس کی ماں کے ساتھ اسے عار دلائی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تم نے اس کی ماں کے ساتھ عار دلائی' معلوم ہوتا ہے تمہارے اندر جاہلیت کی بُو باس ابھی باقی ہے۔ ❹

اور اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان قدرے رنجش تھی' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو کچھ برا کہہ دیا' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کسی اصحاب کو برا بھلا نہ کہو! اس لیے کہ اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے' تب بھی وہ ان کے ایک مد' بلکہ آدھے مد کے برابر اجر کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ ❺

اور اس حدیث سے بھی جو سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس لایا گیا' اس نے شراب پی رکھی تھی' آپ نے حکم دیا کہ اس کو مارو' راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر کیا تھا' ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے مار رہا تھا' کوئی جوتے سے' اور کوئی کپڑے سے مار رہا تھا' ایک دوسری روایت میں اسی سے سند منقول ہے۔

---

❶ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۴۔ ❷ صحیح مسلم بشرح النووی: ج ۱۱ ص ۱۳۲۔
❸ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی: ج ۱ ص ۳۹۴۔
❹ التعزیر الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۴۔
❺ صحیح مسلم بشرح النووی: ج ۱۶ ص ۹۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اصحاب کو حکم دیا کہ اس کو پھٹکاریں' چنانچہ لوگوں نے اسے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے' کیا تو اللہ سے نہیں ڈرا؟ کیا تجھے خدا کا خوف نہ آیا؟ کیا تجھے رسول اللہ ﷺ سے شرم محسوس نہیں ہوئی ؟ [1] یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ پھٹکار بھی ایک تعزیری سزا ہے۔

اسی قبیل کی ایک روایت وہ ہے' جس کو عمر بن شرید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما [2] سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایسا ہے' جس کو رسوا کرنا' اور سزا دینا میرے لیے حلال ہے' [3] محدثین نے رسوا کرنے کی وضاحت یہ کی ہے کہ مثلاً اسے کہا جائے' اے ظالم! اے سرکش! وغیرہ۔ [4]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک فوج بھیجی' جس کو بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا' جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے تو ریشم اور دیباج کے کپڑے پہنے ہوئے تھے' آپ نے انہیں دیکھا' تو چہرے کا رنگ بدل گیا' اور آپ نے منہ پھیر لیا! انہوں نے عرض کیا! کہ آپ نے ہم سے منہ پھیر لیا؟ آپ نے فرمایا: دوزخیوں کے کپڑوں کو بدن سے اتار دو! لوگوں نے فوراً دیباج اور ریشم جو پہن رکھا تھا' اسے اتار ڈالا!

اس روایت میں ان سے منہ پھیر لینا بھی ان کے لیے ایک تعزیر [5] تھی' اسی طرح مذکورہ احادیث اور اس اثر میں واضح اشارہ ہے کہ پھٹکار ایک تعزیری سزا ہے' اور شارع علیہ السلام نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ ڈانٹ پھٹکار کے ذریعہ تعزیر کی مذکورہ سزا کی مقدار متعین یا محدود نہیں ہے' بلکہ یہ چند مثالیں ہیں۔

---

[1] عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۱۲ ص ۱۷۶' ۱۷۷۔

[2] احمد' نسائی' ابن حبان نے اس کو صحیح کہا' ابن ماجہ اور بیہقی نے اس کی تخریج کی۔

[3] سبل السلام: ج ۳ ص ۱۷۴' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۲۔

[4] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۲ [5] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۲

اہل السنۃ والجماعۃ کی جملہ دینی و علمی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن کو فقہائے کرام [1] نے بیان کیا ہے' اب قاضی کو اختیار ہے کہ وہ جن الفاظ' فقروں اور اشارات سے چاہے مجرم کو پھٹکار کی سزا دے' یہ اوپر مذکور صورتوں سے ملتی جلتی کوئی سزا دے جو جرم سے روکنے کے لیے کافی اور مؤثر سرزنش ثابت ہو' اور زجر و تنبیہ کرنے میں تدریج سے کام لے یعنی مجرم کی حالت اور جرم کے لحاظ سے معمولی تنبیہ سے سخت تنبیہ کی طرف رفتہ رفتہ بڑھے' ابویعلیٰ کہتے ہیں: اگر کوئی بلند مرتبہ کا حامل ہے تو اس سے منہ پھیر لینا اس کے حق میں تعزیر ہوگی' اور جو کم مرتبہ کا ہو' اسے سخت سست کہنا اس کے لیے تعزیر ہوگا' اور انتہائی تعزیر وہ ہے جس میں مجرم کو خفت اور ندامت دلائی جائے' لیکن اس میں تہمت' یا گالی کے الفاظ ہرگز استعمال نہ ہوں۔ [2]

۴۔ ہجر (بائیکاٹ) کی سزا

ہجر یعنی معصیت کے مرتکب کا بائیکاٹ کرنا' اور اس سے ہر قسم کے تعلقات معاملات' یا روابط منقطع کر لینا' [3] اس سزا کی مشروعیت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

﴿ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ ﴾ [۴/النساء:۳۴]

اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو' انہیں نصیحت کرو' اور ان کو بستروں سے جدا کر دو۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ بائیکاٹ کرنا ایک تعزیری سزا ہے' جس کو نافذ کرنا ضرورت اور مصلحت کے تحت جائز ہے' نیز اس کی مشروعیت حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔

چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ان تین آدمیوں کا بائیکاٹ کیا' جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' وہ تین اشخاص: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ مرارہ بن

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۱۔ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۳۶۴۔

[2] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۴' الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۶۳۔

[3] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے پچاس دن اور راتیں اس طرح گذاریں کہ ان سے کوئی بات چیت نہیں کرتا تھا' نہ سلام کلام کرتا تھا' نہ کسی قسم کا میل جول رکھتا تھا' یہ سلسلہ اس وقت تک دراز رہا' جب تک کہ انہوں نے توبہ نہ کر لی' پھر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

[۹/التوبہ:۱۱۸]

''اور ان تینوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا' یہاں تک کہ جب ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں ان پر دوبھر ہوگئیں' اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ کی گرفت سے انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی' مگر یہ کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی' تاکہ وہ توبہ کریں' بلاشبہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے''۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ضبیع بن عسل کا بائیکاٹ کیا' جو لوگوں سے ''ذاریات'' کی بابت سوال کرتا تھا' آپ نے لوگوں کو بھی اس سے قطع تعلق کر لینے کا حکم دیا' اور کہہ دیا' کہ کوئی شخص اس سے بات نہ کرے' تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کر لے۔ [1]

اور جیسا کہ ہم نے پیشتر عرض کیا' بائیکاٹ' سزا کی حیثیت اس وقت اختیار کرے گا' جب بائیکاٹ کرنا عین مصلحت [2] کے مطابق ہوگا' اور مجرم کی حالت دیکھ کر اس کا نفاذ

---

[1] تبصرہ الاحکام لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۲' السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۳' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۵' ۳۶۶' نظریات فی الفقہ الجنائی الاسلامی لبھینی ص ۱۷۳' التشریع الجنائی الاسلامی: ج ۱ ص ۷۰۲۔

[2] السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۳' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوگا' تا کہ مقصد پورا ہو سکے' یعنی مجرم کی مناسب سرزنش اور اس کی اصلاح ہو سکے۔ [1]

یہ تو ہوا' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بائیکاٹ کی سزا اس وقت غیر مؤثر اور نامناسب ہوگی' جب کہ سزا یافتہ کو کہیں اور ایسی سوسائٹی یا معاشرہ دستیاب ہو' جہاں وہ بہ آسانی خود کو ضم کر لیتا ہو' کیونکہ ایک فاسق کو بہت سارے فاسق مل جاتے ہیں جن سے وہ گپ شپ لڑا لیتا ہے' یا ان کے ساتھ اٹھ بیٹھ کر لیتا ہے۔ اس لیے ظاہر ہے ایسی صورت میں اس کو بائیکاٹ کی سزا دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اور یہ جو عہد نبوی اور دور صحابہ میں یہ سزا مؤثر تھی' تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں گناہوں سے روک تھام کا دینی جذبہ زیادہ عام اور فاسقوں کی تعداد نہایت کم تھی' اس زمانے میں جس شخص سے بائیکاٹ کر لیا جاتا' اس کو کوئی شخص پوچھتا بھی نہیں تھا' اس لیے اس دور کی تعزیری سزائیں حد درجہ کارگر اور روک تھام کا باعث ہوا کرتی تھیں' رہا موجودہ زمانہ! تو آج بائیکاٹ اس وقت سودمند ہوگا' جبکہ بائیکاٹ کا حکم دینے والا کوئی بڑے مرتبہ کا حامل اور وجاہت والا آدمی ہو' جس کا اہتمام اور زبردست احساس خود اس شخص کو بھی ہو' جس کا بائیکاٹ کیا گیا' اور وہ اس سے متاثر ہو' اور یہی چیز بیوی سے بائیکاٹ کی صورت میں لازمی طور پر پائی جاتی ہے' کیونکہ بیوی شوہر کا ہر لمحہ آڑ لیتی ہے' اسی لیے بیوی سے بائیکاٹ پہلے بھی ایک تعزیری سزا تھی' اور آج بھی اس کی یہ حیثیت برقرار ہے' قصہ کوتاہ! بائیکاٹ کی سزا کا نفاذ صرف اسی موقعہ اور مقام پر ہوگا' جہاں اس کے ذریعہ جرم کا انسداد' اس کی روک تھام' اور سرزنش خاطر خواہ ہو سکے۔

۵۔ تشہیر کرانا

اس سزا کا مقصد مجرم کے جرم سے لوگوں کو خبردار کرنا ہوتا ہے' اسی لیے تشہیر ان جرائم میں کی جانی چاہئے' جن میں مجرم' معتمد لوگوں کی نظر میں لائق اعتماد سمجھا جاتا ہو' جیسے جھوٹی

---

[1] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گواہی دینا' اور دھوکہ دینا وغیرہ' ❶ اسی لیے ابوبکر خلال نے اپنی اسناد کے ساتھ مکحول سے نقل کیا ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جھوٹی گواہی دینے والے ایک شخص کا چہرہ سیاہ کرادیا' یہ اس کی تشہیر کا ایک سامان تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والے کو اسی وقت موقعہ پر گشت کرایا جائے گا' اس کے معاملہ کی پول کھولی جائے گی' اسے سرزنش کی جائے گی' پھر اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دوسری روایت یہ بھی منقول ہے کہ چہرہ سیاہ نہیں کرایا جائے گا' ❷ جھوٹی گواہی دینے والے کی تشہیر اس طرح بھی کی جاتی تھی' کہ اسے سواری پر الٹا بٹھایا جاتا تھا' ہر دو کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے فریق پر جھوٹا الزام لگا کر در پردہ اس کا چہرہ سیاہ کرنا چاہا تھا' لہٰذا اس کا چہرہ بھی کالا کر دیا جائے گا' دوسرے اس نے الٹ پھیر کر کے بات بدلنی چاہی تھی' اس لیے سواری پر اس کا منہ بھی الٹا کر دیا جائے گا' ❸

اور جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا سراسر تعزیری سزا ہے' اس لیے تشہیر کے ذریعہ یہ سزا اس پر نافذ ہوگی' اور اس کی حیثیت وہی ہوگی' جو کسی تعزیری سزا کی ہوا کرتی ہے' اور تشہیر کا مفہوم بخوبی پایا جا سکے' اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پروپیگنڈے کے جدید ترین وسائل اور ذرائع کو کام میں لایا جائے' جیسے: ریڈیو' اخباری اشتہارات وغیرہ' تاکہ ان کے ذریعہ تشہیر کا بنیادی مقصد پایا جا سکے' ❹

۶۔ نصیحت کے ذریعہ سزا

اسلامی شریعت ❺ میں کسی قصور کے ارتکاب پر ایسا کرنے والے کو وعظ و نصیحت کرنا' ایک معتبر تعزیری سزا ہے' چنانچہ قاضی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ لائق

---

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۵' شرعیۃ الجرائم والعقوبات لخالد فراج: ص ۴۹۶' العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی للہنسی: ص ۱۵۴' التشریع الجنائی الاسلامی: ج ۱ ص ۷۰۴۔

❷ الاحکام السلطانیہ لابی یعلی: ص ۲۰۷۔

❸ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۳' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۴۔

❹ التعزیر فی الشریعۃ والاسلامیہ: ص ۳۷۸' ❺ السیاسۃ الشرعیۃ لابن تیمیہ: ص ۱۱۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعزیر شخص کو سزا کے طور پر صرف وعظ و نصیحت کر دے' بشرطیکہ اس کی نظر میں اصلاح اور جرم سے روک تھام کے لیے نصیحت کافی ہو' قرآن کریم نے وعظ و نصیحت کو سزا کے طور پر پیش کرتے ہوئے کھل کر کہا ہے۔

﴿ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ ﴾ [۴/النساء:۳۴]

''اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں بخوبی سمجھا دو۔ [1]

اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ عورت کی نافرمانی اور سرکشی ایسی معصیت ہے' جس پر کوئی حد یا کفارہ نہیں ہے' البتہ تعزیر ہے' اس لیے نصیحت کرنا اس کے حق میں ایک تعزیری سزا ہوگی۔

ابن عابدین کہتے ہیں: نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ مجرم اگر بھول کر جرم کر رہا ہے تو اس کو یاد دلایا جائے' اگر جاہل ہے تو اس کو سکھایا جائے' یہی نہیں' بلکہ اگر جان بوجھ کر قصور کیا ہو' تو اس کو اس لیے نصیحت کی جائے گی' تاکہ وہ راستی اور درستی کی طرف لوٹ جائے۔ [2]

۷۔ دیگر تعزیری سزائیں

مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ کچھ اور سزائیں ہیں' جن کی جانب فقہا نے اشارہ کیا ہے! جیسے ایک شخص سر کھلا رکھنے کا عادی نہ ہو اس کو ٹوپی اتار دینے کے لیے کہنا مجلس یا بھری محفل میں دونوں پیر پر کھڑے رکھنا۔ طمانچے مارنا' اور جو شخص سر منڈوانا پسند نہ کرے' اس کا سر منڈوا دینا'.....لیکن داڑھی منڈوانا درست نہیں ہے۔ [3]

تعزیر کے طور پر تین دن تک سولی پر زندہ لٹکانا جائز ہے' [4] اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوناب کو ایک پہاڑ پر سولی پر چڑھایا' لیکن سولی پر زندہ چڑھائے رکھنے کی صورت میں اسے کھانے' پینے' اور نماز کے لیے وضو کرنے سے روکا نہیں جائے گا۔ [5]

---

[1] شرعیۃ الجرائم والعقوبات: ص ۴۹۵' التشریع الجنائی الاسلامی: ج ۱ ص ۷۰۲۔

[2] حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۷۵' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۰' العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی لبھنسی: ص ۱۵۴۔

[3] حاشیہ دسوقی: ج ۴ ص ۴۱۶' التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۲' ۲۱۸' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۴۔

[4] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۵۔ [5] التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز امام کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ ان مختلف تعزیری سزاؤں میں سے قصوروار کا لحاظ کرتے ہوئے' جس سزا کو مناسب سمجھے اس کو نافذ کرے' لیکن ترتیب اور تدریج کو بہر صورت ملحوظ رکھے' جس کا ذکر حملہ آور کے دفاع کی مثالوں میں پہلے گذرا' اس لیے اگر اس کی نظر میں ہلکی تعزیر کافی ہو' تو سخت قسم کی تعزیر اختیار نہ کرے۔ [1]

تعزیر کی قسموں کی کوئی حد نہیں

قرافی کہتے ہیں: زمانے اور علاقے کے لحاظ سے تعزیر بھی مختلف ہوتی ہے' چنانچہ ایک ملک کی تعزیر بسا اوقات دوسرے ملک کے لیے توقیر اور عزت افزائی خیال کی جاتی ہے جیسے سر کھلا رکھنا اندلس کے باشندوں کے نزدیک معیوب' یا اہانت کے لائق نہیں' جبکہ مصر و عراق میں یہ فعل اہانت آمیز ہے' [2] اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سابقہ تمام سزائیں اسلام کی کل تعزیری سزائیں ہیں۔ ان کے علاوہ اسلام نے کوئی تعزیری سزا عائد نہیں کی' یہ اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ تعزیرات کی کوئی حد یا ان کا کوئی شمار نہیں ہے۔ بلکہ اس کو والی اور حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے! وہ ان تعزیرات یا ان کے علاوہ جس سزا کو مناسب خیال کرے گا اسکو نافذ کرے گا بالخصوص جس سے اس کی نظر میں جرائم کا انسداد اور تدارک ہو سکے' مجرموں کی اصلاح اور ان کی سرزنش ہو جائے' اسی طرح اس کی نظر میں جو سزا مناسب ہوگی اس کو چھوڑ دیگا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ سزاؤں کے سلسلہ میں اسلامی شریعت کی اساس کو ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ [3]

اور جیسا کہ فقہا خیال کرتے ہیں' تعزیرات کی قسموں کا شمار نہیں ہے' پھر بھی جن اقسام کا انہوں نے ذکر کیا ان کی مثال ''مشتے نمونہ از خروارے'' کی سی ہے' اس لیے تعزیرات کا معاملہ حاکم کی صوابدید اور اس کے اپنے اجتہاد پر مبنی ہوگا' مجرموں کو جرم سے باز رکھنے کے لیے حاکم جو سزا بہتر خیال کرے گا' اسی کو نافذ کر دیگا۔ [4]

---

[1] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۴۱۷۔ [2] التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۲۔ [3] شرعیۃ الجرائم والعقوبات: ص ۴۹۶' التشریع الجنائی الاسلامی: ج ۱ ص ۷۰۴۔ [4] حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۱' ۶۲' کشاف القناع: ج ۶ ص ۱۰۲' اشباہ ونظائر: ص ۱۴۰' تبصرہ: ج ۲ ص ۲۱۲' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۴۱۷' مغنی المحتاج: ج ۴ ص ۱۷۷' شرح المنہج: ج ۴ ص ۱۷۷' مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعزیرات کی دو الگ الگ سزاؤں کو یکجا کرنا

تعزیر کی نوعیت' اور اس کی مقدار کی بابت' شریعت اسلامیہ کی قائم کردہ حدود کے دائرے میں رہ کر امام اجتہاد کرے گا' کیونکہ شرعی طور پر اس سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ یہ معاملہ امام کی رائے اور اس کی صوابدید پر موقوف ہوگا۔ تاکہ وہ مجرموں کے حالات' ان کے مراتب اور ان کے گوناگوں قصور کے لحاظ سے سزاؤں میں فرق کر سکے۔ [1] چنانچہ جس طرح اس کو ایک تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے' اسی طرح ایک اور سزا کا اس پر اضافہ کر سکتا ہے۔ مثلاً جرم اور مجرم کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مارنے کے ساتھ ساتھ قید کی سزا بھی دے سکتا ہے' بالخصوص جبکہ اس کے خیال میں اول الذکر سزا کی مقدار سے تعزیر کی حقیقی غرض پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آتی ہو۔ [2]

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول خدا ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا تھا' کہ وہ شرابی کو ماریں' اس کے بعد آپ نے انہیں اسے پھٹکارنے کے لیے کہا' چنانچہ لوگوں نے اسے بڑھ بڑھ کر کہنا شروع کیا' کیا تجھے اللہ کا ڈر نہیں؟ کیا تیرے دل میں خوف خدا نہیں؟ [3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شرابی کو خیبر [4] جلاوطن کیا اور یہ طے ہے کہ حد جاری کرنے کے بعد آپ نے اس پر مستزاد یہ سزا دی۔ جب حد پر تعزیری سزا کا اضافہ کرنا جائز ہے' تو ایک تعزیری سزا پر اسی کے مثل دوسری تعزیری سزا کا اضافہ کیوں نہ جائز ہوگا!؟

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضبیع کو شہر بدر کرا دیا' کیونکہ وہ سورۂ ذاریات کی بابت لوگوں سے سوالات کیا کرتا تھا۔ ساتھ ہی آپ نے لوگوں کو اس سے بائیکاٹ کا بھی حکم دیا' ایک اور موقعہ پر آپ نے پہلے نصر بن حجاج کے بالوں کو مونڈنے کا حکم فرمایا' پھر انہیں مدینہ [5] سے چلے جانے کے لیے کہا! نیز ابوبکر خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مکحول

---

[1] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۴۔ [2] حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۲' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۱ ص ۲۹۳' تبصرہ لابن فرحون ج ۲ ص ۲۱۶۔ [3] تبصرہ لابن فرحون: ج ۷/ ۲۱۱۔ [4] الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۰۔ [5] تبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۲' ۲۱۳' الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۶۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والے شخص کو چالیس کوڑے مارے جائیں' اس کا چہرہ کالا کر دیا جائے' اور اس کی قید کی مدت بڑھا دی جائے' [1]

مندرجہ بالا تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کی تعزیری طور پر ایک کے ساتھ ساتھ دوسری سزا کا نفاذ جائز ہے اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بیک وقت دو سزاؤں کا نفاذ درست نہ ہوتا' حالانکہ آپ نے دو سزاؤں پر بھی اضافہ کو روا رکھا ہے' اس لیے میری نظر میں یہ اضافہ تعزیرات کی اغراض کے عین مطابق ہے' خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو عادی مجرم ہوتے ہیں' اور بار بار جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں' ایسے افراد کے لیے ایک سزا کارگر نہیں ہوتی! انہیں جرائم کی لت پڑ جاتی ہے' اس لیے ان کے لیے تعزیرات میں اضافہ اور سختی ناگزیر ہے' اور یہ چیز ایک سے زیادہ سزا نافذ کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

مثال کے طور پر قاضی اگر کسی عادی مجرم کو سرزنش کے طور پر بیس کوڑے لگائے تو محض اس سے سرزنش کافی نہیں ہوگی' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وعظ و نصیحت' ڈانٹ پھٹکار' اور قید و بند کی سزا ضروری ہوگی' تاکہ مجرم کو سزا کے دباؤ کا احساس ہو سکے اور وہ دوبارہ جرم کے نتائج سے ڈرے اور جب بھی سزا کی اذیت کا ایک بار اسے احساس ہوگا' دوبارہ جرم کرنے سے ڈرے گا۔

اور اگر سزاؤں میں سے ایک سزا قتل ہو' تو مجرم کو قتل کر دینا کافی ہوگا' جیسا کہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب دو حدیں یکجا ہو جائیں' اور ان میں سے ایک قتل کی حد ہو' تو قتل کر دینا دوسری سزا کو بھی شامل ہوگا' صحابہ کرام میں سے کسی کی بابت یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ انہوں نے اس کی مخالفت کی ہو' یہ اس لیے بھی کہ سزا کی اصل غرض تنبیہ اور سرزنش ہے' اور جب قتل کر دینا طے ہو چکا' تو اس کے ساتھ پھر کسی تنبیہ کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی' اس لیے کہ اب دوسری سزا بے سود ہوگی۔ [2]

---

[1] الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۷۷ [2] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اسلامی فوجداری کا تقابلی مطالعہ: ص ۶۱ مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعزیر میں قاضی کے آزادانہ اختیارات کی حد

فقہا کے نزدیک تعزیر ایسی سزا ہے جو قاضی کی رائے اور اس کی صوابدید پر موقوف ہے' ایک یا ایک سے زائد سزا دینے کا جب بھی موقعہ آئے گا' قاضی کو سوچ کر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ مجرم کی تنبیہہ کے لیے کون کون سی سزا کافی ہوگی' قاضی اس امر کو البتہ ملحوظ رکھے گا کہ سزا میں زیادتی نہ ہو اور ہر حال میں مجرم' جس کے خلاف جرم کیا گیا اس کے حالات' اور زمان و مکان کی رعایت کرنی ہوگی۔ [1]

مالکیہ کے علاوہ دیگر تمام فقہا کے نزدیک راجح یہ ہے کہ قاضی کو سزا کی نوعیت کے بارے میں اختیار ہوگا' لیکن سزا کی مقدار کے بارے میں اسے کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قاضی کو جو اختیار میسر ہے اس کی رو سے وہ یہ دیکھے گا کہ کون سے جرم پر کس قسم کی سزا مناسب ہوگی' لیکن مقدار کے بارے میں وہ پابند ہوگا۔ مثال کے طور پر جب قاضی مارنے کی سزا کا انتخاب کریگا' تو وہ مار کی انتہائی حد اور مقدار کا پابند ہوگا' اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا' رہی مار کی یہ حد تو اس کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے' اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مار کی کم سے کم حد کا پابند ہوگا' اس سے نیچے نہیں جا سکے گا۔ [2]

اور اگر اس نے تعزیر کے طور پر جلاوطنی کی سزا دینی چاہی' تو جلاوطنی کی انتہائی حد کی پابندی اسے کرنی ہوگی' اور اس سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہوگی' چنانچہ کسی آدمی کو ایک سال کی جلاوطنی کی سزا دینا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا' بلکہ ایک سال سے کم ہی جلاوطن کرے گا' خواہ ایک ہی دن کم کیوں نہ ہو۔ [3]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ قاضی کو سپرد کیا گیا یہ اختیار نوعیت اور

---

[1] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۹۲' السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۲' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۴' حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۰' ۶۲' التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۱۔

[2] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۹۲ حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۰' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۴' ۱۷۵' مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۲۲۳' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۳۔

[3] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۴' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۹۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقدار دونوں کو ایک ساتھ شامل ہوگا' چنانچہ یہ امر قاضی کے صوابدید پر ہے کہ وہ زیر سماعت مقدمہ میں جرم کے لحاظ سے سزا کی مناسب نوعیت اور مقدار کا' آپ اندازہ کرے اور اگر اس کی نظر میں مار کی کوئی مقدار جرم کے تدارک اور مجرم کی سرزنش کے لیے کافی ہو' تو اس کا فیصلہ سنا دے' اور وہ سزا نافذ کر دے' خواہ یہ مقدار پیشتر سے شارع کی مقررہ مقدار کے علاوہ کیوں نہ ہو! اسی طرح اگر وہ ضرورت سمجھے تو جلا وطنی کی تعزیر کی مدت ایک سال سے زائد بھی کر سکتا ہے۔ [1]

تعزیر کا حد کی اکثر مقدار سے بڑھ جانا

احناف :۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعزیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار انتالیس کوڑے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِیْ غَیْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِیْنَ.)

''جو شخص غیر حدود میں حد کے برابر سزا دے' وہ خود حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔''

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ غلام کے لیے تعزیر کی اکثر حد 39 کوڑے ہیں اور آزاد کے لیے 75 کوڑے ہیں' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دوسری روایت یہ منقول ہے کہ تعزیر کی ہر جنس کو اس کی قریبی جنس کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر کسی عورت کو چھونا' یا بوسہ لینا حد زنا سے قریب ہوگا' اور شادی یا غیر شادی شدہ پر زنا کے علاوہ کی تہمت دھرنا حد قذف سے قریب ہوگا۔ اس طرح گویا ایک نوعیت کے معاملہ کو اسی کی نوعیت کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

تعزیر کی کم سے کم مقدار تین کوڑے ہیں' کیونکہ دو' ایک' کوڑے سے سرزنش اور تنبیہ نہیں ہوتی' لیکن یہ حکم بھی یکساں نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسے اشخاص میں فرق ہوتا ہے' ان کے لحاظ سے حکم بھی مختلف ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ایسی کوئی مقدار متعین کرنا بے

---

[1] تعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۳۹۳' التعزیر فی الاسلام ص ۲۷۴' ۲۷۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی گئی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سود ہے۔ جس کے علاوہ مقدار سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہو۔ لہٰذا یہ امر بھی قاضی کی رائے پر موقوف ہوگا' اس کی نظر میں جس قدر مقدار مصلحت کے لحاظ سے موزوں ہوگی' اس کو نافذ کرے گا۔ اگر اس کی نظر میں ایک کوڑا سرزنش کافی ہوگی تو وہ اسی پر اکتفا کرے گا۔ ❶

شافعیہ

اگر تعزیر کے طور پر کوڑا لگانا طے ہوا تو حد کی سب سے کم مقدار سے بھی کم کوڑے لگانا واجب ہوگا' چنانچہ غلام کو بیس کوڑے سے کم کی سزا دے گا' اور جلاوطن کرنا چاہے گا تو چھ ماہ سے کم جلاوطنی کی سزا دے گا' اور اگر مجرم آزاد ہے تو اسے چالیس کوڑے سے کم لگائے گا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ہر قصور کو اس کے لائق کسی ایسے جرم پر قیاس کیا جائے گا' جس پر حد جاری ہوتی ہو۔

چنانچہ مقدمات زنا (بوسہ لینا' اور چھونا) کی تعزیر حد زنا سے کم تر ہوگی' لیکن حد قذف سے زیادہ ہو سکتی ہے اور گالی گلوچ کی تعزیر حد قذف سے گھٹ جائے گی' لیکن شراب پینے کی سزا سے بڑھ جائے گی۔ ❷

حنابلہ

کوڑے کی تعزیر میں دس سے زائد کوڑے نہیں مارے جائیں گے' سوائے اس صورت کے کہ رمضان میں کسی نے نشہ آور چیز کا استعمال کر لیا ہو' یا بیوی نے اپنے شوہر کے لیے اپنی لونڈی کو مباح کر دیا ہو' اس کی دلیل حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ۔

((لَا يُجْلَدُ اَحَدٌ فَوْقَ عَشْرَةِ اَسْوَاطٍ إِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِاللّٰهِ)) ❸

اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ سزاؤں کے علاوہ (کسی جرم میں) کسی کو دس کوڑے سے زائد نہ لگائے جائیں۔

---

❶ حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۰۔ ❷ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۵۔
❸ بخاری و مسلم۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ دس کوڑے کی تعزیر میں بھی کمی کر دے' اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے تعزیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر فرمائی ہے۔ لیکن کم سے کم مقدار متعین نہیں کی ہے' اس لیے یہ قضیہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہوگا۔ [1]

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تعزیر کرنے میں حاکم شریعت کی کم سے کم مقررہ حد کو نہ پہنچے' چنانچہ غلام کو انیس کوڑے سے زائد اور آزاد کو انتالیس کوڑے سے زائد نہ مارے۔

اور اس کا بھی احتمال ہے کہ جرم کی کم سے کم حد اسی نوعیت کی مشروع حد کو نہ پہنچے' لیکن غیر جنس کی حد سے بڑھ سکتی ہے' چنانچہ اگر تعزیر کا سبب وطی ہو' تو سو سے ایک کم کوڑے لگانے کی اجازت ہے' تاکہ یہ سزا حد زنا سے کم ہو' اور اگر سزا کا سبب وطی کے علاوہ ہو تو اسے حد سے کم مقدار میں کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔

اس لیے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کی بابت نقل ہے جس نے اپنی بیوی کی اجازت سے اس کی باندی سے ہمبستری کی کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں گے' اور یہ بطور تعزیر تھا' اس لیے کہ شادی شدہ زنا کے حق میں زنا کار کی سزا ایک ہی ہے' یعنی سنگسار کرنا۔ (نہ کہ کوڑے مارنا)

البتہ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' کہ دو آدمیوں کی مشترکہ لونڈی سے ان میں سے کسی ایک نے اگر وطی کر لی' تو اسے حد کے کوڑوں سے ایک کوڑا کم لگایا جائے گا۔ اثرم نے اس کو روایت کیا' اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ [2]

مالکیہ

مالکیہ کہتے ہیں کہ تعزیری سزا کی حد بندی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بلکہ اس کا تمام تر مدار امام کی رائے پر موقوف ہوگا۔ اس لیے کہ ان سزاؤں کا حقیقی مقصد سرزنش اور

---

[1] مطالب اولی النہیٰ فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۲۲۳' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۷' ۳۴۸۔

[2] کتاب المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۷

کتاب المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۷ کی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تنبیہہ کرنا ہوتا ہے' لہٰذا امام اپنی رائے کے مطابق جس طرح چاہے تنبیہہ کر سکتا ہے' اس کا ثبوت اس روایت سے ہوتا ہے' معن بن زائدہ بیت المال کی نقش والی مہر کے عین مطابق ایک مہر بنائی' پھر بیت المال کے نگراں کے پس آئے' اور اسی مہر کے ذریعہ کچھ مال بیت المال سے نکلوایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا' تو آپ نے معن کو سو کوڑے لگوائے' اور قید کرا دیا' پھر آپ نے اس کی بابت گفتگو کی اور مزید سو کوڑے اسے لگوائے پھر دوبارہ بات چیت کی' اور اسے بارہ سو کوڑے لگوائے' اور اسے جلاوطن کرا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دلیل ہے کہ اس سزا کی کوئی حد مقرر نہیں ہے' بلکہ اس کا مدار امام کی رائے پر موقوف ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی کسی نے مخالفت نہیں کی جس سے اجماع ثابت ہوتا ہے۔

اور رہی وہ روایت جس میں ارشاد ہے کہ:

((لَا يُجْلَدُ اَحَدٌ فَوْقَ عَشْرَةِ اَسْوَاطٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِاللّٰهِ)) [1]

اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ سزاؤں کے علاوہ (کسی جرم میں) کسی کو دس کوڑے سے زائد نہ لگائے جائیں۔

تو اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک مخصوص تھا' کیونکہ ان دنوں سزا کی اس قدر مقدار ہی کسی مجرم کے لیے کافی ہوتی تھی۔ [2]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''فی حد'' کی تاویل ''حق من حقوق اللہ'' سے کی گئی ہے' یعنی اللہ کے قائم کردہ حقوق میں کوتاہی پر' خواہ وہ معصیتیں نہ ہوں جن پر حدیں مقرر ہیں' اس لیے کہ آخر معصیتیں بھی ساری کی ساری اللہ کی حدود میں داخل ہیں' اور مشہور مذہب یہ ہے کہ مقررہ حد سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے شخص کو چار سو کوڑے لگوائے جو ایک بچہ کے ساتھ اس حال میں پایا گیا تھا کہ اسے برہنہ کر کے اسے اپنے سینے سے چمٹائے ہوئے تھا' کوڑے کھا کر اس کا بدن پھول گیا' اور وہ مر گیا' لیکن امام

---

[1] بخاری و مسلم۔ [2] التبصرہ لابن فرحون: ج ۱۰ ص ۲۱۴' ۲۱۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صاحب موصوف نے اس مقدار کو کچھ زیادہ نہیں سمجھا۔ [1]

اور احناف اس بارے میں مالکیہ کی موافقت کرتے ہیں' کہ امام مقررہ حد پر اضافہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے نزدیک اس کے اندر مصلحت مضمر ہو' [2] اوپر مذکور معن بن رائدہ کی بابت روایت (جس میں اس شخص کو تین سو کوڑے مارے گئے) اس پر یہ بحث اٹھائی گئی ہے کہ زیادتی سزا کا احتمال یہ ہے کہ اس نے گناہ بھی مختلف کئے تھے' اس لیے تمام گناہوں کے مطابق آپ نے سزا بھی اسی حساب سے دی' یا اس جرم میں شخص مذکور کئی بار پکڑا گیا یا ایک سے زائد گناہ کا ارتکاب اس نے اس طرح کیا کہ اس نے جعلسازی کی' دوسرے بیت المال سے ناحق مال حاصل کیا' تیسرے اپنی اس حرکت سے اس نے دوسروں کے لیے مکر و فریب کا ایک دروازہ کھول دیا۔ [3]

مالکیہ کی طرف سے پیش کئے گئے مختلف دلائل کی روشنی میں ان کے اس قول کو میں بھی ترجیح دیتا ہوں' کیونکہ انہوں نے ایک سے زائد دلیلیں دی ہیں۔ اس کے علاوہ ترجیح کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جرائم' جرم کرنے والوں اور زمان و مکان کے بدلنے سے تعزیرات میں تبدیلی ہوا کرتی ہے۔

پھر بعض جرائم ان جرائم سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں' جن پر کوڑے کی سزائیں حد کے طور پر مقرر ہوتی ہیں اور بعض مجرم بھی اس حد تک خطرناک ہوتے ہیں کہ کوڑوں کی سزا پا کر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے' اس لیے مناسب یہی ہوا کہ تعزیر میں کوڑوں کی سزا کا شمار حاکم کے صوابدید پر چھوڑ دیا جائے' [4] قاضی اس کا فیصلہ نہ کرے حاکم اگر حدود سے زیادہ کی تعزیر میں مصلحت سمجھے تو میری رائے میں اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے' خصوصاً ہمارے اس زمانے میں ایسا ہونا چاہئے' اس لیے کہ آج جرائم کثرت سے عام ہیں'

---

[1] المنتصر لابن فرحون: ج ۱۰ ص ۲۱۴' ۲۱۵۔

[2] حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۶۲' ۶۳۔

[3] المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۸۔

[4] کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی ریاست: ص ۲۷۹

کتابیں فری شیئر کی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور صورتحال انتہائی گھمبیر اور پیچیدہ ہو چکی ہے' اور جرائم پیشہ طبقہ نے جرم کے لیے نت نئی راہیں ڈھونڈ نکالی ہیں۔ اس لیے صورت حال کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے انسداد کے لیے ایسی کڑی سزاؤں کا نفاذ ضروری ہے' جو کہیں زیادہ دردناک اور تلخ ہوں' اور ایسی سزاؤں کا شمار مہلک ترین سزاؤں میں ہوگا' جو ''حد'' سے بھی زیادہ کڑی اور سخت ہوں' خصوصاً اس لیے کہ جرائم پر ڈانٹ پھٹکار اور سرزنش کی مصلحت اس سے حاصل ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ از روئے سیاست و مصلحت فقہا نے بطور تعزیر قتل کرنے اور اس سے کم درجہ پر کوڑے مارنے کی سزا کی اجازت دی ہے' خواہ کوڑوں کی یہ تعداد مقررہ ''حد'' سے زائد کیوں نہ ہو جائے اس لیے مذکورہ تعزیر کی تعیین بھی حاکم کی انتظامی اور مصلحت پر مبنی صوابدید پر چھوڑ دی جائے گی۔

کیا تعزیر کا اختیار والی کو ہے یا قاضی کو؟

حاکم کو عمومی' اور قاضی کو خصوصی اختیار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض تعزیرات کے نفاذ کا اختیار تمام تر والی اور حاکم کو ہوتا ہے' قاضی کو اس کا چنداں اختیار نہیں ہوتا' منجملہ ان تعزیرات کے چند پہلو یہ ہیں۔

① تہمت کے سلسلہ میں تہمت لگانے والے کو قید کرنا امیر کا کام ہے' تاکہ حقیقت کھلے' اور صفائی ہو سکے۔ [1]

② تہمت لگانے والے کو حاکم بطور تعزیر سزا دے سکتا ہے' لیکن قاضی کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ [2]

③ جو شخص بار بار جرائم کا ارتکاب کرے اور حد اس کے حق میں کارگر نہ ہو' لوگ اس کے جرائم سے حیران پریشان ہوں' تو ایسے شخص کو حاکم حبس دوام کی سزا دے سکتا ہے تاوقتیکہ وہ مر نہ جائے' یا توبہ نہ کر لے' اور عاجزی کی صورت میں قید کی پوری مدت تک اس کے کھانے پینے کا انتظام بیت المال کے ذمہ ہوگا' تاکہ اس کی مضرتوں سے حفاظت ہو سکے'

---

[1] الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۴۲۔ [2] ایضاً: ص ۲۴۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن قاضی کو اس قسم کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔ ❶

④ امیر اور حاکم کو اس کی اجازت ہے کہ تہمت لگانے والے کو قسم دلائے' تاکہ اس کی پوزیشن صاف ہو سکے' تہمت کے معاملہ میں حقیقت آشکارا کرنے کے لیے مزید کچھ دباؤ پڑ سکے' کیونکہ اس کا تعلق اللہ اور بندے دونوں کے حقوق سے ہے' لیکن قاضی کے لیے حق کے علاوہ کسی اور صورت میں قسم دلانے کا اختیار نہیں ہے۔ ❷

مذکورہ تمام صورتیں جرم ثابت ہونے سے پیشتر کی ہیں' کیونکہ امیر اور حاکم کی ذمہ داری سیاست اور تدبیر پر مبنی ہوتی ہے۔ جبکہ قاضی احکام اور مسائل کا پابند ہوتا ہے۔ ❸

رہا جرائم ثابت ہو جانے کے بعد تو قاضی اور حاکم ❹ کا اختیار قطعی یکساں ہو جاتا ہے اور جس طرح ان میں سے ایک فیصلہ درست ہو جانے کے بعد مجرم پر سزا کو جاری کر سکتا ہے' دوسرا بھی اسی طرح کا اجراء کر سکتا ہے۔ اور جو بات موت تک قید کرنے کے بارے میں کہی گئی' ممکن ہے از روئے سیاست قتل کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکے' کیونکہ قتل کی سزا اس شخص پر نافذ کی جاتی ہے' جو بار بار جرائم کرتا ہے' اور مقررہ حد کی سزا سے اس کی گوشمالی نہیں ہوتی' جیسا کہ بعضوں نے یہی کہا ہے' لیکن یہ اختیار صرف حاکم کو ہے' قاضی کو اس کا اختیار نہیں ہوگا' کہ تہمت کی حالت میں وہ ایسی سزا نافذ کرے' بالخصوص جبکہ بعض مجرموں کے شر سے عام لوگوں کو محفوظ رکھنا مقصود ہو۔ اور از روئے سیاست سزائیں دینے کا اختیار صرف امام اور حاکم کے لیے اس بنا پر مخصوص ہے کہ یہ ان عمومی اور عوامی امور سے ہے جن پر حکومت کے امن اور سلامتی کا انحصار ہوتا ہے' اقتدار کا استحکام' مملکت اسلامیہ کو فتنہ و فساد سے پاک کرنا اور ایک کلمہ پر تمام لوگوں کو اکٹھا کرنا اسی پر موقوف ہے۔ اور ان امور کی نگرانی اور تحفظ امرا اور حکام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ قاضیوں کا یہ کام نہیں' جو عموماً انفرادی

---

❶ الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۴۲' مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۲۲۴' کشاف القناع: ج ۶ ص ۱۲۶' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۵' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۹۳۔

❷ الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۴۳۔

❸ کتاب الاحکام السلطانیہ: ص ۲۴۲' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۹۳ ❹ ایضاً (قدسب تصرف بڑا محظ ہے) مرکز

کتاب و سنت کی روشنی میں اردو اسلامی لائبریری

www.KitaboSunnat.com

جھگڑے اور افراد کی باہمی زیادتیوں کے سد باب پر مامور ہوتے ہیں۔ [1]

تعزیر کو معاف کرنے کی مشروعیت

حنابلہ کی رائے

اگر امام کی رائے میں معاف کرنا مناسب ہو تو معافی کی اجازت اسی تعزیر میں ہوگی' جس کا وجوب کسی نص یا صراحت کے ساتھ منصوص نہ ہو اور معافی اسی وقت دی جائے گی' جب کہ مجرم توبہ کے لیے آئے' کوتاہی کا اعتراف کرے' نادم ہو اور گناہوں سے یکسر باز آنے کا اقرار کرے۔ [2]

احناف کی رائے

اگر تعزیر کی بابت کوئی نص وارد نہ ہو اور..... خواہش نفسانی سے بالاتر ہو کر امام یہ خیال کرے کہ تعزیر کے بغیر بھی مجرم کی تنبیہہ ہو سکتی ہے' تو اب تعزیر کا نافذ کرنا واجب نہیں ہو گا بلکہ اس کو معاف کر دینے کی اجازت ہوگی۔ [3]

مالکیہ کی رائے

اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حق کے تحت تعزیری سزا دی جا رہی ہو تو اس کو معاف کر دینا جائز ہے' اور اگر کسی انسان کی حق تلفی نہ ہو رہی ہو' لیکن تنہا حکومت کا حق مجروح ہو رہا ہو' تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ سزا دینے یا معاف کر دینے میں جو زیادہ مناسب خیال کرے اسی کو اختیار کرے۔ [4]

شافعیہ کا مسلک

اگر اللہ کے کسی حق کے تحت تعزیر کے طور پر سزا دی جا رہی ہو' اور امام معاف کر دینے میں مصلحت [5] سمجھے تو اسے معاف کر دینے کی اجازت ہے۔

---

[1] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۹۳۔ [2] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۴' مطالب اولی النہیٰ فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۲۲۴۔

[3] فتح القدیر: ج ۴ ص ۲۱۲' ۲۱۳' شرح الکنز از محمود عینی: ج ۱ ص ۲۹۱۔

[4] تبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۷۔ [5] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن فقہا کی نظر میں تعزیر کو معاف کرنا مشروع ہے' ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

① رسول خدا ﷺ سے روایت کی گئی' کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا' اور کہنے لگا' ایک عورت سے میری ملاقات ہوئی' میں نے اس سے صحبت نہیں کی لیکن اس سے آلودہ ضرور ہوا' آپ نے پوچھا' کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کیا' ہاں! آپ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی۔

﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ [۱۱/ ہود:۱۱۴]

''یقیناً نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔''

استدلال کی وجہ

یہ شخص عورت سے جس طرح آلودہ ہوا۔ وہ ایک معصیت تھی' اس پر تعزیر واجب تھی کیونکہ وہ شخص توبہ کی غرض سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا' جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ازخود آپ کے پاس آیا' اور آپ نے اس کے قصور کو معاف کر دیا' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ کر لینے اور حالت درست کر لینے کے بعد تعزیر کا معاف ہونا مشروع ہے۔

② رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا۔

((اِقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ.))

''ان کے محاسن اور خوبیوں کو قبول کرو اور ان کی خرابیوں کو درگزر کرو۔''

③ جب رسول اللہ ﷺ نے ثالث بن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تو ایک شخص نے آپ سے یہ کہہ دیا کہ: آخر وہ آپ کی پھوپھی کا ہی بیٹا ہے! حضور ﷺ کو اس کی بات پر غصہ آیا' لیکن اس جملہ پر از روئے تعزیر آپ نے کوئی سزا نہیں دی' ایک اور شخص نے آپ سے کہا: ''یہ ایسی تقسیم ہے جس سے اللہ کی خوشنودی نہیں چاہی گئی!'' آپ نے تعزیر کے طور پر اس شخص سے بھی کچھ نہیں کہا.....! [1]

③ ان فقہا نے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جس کو احمد' ابوداؤد'

[1] فتح القدیر کی روشنی میں مغنی ابن قدامہ جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۳۴۳

کتاب و سنت کی روشنی میں اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نسائی' اور بیہقی نے نقل کیا ہے کہ:

((أَقِيلُوا ذَوِي الهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الحُدُودَ))

معززین کی لغزشوں کو درگذر کردو' لیکن حدوں کو معاف نہ کرو۔ ❶

اوپر مذکور احادیث میں تعزیر کے معاف ہونے کی واضح دلیل موجود ہے' بشرطیکہ امام معاف کرنا مناسب سمجھے لیکن معافی انہیں دی جائے گی' جن سے لغزش اور غلطی نادانستہ اور اچانک سرزد ہو' دوسرے وہ پردہ دار اور عفت شعار ہوں' جو یہ سمجھتے ہوں کہ امام کا سزا معاف کر دینا ان کے توبہ کا سبب ہوگا' یا خود امام انھیں معاف کر دینے میں مصلحت سمجھے۔ ❷

تعزیر معاف کرنا کب درست نہیں

حسب ذیل صورتوں میں حنابلہ' احناف' اور مالکیہ کے نزدیک تعزیرات معاف کرنا درست نہیں۔

(الف) جس پر نص صریح سے تعزیر وارد ہو' اس کا معاف کرنا صحیح نہیں ہے۔ جیسے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہمبستری کر لی ❸ اس کی دلیل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے وہ روایت ہے جس کو حبیب بن سالم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ''عبدالرحمٰن بن حنین'' نامی ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کر لی' اس کا یہ معاملہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا' جو کوفہ کے گورنر تھے' انہوں نے کہا: میں تمہارے متعلق وہی فیصلہ کروں گا' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا' (وہ یہ کہ) اگر اس کی بیوی نے اس آدمی کے لیے (اپنی لونڈی سے صحبت کرنا) حلال کیا تھا' تو میں اس آدمی کو سو درے ماروں گا..... (تحقیق کی گئی تو) پتہ چلا کہ اس کی بیوی نے اس آدمی کے لیے لونڈی سے ہمبستری کو حلال کر دیا تھا'

---

❶ سبل السلام: ج۴ ص۴۹۔ ❷ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص۴۲۳۔

❸ مطالب اولی النہیٰ فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج۶ ص۲۲۴' المغنی والشرح الکبیر: ج۱۰ ص۳۴۹ الکافی: ج۳ ص۲۴۳ فتح القدیر: ج۴ ص۲۱۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے سودرے لگوائے۔ ❶

استدلال کی وجہ

سوکوڑے کی یہ سزا یہاں بطور تعزیر ہوئی' کیونکہ اگر تعزیر نہ ہوتی تو اس شخص پر رجم کرنا واجب آتا' پھر اس تعزیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے' اور جس چیز کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہو اس کا معاف کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح مشترکہ باندی سے صحبت کی تو اس پر بھی تعزیر آئے گی ❷ جیسا کہ حضرت سعید بن مسیب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''جو باندی دو آدمیوں کی مشترکہ ہو اور ان میں سے ایک اس سے ہمبستری کر لے' تو اسے حد کی مقدار سے ایک کوڑا کم کی سزا دی جائے گی ❸ اور جس جرم کی جو سزا مقرر ہو' اس کا معاف کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن شافعیہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ جس جرم پر سزا مشروع ہو' لیکن واجب ❹ نہ ہو اس کو معاف کر دینا جائز ہے' جیسے اپنی بیوی کی لونڈی' یا مشترکہ باندی سے ہمبستری کر لینا وغیرہ' انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جس میں درج ہے کہ ایک شخص ایک عورت سے ملوث ہوا۔ لیکن اس سے صحبت نہیں کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا' کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اس پر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاتِ﴾ [۱۱/ ہود:۱۱۴]

''یقیناً نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں''

نیز انصار کے بارے میں آپ نے فرمایا: ان کے محاسن اور خوبیوں کو قبول کرو اور ان کی خرابیوں کو درگذر کر دو!

---

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۳۔

❷ مطالب اولی النہیٰ فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۲۲۴' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۹' الکافی: ج ۳ ص ۲۴۳' فتح القدیر: ج ۴ ص ۲۱۲۔ ❸ الکافی: ج ۳ ص ۲۴۲۔

❹ المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۸' فتح القدیر لابن ہمام: ج ۴ ص ۲۱۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کھیت کی سیرابی کے بارے میں جھگڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثالث بن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا' تو ایک شخص نے کہا تھا'' آخر وہ آپ ہی کی پھوپھی کا بیٹا ہے'' اس پر حضور رضی اللہ عنہ ناراض تو ہوئے لیکن آپ نے اسے کوئی سزا نہیں دی' اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی فرمایا:''معززین کی لغزشوں کو درگزر کرو' لیکن حدوں کو معاف نہ کرو''۔ ❶

سابقہ روایتیں عام ہیں' لہٰذا ان کی اس عمومیت کی وجہ سے تعزیر مطلقا معاف ہونے کی وضاحت ان کے اندر موجود ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب

① وہ حدیث ندامت اور توبہ پر محمول کی جائے گی' جس میں ایک مرد کے ایک عورت کے ساتھ ملوث ہونے کا ذکر ہے' کیونکہ وہ شخص اس حادثہ کی خبر دینے کے لیے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا' تاکہ اپنی کیے کی اس کو سزا مل جائے' اور اس طرح اسے توبہ نصیب ہو جائے۔

② رہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ والی روایت! تو اس میں تعزیر اس لیے ساقط ہوئی کہ اس کی ضرورت ایک بندے (خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق کے طور پر لاحق ہوئی تھی' اور بندے کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اپنا حق معاف کر دے۔ ❷

③ رہیں (معززین اور انصار سے متعلقہ) باقی ماندہ روایتیں تو وہ بصراحت انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں' جن کے بارے میں نص وارد ہے' یعنی انصار کے ساتھ' اور معززین کے ساتھ انہیں خاص کر دیا گیا ہے۔

(ب) .....اسی طرح ان تعزیرات کو معاف کرنا بھی درست نہیں ہے' جن کی بابت ہر چند کہ نص وارد نہیں ہے' لیکن امام کی رائے یہ ہے کہ تعزیر کی سزا دینے کے اندر

---

❶ فتح القدیر: ج ۴ ص ۲۱۲' ۲۱۳ المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۲۴۸' ۲۴۹۔

❷ فتح القدیر: ج ۴ ص ۲۱۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصلحت مضمر ہے' یا اسے یقین ہے کہ سزا کے بغیر وہ آدمی راہ راست پر نہیں آئے گا' لہٰذا ایسی صورت میں تعزیر واجب ہوگی کیونکہ جس طرح اللہ کے حق کو توڑنے پر شرعی حد آتی ہے اسی طرح اس کے حق کو توڑنے پر تعزیر بھی مشروع تنبیہہ کا کام دیتی ہے۔ ❶

(ج).....لیکن کسی آدمی کے حق کے طور پر ثابت شدہ تعزیر کو معاف کرنا جائز نہیں ہے' جبکہ وہ اپنے حق کا طالب ہے' لہٰذا اس کے مطالبہ پر تعزیر لازم ہوگی' اور اس کو معاف کر دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ❷

اس بارے میں شوافع' حنابلہ' احناف' اور مالکیہ سے اتفاق کرتے ہیں۔ ❸

باب اول رشوت کی حقیقت

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل	رشوت کی تعریف' اور اس کی بنیادوں کا بیان۔
دوسری فصل	رشوت کی قسمیں' اس فصل میں چار مطالب درج ہیں۔
پہلا مطلب	حق کو باطل کرنے' یا باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت کا لین دین۔
دوسرا مطلب	کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے رشوت دینا۔
تیسرا مطلب	ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا۔
چوتھا مطلب	کسی منصب یا ملازمت حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا۔
تیسری فصل	جرم رشوت سے متعلقہ امور' اس فصل میں تین مطالب درج ہیں۔

---

❶ المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۹' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۲ ص ۱۲۴' فتح القدیر: ج ۲ ص ۲۱۲' مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی: ص ۲۲۴۔

❷ مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۲۲۴' فتح القدیر: ج ۴ ص ۲۱۲' التبصرہ لابن فرحون: ج ۲ ص ۲۱۷' کتاب الاستشراف لما یوجب حد الحرابۃ: ص ۲۱۲

❸ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۷ ص ۴۱۷

کتاب اور سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلا مطلب ہدیہ کا بیان' اس کی تعریف' ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے۔

دوسرا مطلب رشوت لینے والے کا کام یا اس کی خدمت کر دینا' یا اس کو نفع پہنچا دینا۔

تیسرا مطلب رسوخ کی وجہ سے ثالث بننا اور دخل اندازی کرنا۔

فصل اول

رشوت کی تعریف اور اس کے بنیادی ارکان کا بیان

لغوی تعریف

''رِشَا'' یعنی ڈول کی رسی' بقول بعض ''رِشَا'' رسی کو بھی کہتے ہیں' چنانچہ کہتے ہیں' اَرْشَیْتُ الدَّلْوَ : ڈول میں رسی لگائی.....اصمعی کہتے ہیں:۔ جب حنظل کی بیلیں پھیل جاتی ہیں' تو کہتے ہیں: ''اَرْشَتْ'' یعنی بیلیں پھیل کر لمبی لمبی ٹہنیوں والی ہو گئیں' جیسے رسی ہو جاتی ہے' یوں ہی کہا جاتا ہے۔ ''اِسْتَرْشٰی مَافِی الضَّرْعِ '' یعنی تھن سے سارا دودھ نکالا' اور اس میں جو کچھ تھا' اس کو حاصل کر لیا۔

''ابن الاعرابی'' نے کہا: أَرْشَی الرَّجُلُ ' یعنی اونٹنی کے بچے کی سرین کو کھجلایا تا کہ وہ تیز دوڑے' اونٹنی کے بچہ کو ''رِشِیٌّ '' بھی کہا جاتا ہے۔

''لیث'' نے کہا: رَشْوٌ یعنی رشوت کا فعل' اور مُرَاشَاۃ یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنا اور فیصلہ میں انصاف سے ہٹ کر مائل ہونا۔

منذری نے ابوالعباس سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رِشْوَۃٌ کا لفظ رَشَا الْفَرْخُ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب چوزہ گردن بڑھا کر اپنا سر ماں کی طرف لے جاتا ہے تا کہ وہ اس کو چوگا دے۔

رُشوۃ راء کے ضمہ اور کسرے کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے' جیسے رَشَاہُ رِشْوَۃً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کو رشوت دی۔ اِرْتَشٰی مِنْہُ رِشْوَۃً ' جب کوئی شخص رشوت لے' اس کی جمع رُشًا آتی ہے۔ ❶

رِشْوَۃٌ کا ہم معنی لفظ بِرْطِیْلٌ ہے ❷ (بمعنی رشوت اور) ایک سخت گول لمبا پتھر جو بولنے والے کے منہ میں اس لیے ڈال دیا جاتا ہے۔ تاکہ بات کرنے اور بولنے سے اس کو روک رکھے۔ ❸

اور ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے' اَلْبَرَاطِیْلُ تَنْصُرُ الْاَ بَاطِیْلَ ❹ یعنی رشوت باطل کاموں کے لیے مدد و معاون ہوا کرتی ہے۔

اصطلاحی تعریف

① بقول بعض:۔ رشوت (ہر وہ مال ہے جو بشرط اعانت خرچ کیا جائے) ❺ یعنی ہر وہ مال جو کسی کام میں کسی شخص کی مدد حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کیا جائے' اس تعریف سے ''ہدیہ'' آپ سے آپ نکل جاتا ہے' کیونکہ یہ اعانت کی شرط کے ساتھ نہیں دیا جاتا۔ لیکن یہ تعریف غیر رشوت کو رشوت میں داخل ہونے سے مانع نہیں' جیسے مزدور' انجینئر یا وکیل کو اجرت یا فیس دیکر اس سے کام کرانا' ظاہر ہے' ان کا تعلق رشوت سے نہیں ہے۔

(لیکن اس تعریف سے ان کا شمار بھی رشوت میں ہوتا ہے)

② بعض کہتے ہیں کہ: رشوت وہ ہے جس کو لینے والے کی طلب پر اس کے حوالہ کیا جائے' ❻ یعنی رشوت لینے والے کی طلب پر جو مال بطور رشوت اسے دیا جائے' وہ رشوت کہلاتا ہے لیکن یہ تعریف جامع نہیں اس لیے کہ اس میں وہ رشوت نہیں آتی' جو بغیر طلب کیے دی

---

❶ تہذیب اللغۃ: ج ۱۱ ص ۴۰۶۔

❷ حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۲' تعریب السیاسۃ الشرعیۃ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ص ۵۰۔

❸ تعریب السیاسۃ الشرعیۃ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ص ۵۰۔

❹ المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۷۰۔

❺ الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیۃ: ص ۳۳۰' المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۷۰۔

❻ کتاب الاختیار لتعلیل المختار: ج ۲ ص ۱۶۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔اسی طرح یہ تعریف مانع بھی نہیں' اس لیے کہ غیر رشوت اس تعریف سے رشوت میں شمار ہو جاتی ہے' جیسے وہ صدقہ اور خیرات جو طلب کرنے پر دی جائے یا وہ حق جو حق دار کے طلب کرنے پر اس کو دیدیا جائے' دونوں ہی چیزیں اس تعریف کی رو سے رشوت میں شمار ہونگی' اس لحاظ سے یہ تعریف نہ جامع ہے' نہ مانع ہے۔

③ بعض کہتے ہیں کہ ''رشوت ہر وہ اجرت اور مزدوری ہے جس کا حرام ہونا تینوں شرعی اصولوں سے ثابت ہو' یعنی ہر ایسا مال رشوت ہے۔ جو کسی مصلحت یا مفاد کی تکمیل کے عوض دیا جائے اور اس کا اس طرح دینا کتاب وسنت اور اجماع امت' جیسی قطعی دلیلوں سے ثابت ہو۔ [1]

لیکن یہ تعریف مانع نہیں' کیونکہ یہ رشوت اور غیر رشوت دونوں کو اپنے اندر شامل کر لیتی ہے' جیسے حرام اجرت' مثلاً کسی نے ایک معصوم مؤمن کا خون بہانے کے لیے ایک شخص کو اجرت پر ٹھہرایا' (یہ اجرت حرام ہے' لیکن اس تعریف سے یہ بھی داخل رشوت ہوتی ہے) لہٰذا تعریف مانع نہیں۔

④ بعض کہتے ہیں کہ: ''رشوت حاجت برآری کا ایک ذریعہ ہے۔ جو مصانعت (یعنی رشوت) کے لین دین سے عمل میں آتا ہے'' یعنی کوئی آدمی اپنی حاجت نکالنے کے لیے فیصلہ میں انصاف سے ہٹانے کے لیے مال کا لالچ دے کر' خاطر مدارات کر کے' یا چاپلوسی کے ذریعہ جو رشوت دیتا ہے' اس کو رشوت کہا جاتا ہے' لیکن یہ تعریف رشوت کی تعریف کہلانے کے لائق بھی نہیں ہے' اس لیے کہ اس تعریف میں مصانعت کا جو لفظ آیا ہے اگر اس کے معنی خود رشوت کے ہیں' جیسا کی بعض اہل [2] لغت نے اس کی وضاحت اسی سے کی ہے' تو یہ لفظ کی تعریف خود اسی لفظ سے ہوگی' اور یہ معیوب ہے اور اگر مصانعت سے مراد خاطر مدارات' اور مداہنت [3] ہو تو تعریف مانع نہیں ہوگی' اس لیے کہ اس

---

[1] تعریب السیاسیۃ الشرعیۃ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ص ۵۰۔

[2] تہذیب اللغۃ: ج ۲ ص ۳۸۔ [3] ایضاً۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح غیر رشوت رشوت بن جائے گی' جیسے چاپلوسی' خاطر تواضع' منافقت' یا خوشامد سے کوئی کام کرانا بھی رشوت ہے۔

⑤ بعض یہ کہتے ہیں کہ: ''رشوت وہ ہے جو حق کو باطل' اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے دیا جائے' ❶ یعنی ثابت شدہ شرعی حق کو باطل ثابت کرنے' یا شرعاً جو چیز باطل ہو اس کو حق ثابت کرنے کے لیے جو کچھ خرچ کیا جائے' اس کو رشوت کہتے ہیں یہ تعریف بھی اس لیے جامع نہیں ہے کہ رشوت کی جملہ اقسام کو یہ اپنے اندر سمیٹ نہیں سکتی' جیسے وہ رشوت جو ایسا کام کرانے کے لیے دی جائے' جس میں کوئی باطل نہ ہو۔

⑥ بعض کہتے ہیں کہ: ''رشوت وہ چیز ہے جسے کوئی آدمی محض اس لیے دیتا ہے تاکہ اس کے حق میں کوئی باطل فیصلہ صادر کر دیا جائے' یا کسی منصب پر فائز کر دیا جائے' یا اس کی خاطر کسی انسان کی حق تلفی کی جائے' اس پر ظلم و ❷ زیادتی کی جائے یعنی وہ مال جو رشوت دینے والا' رشوت لینے والے کے لیے اس بنا پر خرچ کرے' تاکہ اس کے حق میں سچائی کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے' یا اسے کوئی ولایت یا منصب حاصل ہو جائے' خواہ وہ اس کا اہل کیوں نہ ہو' یا انتقامی جذبہ سے مغلوب ہو کر کسی کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنائے' یہ تعریف بھی جامع نہیں ہے۔ کیونکہ رشوت کی جملہ اقسام اس میں شامل نہیں ہیں۔

⑦ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:۔ رشوت وہ چیز ہے۔ جو آدمی کسی حاکم یا غیر حاکم کو اس مقصد کے تحت دیتا ہے کہ فیصلہ اس کے حق میں ہو' یا اس کے من پسند منصب پر اسے فائز کرے' ❸ اس تعریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رشوت حاکم یا غیر حاکم کو کسی کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو رشوت عام ہوگی' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مال ہو یا اس شخص سے حاصل ہونے والی کوئی منفعت ہو' یا اس کی خاطر کسی قسم کے کام کی ادائیگی ہو' حاکم سے یہاں مراد قاضی ہے۔

---

❶ عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۴۹۶۔

❷ المحلی لابن حزم: ج ۹ ص ۱۵۷۔

❸ حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیر حاکم سے مراد ہر وہ شخص ہے جس سے رشوت دینے والے کی غرض اور مفاد پورے ہونے کی توقع ہو خواہ وہ حکومت کا والی ہو یا کسی محکمہ کا ملازم ہو۔ یا کوئی مخصوص کام اس کے سپرد ہو جیسے تاجروں یا کمپنیوں کا ایجنٹ ہو یا زمینداروں کا گماشتہ ہو وغیرہ۔

اور رشوت دینے والے کے حق میں فیصلہ کرنے یا رشوت دینے والے کی مرضی کے مطابق رشوت لینے والے کو برانگیختہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رشوت دینے والے کی مرضی اور اس کے مقصد کو رشوت لینے والا پورا کرے اور اس سے کوئی بحث نہ کرے کہ وہ مرضی یا مقصد حق ہے یا باطل ہے!

لیکن سابقہ تنقید و تبصرے کے پیش نظر میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے محفوظ تعریف ابن عابدین کی بیان کی ہوئی تعریف ہے' کیونکہ یہ تعریف جامع اور ٹھوس ہے' دوسرے اس کے علاوہ تعریفوں پر جس قدر نقد و نظر اور اعتراض وارد ہوا' یہ تعریف اس سے خالی ہے۔

لغوی اور اصطلاحی مفہوم کے درمیان ربط

گزشتہ سطروں میں جو لغوی معنی مذکور ہے' اس کا اصطلاحی تعریف سے ربط صاف نظر آتا ہے' کیونکہ رشوت اسی لیے دی جاتی ہے تاکہ مفاد اور مصلحتوں کی بابت فیصلے میں حق اور انصاف سے گریز کیا جائے اور رشوت ڈول اور رسی کی طرح ہوتی ہے' اسی طرح رشوت دینے والا اس چوزے کی طرح ہوتا ہے' جو اپنا سر اس لیے اوپر اٹھاتا ہے تاکہ اس کی ماں اسے چوگا دے' رشوت' راشی اور مرتشی (لینے اور دینے والے) کے درمیان ایک جوڑ کا کام دیتی ہے۔ جیسے رسی اور ڈول جوڑ کا کام دیتی ہیں' اور جس طرح تیز دوڑانے کے لیے اونٹ کے بچہ کے سرین کو سہلایا جاتا ہے۔ اسی طرح رشوت لینے والے کو اس لیے رشوت دی جاتی ہے' تاکہ وہ مطلوبہ کام پوری طرح انجام دے سکے۔

جرم رشوت کے اہم اجزاء

فقہ اسلامی کی روشنی میں رشوت کے اہم اجزاء کی بابت کافی غور و خوض اور جستجو اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تلاش کے باوجود کہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں مل سکا' اس لیے بتوفیق خداوندی میں نے فقہا کی گزشتہ تحریروں پر ازسرنو غور کیا' اور خاص طور پر آخری تعریف کی مدد سے ایک چارٹ تیار کیا' جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

① مرتشی:۔ وہ شخص جو کسی دوسرے سے مال کا تقاضا کرتا ہے' یا اس سے کسی نفع کا حصول چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے عوض اس کی کوئی غرض پوری کر دے جس کی ادائیگی اس کے لیے ضروری ہو' یا اس کا کوئی غیر شرعی کام انجام دیدے' کام انجام دینے کا مطلب دونوں سے ہے' یعنی کام کر دینا ہو' یا کام کرنے سے رک جانا ہو۔

② راشی:۔ وہی شخص ہے جو یہ سارا مال خرچ کرتا ہے' یا مفاد بہم پہنچاتا ہے تاکہ اس کی غرض پوری ہو سکے۔

③ رشوت:۔ وہ مال یا منفعت ہے۔ جو رشوت دینے والا خرچ کرتا ہے' تاکہ رشوت لینے والا مذکورہ غرض یا مفاد کو پورا کر سکے۔

فصل دوم رشوت کی قسمیں

یہ فصل چار مطالب پر مشتمل ہے۔

پہلا مطلب: حق کو باطل کرنے' یا باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت کا لین دین:

حلال واضح ہے' حرام بھی واضح ہے' حق باقی رہنے والا ہے' باطل مٹ جانے والا ہے' اور اللہ کی شریعت وہ روشنی ہے۔ جو ہر ایسی ظلمت کو کافور کرتی ہے' جس سے بندہ مؤمن فریب کھا سکتا ہے۔ جس کی آڑ میں مجرم چھپ کر وار کر سکتا ہے اس لیے ہر ایسا وسیلہ اور سہارا بھی حرام ہے۔ جس کے ذریعہ حق کے خلاف باطل کو غلبہ مل رہا ہو' اور چونکہ رشوت ان وسائل میں سے ایک ہے۔ جس کے سہارے حق کو باطل' اور باطل کو حق ٹھہرایا جاتا ہے اس لیے اسلام نے اس کو حرام قرار دیا ہے' اور حرام اور خبیث اور قبیح میں اس کو شمار کیا' اور لعنت کی

ابوالحسن اکیڈمی مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدا گناہ جس طرح رشوت لینے والے کو ہوگا۔ رشوت دینے والا اور بیچ کا ایجنٹ بھی اس جرم کا گنہگار ہوگا۔

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ کسی بھی خلاف شرع چیز کے حصول کے لیے روپیہ خرچ کرنا بدترین اور بے حد شرمناک فعل ہے' کیونکہ یہ روپیہ ممنوع اور حرام کام کے مقابلہ میں خرچ کیا جا رہا ہے۔ اور جو مال خدا کی سرکشی یا نافرمانی کے لیے خرچ کیا جائے۔ کبھی اس کی حرمت اتنی شدید ہوتی ہے کہ اس کی خرابی زنا کاری سے بڑھ جاتی ہے' کیونکہ رشوت کے ذریعہ آدمی غیر کا مال ہڑپ کر لینے کا راستہ پاتا ہے۔ جبکہ اس سے اس بیچارے کا دل تنگ ہوتا ہے۔ اور اسے بے حد تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ رہی زنا کاری میں خرچ کی گئی رقم تو وہ محض ایک حرام فعل کا ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے' اور زنا کار مرد و عورت کو اس فعل سے لطف اور لذت ملتی ہے' [1] لیکن یہ بھی ضرور کہا جا سکتا ہے کہ زنا کاری وہ گناہ نہیں' جس سے ایک دو متاثر ہوں' بلکہ یہ وہ لعنت ہے جس سے پورا معاشرہ شدید طریقہ سے متاثر ہو سکتا ہے مثلاً یہی کہ اس سے حسب نسب میں فرق پڑتا ہے اور خاندان مخلوط ہو جاتا ہے۔ ان خرابیوں کی وجہ سے یہ کہنا بجا ہے کہ زنا کاری' رشوت سے کہیں زیادہ شدید لعنت اور بدترین گناہ ہے۔

ممکن ہے مذکورہ دعوے اور اس کی دلیل کے جواب میں یہ کہا جائے کہ پھر بھی زنا کاری ایک ایسا گناہ ہے' جس کا تعلق بندہ اور اس کے رب سے ہے۔ اور اللہ رب العزت کی ذات وہ ہے۔ جو اپنا حق وصول کرنے والوں میں سب سے زیادہ چشم پوشی اور فراخدلی کرتی ہے' اور جب بندہ کوئی معصیت کرتا ہے۔ تو آپ اکیلا اگر اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کر لے تو یہی اس کی مغفرت کے لیے کافی ہوتا ہے (جبکہ رشوت ستانی میں ایسا نہیں) اس لحاظ سے زنا کاری اور رشوت ستانی میں نمایاں فرق ہو جاتا ہے۔ [2] (اور رشوت

---

[1] نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۷۸۔

[2] ایضاً۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ستانی کی خرابی زنا کاری سے بڑھ جاتی ہے)۔

اور جو مال حاکم کو اس غرض کے لیے دیا جائے کہ وہ باطل کو حق ثابت کر دے' یا کسی غیر کے حق کو باطل قرار دے یا حاکم کے علاوہ کسی اور کو اپنی نفسیاتی اغراض کے لیے روپیہ بطور رشوت دیا جائے' تو یہ حرام رشوت کی بدترین مثال ہوگی' کیونکہ رشوت اسی غرض کے تحت دی جاتی ہے' تاکہ اس کے ذریعہ باطل کو حق اور حق کو باطل ثابت کیا جائے' یا اس کے حق کو غصب کر لیا جائے' جس نے اس کی طرح رشوت نہیں ادا کی ہے۔!

اور جو حاکم حق کو باطل ثابت کرنے کے لیے رشوت لیتا ہے' اس کی حرکت سے اس کا فسق دو طرح سے ثابت ہوتا ہے۔

① ایک اس طرح سے کہ اس نے رشوت لینے کا ارتکاب کیا' جو سراسر باطل کی اعانت کے لیے صرف ہو رہی ہے' اور یہ حرام ہے' لہٰذا اس کے عوض جو چیز لی جائے گی' وہ بھی حرام ہوگی' اور اس کا کرنے والا فاسق ہوگا۔

② دوسرے رشوت لے کر وہ ناحق فیصلہ کرے گا۔ [1] یہ قطعی حرام ہے' جس کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہے' یا تو اسے معزول کر دیا جائے گا۔ یا معزول کیے جانے کے لائق ہوگا' جیسا کہ آئندہ تفصیل آئے گی۔ (انشاء اللہ)

رہا رشوت دینے والا تو وہ دو وجہ سے فاسق کہے جانے کا مستحق ہوگا۔

(۱) ایک اس لیے کہ اس نے رشوت کی مد میں روپیہ خرچ کیا۔

(۲) دوسرے اس نے زائد اپنے اور دوسرے کے حق میں ظلم کیا۔

اور یہ امر مسلم ہے کہ جو چیز فسق کا سبب ہو وہ بھی حرام ہوتی ہے' لہٰذا رشوت کی یہ قسم بالاتفاق [2] حرام ہے [3] اس کا ثبوت وہ نصوص اور صراحتیں ہیں جو رشوت کی

---

[1] احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۶۔ [2] فتح العلام: ج ۲ ص ۳۲۰' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ للقراعہ: ص ۳۳۱' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۶۔ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۵' عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۴۹۶' الجامع لاحکام القران للقرطبی: ج ۶ ص ۱۸۳' فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج ۳۱ ص ۲۶۰۔ [3] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۵' الجامع لاحکام القران للقرطبی: ج ۶ ص ۱۸۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بابت وارد ہیں۔ان کی تفصیل باب دوم کی پہلی فصل میں مذکور ہے۔

دوسرا مطلب: کسی حق کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا

تیسرا مطلب: ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا

انسان فطری طور پر شہریت پسند واقع ہوا ہے۔اس لیے اس کے اور اس کے علاوہ دوسروں کے درمیان اجتماعی اور سماجی روابط استوار ہوتے ہیں۔باہمی مصلحتوں اور مفاد کا تبادلہ ہوا کرتا ہے۔اور حقوق کی فراوانی اور افزائش ہوتی ہے۔لیکن بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو حق کی ذمہ داری قبول کرنے کے باوجود اس کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیتے' چنانچہ حقوق ضائع ہوتے ہیں' ایک دوسرے پر مظالم میں اضافہ ہوتا ہے' اور ایذا رسانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔انجام کار بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس کشمکش میں اپنا حق وصول نہیں کر سکتے یا ظلم وضرر کا دفعیہ ان کے بس کا روگ نہیں ہوتا' ایسے حالات میں چار وناچار انہیں رشوت کا سہارا لینا پڑتا ہے' حالانکہ ان صورتوں میں افضل ترین صورت یہ تھی کہ یہ لوگ صبر سے کام لیتے' تا آنکہ اللہ تعالیٰ غیب سے ان کے حق کے حصول کی آسان راہیں پیدا فرماتا' اور اس سے ظلم وضرر کا دفعیہ کرتا۔

بہرکیف جب یہ شخص ان حالات میں رشوت کی راہ پر بگٹٹ چل پڑتا ہے' تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گنہگار کون ہوگا' آیا رشوت لینے والا تنہا مجرم ہوگا؟ یا لینے اور دینے والے دونوں یکساں گنہگار ہونگے۔؟

اس سلسلے میں علمائے کرام کی دو رائیں ہیں۔

۱۔ مرتشی یعنی رشوت لینے والا تنہا گنہگار ہوگا۔رشوت دینے والا' گنہگار نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] فتح القدیر: ج۵ ص۴۵۵' الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیہ: ص۳۳۱' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج۶ ص۳۱۶' حاشیہ ابن عابدین: ج۵ ص۳۶۲' احکام القرآن للجصاص: ج۴ ص۸۶' عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج۹ ص۴۹۶' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج۸ ص۹۵' تعریب السیاسۃ الشرعیۃ فی حقوق الراعی: (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جمہور علما کا یہی مسلک ہے۔ فقیہہ ابواللیث سمرقندی کہتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آدمی رشوت کے ذریعہ اپنی جان و مال سے مضرت دفع کرے۔ [1]

حاشیہ رہونی میں ہے' [2] بعض علما کہتے ہیں: ''اگر تم عاجز رہے اور اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے کوئی شرعی دلیل قائم نہ کر سکے' پھر تم نے کسی ایسے حاکم سے مدد چاہی جو شرعی دلیل کے بغیر فیصلہ دے دیتا ہے' تو تمہارے بجائے وہ حاکم اس صورت میں گنہگار ہوگا' جبکہ حق کسی باندی کی بابت ہو' اور اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھا جا رہا ہو' اور اس صورت میں تمہارا اس حاکم سے مدد طلب کرنا واجب ہوگا۔ اس لیے کہ حاکم کا قصور زنا اور غصب کے قصور سے بہر حال ہلکا ہے۔ اور یہی صورت بیوی کی بابت نزاع میں بھی ہوگی' اور اسی طرح اگر تم نے فوج اور پولیس سے مدد چاہی تو وہ گنہگار ہونگے' تم گنہگار نہ ہوگے' یہی حال سواری وغیرہ کے غصب کی صورت میں ہوگا' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدد کرنے والے سے ہر چند کہ معصیت سرزد ہوتی ہے' لیکن فساد سرزد نہیں ہوتا۔ جبکہ مدعا علیہ کا جھٹلانا' یا غصب کر لینا معصیت اور فساد دونوں ہوتا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے کسی بڑے بگاڑ سے بچنے کے لیے اس سے چھوٹے بگاڑ کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ بگاڑ ہے' (بلکہ اس حقیقت سے کہ اس کے ذریعہ بڑے بگاڑ سے تحفظ ہوتا ہے) جیسے قیدی کا فدیہ دینا۔ (ایک بگاڑ ہے) اس لیے کہ کافروں کا ہمارا مال لینا حرام ہے۔ پھر اس سے مال کی خرابی اور بربادی لازم آتی ہے۔ (لیکن پھر بھی اس خرابی کو اس لیے برداشت کیا جاتا ہے تاکہ اس سے بڑی خرابی یعنی مسلمان کو کافر کی قید سے رہائی نصیب ہو' پھر یہاں کافر قیدی کا فدیہ دینا بہر صورت ایک خرابی تھا) لیکن جس چیز میں کسی خرابی کا ڈر نہ ہو' وہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی۔

(گزشتہ سے پیوستہ) وسعادۃ الرعیہ للسید عبداللہ: ص ۵۳' المحلی لابن حزم: ج ۹ ص ۵۷' الزوائد فی فقہ احمد بن حنبل: ص ۸۸۹' المقنع لابن قدامہ: ج ۳ ص ۶۱۱' حاشیہ الرھونی: ج ۷ ص ۳۱۳' البنایۃ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۸' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی للحسنی: ج ۶ ص ۷۴-۷۸۔

[1] الہدایہ مع فتح القدیر: ج ۷ ص ۱۸۲-۱۸۳۔ [2] حاشیہ الرھونی: ج ۷ ص ۳۱۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اگر متنازعہ فیہ حق کوئی معمولی چیز ہو' جیسے کوئی ٹکڑا یا ایک کھجور ہو' تو اس کو شرعی دلیل کے بغیر حاصل کرنا حرام ہوگا۔ کیونکہ حکم خداوندی کے خلاف فیصلہ کرنا نہایت سنگین بات ہے' لہٰذا معمولی معمولی چیزوں میں اس قسم کی خلاف ورزی کرنا درست نہ ہوگا'' الخ

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ظلم وضرر کو دفع کرنے یا کسی حق کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینے کے جواز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اگر یہ کہا جائے کہ ظلم دفع کرنے کے لیے مال دینے کو تم مباح کیوں سمجھتے ہو' جبکہ تم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص آ کر میرا مال چھیننا چاہے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: اسے اپنا مال ہرگز نہ دو! اس نے عرض کیا' اگر اس نے مجھ سے لڑائی کی تو آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم بھی اس سے لڑو! اس نے عرض کیا اگر اس نے مجھے مار ڈالا تو آپ کا کیا فیصلہ ہے' آپ نے فرمایا: تم شہید ہو گئے! اس نے کہا' اور اگر میں نے اسے مار ڈالا تو اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص دوزخ میں ہوگا' یونہی ایک حدیث ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے''.....

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رشوت دینے والا دفع ظلم کے لیے مجبوراً رشوت دے رہا ہو' تو وہ راشی نہیں ٹھہرے گا' اور لڑنے کی بابت حدیث سے متعلق ہم کہیں گے کہ: جو شخص ظلم کے دفعیہ کی مقدرت رکھتا ہو' اسے ایک پائی یا اس سے زیادہ دینا بھی درست نہ ہوگا' ہاں جو مجبور ہے' تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [۲/البقرہ:۲۸۶]

''اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: [1]

[1] صحیح مسلم بشرح النووی: ج ۵ ص ۱۰۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ))

''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں، تو حتی المقدور اس کی تعمیل کرو''

اس (آیت اور روایت) سے لڑنے مرنے اور بیچ بچاؤ کرنے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب جو جواب دیا جائے گا اس کی حیثیت جبر و اکراہ اور زور زبردستی کی ہوگی.....!

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ''

((رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِهُوْا عَلَیْهِ))

''میری امت سے خطا اور نسیان اور جو کام زور زبردستی سے کرایا گیا ہو، وہ معاف کر دیا گیا ہے''

نیز حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول وہ روایت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَفُکُّوْا الْعَانِیَ)) [بخاری، داری، احمد]

''یعنی بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور قیدی کو رہائی دلاؤ''

یہ حکم ناحق گرفتار ہر مظلوم کی بابت وارد ہے۔ خواہ وہ کافروں کی قید میں اسیر ہو یا مسلمان کے ماتحت گرفتار ہو۔ [1]

اور میری نظر میں حق کو حاصل کرنے اور ظلم و ضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا اسی وقت جائز ہوگا، جبکہ انسان اپنا حق حاصل کرنے، یا ظلم و ضرر کو دفع کرنے سے قطعی عاجز ہو، یہاں تک کہ اسے حق کو حاصل کرنے کے لیے حکومتی یا غیر حکومتی سطح پر کسی قسم کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو، نہ ہی ایسا کوئی سہارا اسے مہیا ہو، جو اس پر ہونے والے مظالم کے خلاف اسے انصاف دلا سکے، یا اگر کوئی سہارا بھی ہو تو اسے ڈر ہے کہ اگر اس نے اس سے تعاون چاہا تو پہلے سے زیادہ خطرہ اور مشکلات اسے لاحق ہونگی، ایسے وقت رشوت دے کر کام نکالنے کی اسے اجازت ہوگی۔

---

[1] المغنی لابن قدامہ، ج ۱۰، ص ۱۵۲

محکم سنت کم: روضی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس نقطہ نظر کے دلائل

رشوت لینے والا گنہگار ہے' اس کی دلیلیں:

① باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

((وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِ وَالتَّقْوٰى)) [۵/المائدہ:۲]

''اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو'' [1]

استدلال کی وجہ اور اس کا طریق کار

حق کو حقدار تک پہنچانا' اور اس سے ظلم کو دفع کرنا' تعاون کی ایک قسم ہے۔ آیت اسی کا حکم دیتی ہے۔ اس لیے کسی عوض معاوضے اور لین دین کے بغیر اس سلسلے میں کامل تعاون کرنا واجب ہو جاتا ہے' اب اگر کوئی شخص اس تعاون کے صلے میں روپیہ وصول کرتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اس کا عوض یعنی رشوت لیتا ہے' لہٰذا لینے والا اس کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

② اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [4/النساء:۲۹] [2]

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو' ہاں اگر آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو تو (مضائقہ نہیں)

استدلال کا طریق کار

اگر کوئی حقدار کو حق تک پہنچائے' یا مظلوم سے ظلم و ضرر کو دور کرنا چاہے' لیکن اس سے رشوت کے طور پر اس کی قیمت وصول کرے تو یہ بھی تو باطل طریقہ سے دوسرے کا مال

---

[1] احکام القرآن للجصاص: ج۴ ص۸۶۔

[2] المحلی لابن حزم: ج۹ ص۱۵۷' نیل الاوطار: ج۸ ص۲۷۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہڑپ کرنے کی ایک قسم ہوگی' جبکہ آیت نے اس سے منع کیا ہے۔ اور ممانعت کبھی تحریم کا فائدہ دیتی ہے' لہٰذا اس طرح مال لینا حرام ہوگا' خصوصاً قاضی' حکام' اور ملازمین کے لیے' جن کا کام ہی یہ ہے کہ حق کو حقدار تک پہنچائیں' اور باطل کا دفعیہ کریں۔

③ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ)) [1]

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔''

استدلال کی وجہ اور اس کا طریق کار

حق کو حق دار تک پہنچانے یا کسی انسان سے ظلم و ضرر دفع کرنے کے لیے رشوت لینا عدم تعاون کی علامت ہے اور عدم تعاون آدمی کو تائید غیبی اور امداد ربانی سے دور کرتا ہے اور جو شخص خدائی امداد اور نصرت سے محروم ہونے کے اعمال کرتا ہے ایسا شخص گنہگار ہوتا ہے لہٰذا رشوت لینے والا بھی گنہگار ہوگا۔ اور اس کا رشوت لینا حرام ہوگا۔

④ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

((مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ فَاُهْدِیَ لَهٗ هَدِیَّةً عَلَیْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰی بَابًا عَظِیْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبٰوا)) [2]

''جس نے کسی کے لیے سفارش کی پھر اس کی وجہ سے اسے کوئی ہدیہ دیا گیا اور اس نے اس کو قبول کر لیا' تو اس نے سود کے ایک بڑے دروازے میں گھسنے کا ارتکاب کیا۔

---

[1] عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۱۳ ص ۲۹۰۔

[2] ایضاً: ج ۹ ص ۴۵۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ اور اس کا طریق کار

اچھے کام کی سفارش کرنا پسندیدہ فعل ہے' کبھی سفارش کرنا واجب بھی ہو جاتا ہے مذکورہ بالا روایت میں حضور ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ سفارش پر جس نے تحفہ لیا۔ اس کا یہ عمل سود کا ایک بڑا دروازہ تصور کیا جائے گا اور سود حرام ہے' لہٰذا اس قماش کا تحفہ لینا بھی حرام ہوگا اور جب سفارش پر تحفہ لینا حرام ٹھہرا' تو حقدار کو حق پہنچانے' یا مظلوم سے ظلم و مضرت دفع کرنے کے لیے تحفہ لینا بھی بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

⑤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے یوم نحر کو خطبہ دیا اور فرمایا:

((فَاِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ)) ❶

''تمہارا خون اور تمہارے اموال تم پر حرام ہیں''

استدلال کا طریق کار

حدیث بتاتی ہے کہ بلا وجہ ناحق مال لینا حرام ہے۔ اور حق کو حقدار تک پہنچانے یا کسی مظلوم آدمی سے ظلم و مضرت دفع کرنے کے لیے اس سے روپیہ بطور رشوت لینا' ناحق مال لینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا وہ بھی حرام ہوگا۔

⑥ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ' آپ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِاِمْرِئٍ مِّنْ مَّالِ اَخِيْهِ اِلَّا مَاطَابَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ)) ❷

''اپنے بھائی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے''

استدلال کی صورت اور اس کا طریق کار

جو شخص اپنا حق حاصل کرنے' یا اپنے اوپر سے ظلم و ضرر دفع کرنے کے لیے مال خرچ

❶ نیل الاوطار: ج ۵ ص ۸۶۔ ❷ مسند الامام احمد بن حنبل: ج ۵ ص ۱۱۳' نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ وہ دل سے اس کے لیے راضی نہیں ہوتا' بلکہ زور زبردستی اور جبر واکراہ سے ایسا کرتا ہے' اور مجبور سے مال لینا حلال نہیں' لہٰذا اس کا لینا حرام ہوگا۔

⑦ مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا:

((مَنْ رَدَّعَنْ مُسْلِمٍ مَظْلَمَةً فَاَعْطَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَلِيْلاً اَوْ كَثِيْرًا فَهُوَ سُحْتٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدَاللّٰهِ مَا كُنَّا نَظُنُّ اَنَّ السُّحْتَ اِلَّا الرِّشْوَةَ فِي الْحُكْمِ فَقَالَ ذٰلِكَ كُفْرٌ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ)) [1]

''جس شخص نے ایک مسلمان سے ظلم کو دور کیا اور اس نے کم یا زیادہ اسے کچھ دیا تو وہ حرام ہے۔ ایک شخص نے کہا! ابوعبداللہ! ہم تو صرف فیصلہ دینے کی بابت رشوت دینے کو سُحت (حرام) سمجھتے تھے' آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہوگا' اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

استدلال کی وجہ اور اس کا طریق کار

دفع ظلم کے لیے مال لینا سحت ہے اور سحت حرام ہے' اس لیے ظلم دفع کرنے کے لیے مال لینا بھی حرام ہوگا۔

⑧ نیز اس لیے کہ مسلمان سے ظلم کا دفع کرنا واجب ہے۔ اور واجبات پر مال لینا جائز نہیں ہے۔ [2]

حق کے حصول اور ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینے کے جواز کی دلیلیں

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اِجْعَلْ مَا لَكَ دُوْنَ نَفْسِكَ وَنَفْسَكَ دُوْنَ دِيْنِكَ)) [3]

---

[1] حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۳۔

[2] فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۶' الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیۃ: ص ۳۳۱' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۲۔

[3] تعریب السیاسۃ الشرعیۃ فی حقوق الرائی والرعیۃ لسعادۃ السید عبداللہ جمال الدین ص ۵۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اپنے مال کو اپنی جان سے کم مرتبہ سمجھو اور اپنی جان کو اپنے دین سے کم مرتبہ خیال کرو''

استدلال کی وجہ اور اس کا طریق کار

جب انسان کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو تو حضور اکرم ﷺ نے ظلم وضرر کے دفعیہ کے لیے مال کو ڈھال اور بچاؤ کا سامان بنانے کی اجازت دی ہے۔ اور اس قسم کے معاملہ میں رشوت دینا ایک قسم کی حفاظتی تدبیر ہے۔ لہٰذا دینا درست ہے۔

② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت آپ حبشہ میں تھے آپ نے گلو خلاصی کے لیے بطور رشوت دو دینار دیئے۔ تب کہیں آپ کو رہائی ملی' اس وقت آپ نے فرمایا تھا:

(اِنَّ الْاِ ثْمَ عَلَى الْقَابِضِ دُوْنَ الدَّافِعِ) ❶

''لینے والا گنہگار ہے' دینے والا نہیں۔''

استدلال کی وجہ اور طریق کار

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دی' اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے میں گناہ ان پر نہ ہوگا۔ اور صحابی کا فعل لائق سماعت ہے بشرطیکہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ٹکراؤ نہ ہو۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ان کا یہ فعل کسی حدیث کے معارض نہیں ہے۔

③ عبدالرزاق نے حضرت جابر بن زید اور شعبی سے نقل کیا ہے' وہ دونوں کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی جان یا مال پر ظلم وزیادتی کے دفعیہ کے لیے رشوت دے۔

تو اس کے اندر کوئی مضائقہ نہیں ہے' حضرت عطاء اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔ ❷

---

❶ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۶ ص۱۸۴' عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج۹ ص۴۹۶' المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص۷۸۔ ❷ احکام القرآن للجصاص: ج۴ ص۸۶' کشاف القناع: ج۶ ص۳۱۶' عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج۹ ص۴۹۶' المقنع: ج۳ ص۶۱۱' المحلی: جلد۹ ص۱۵۷' المسئولیۃ الجنائیۃ: ص۷۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ہشام نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی ہے'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''لعنت اسی وقت ہوگی' جبکہ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت دے' لیکن اگر مال کے تحفظ کے لیے رشوت دے' تو مضائقہ نہیں ہے''۔

یونس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' کہ اپنی عزت کو بچانے کے لیے اپنا کچھ مال رشوت کے طور پر دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ابوشعثاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: زیاد کے زمانے میں رشوت سے زیادہ کوئی نفع بخش چیز ہمارے لیے نہیں تھی''..... اس طرح دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سلف صالحین نے رشوت کی اسی صورت میں اجازت دی ہے جبکہ آدمی اپنے اوپر سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے ظالم کو یا اس کی عزت کو خاک میں ملانے والے کو کچھ دے کر چھٹکارا حاصل کرے۔ [1]

یہ جمہور تابعین سے منقول آثار اور روایتیں ہیں جن سے اس حال میں رشوت دینے کی اجازت نکلتی ہے' پھر کسی سے ان کے خلاف منقول نہیں' لہٰذا اس سے جواز ثابت ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا' کیا ہر حال میں رشوت دینا حرام ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' بلکہ رشوت حرام اسی وقت ہے۔ جب تم روپیہ اس لیے دو تاکہ جو تمہارا نہیں وہ تمہارا ہو جائے' یا جو حق تم پر لازم ہے۔ تم اس سے پہلو تہی کر لو۔ اور اگر تم نے اس لیے رشوت دی' تاکہ اپنے دین اور اپنے جان مال کی حفاظت کرو تو یہ حرام نہیں۔ [2]

④ پورا پورا حق وصول کرنے کے لیے رشوت دینا راستی اور سچائی کے ساتھ اپنا حق وصول کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا جس طرح بھاگے ہوئے غلام اور خصومت کے

[1] احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۶۔

[2] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج ۶ ص ۱۸۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے وکیل مقرر کرنے کی اجرت دی جاتی ہے۔ ان پر قیاس کر کے صورت مذکورہ میں بھی رشوت کی اجازت ہے ❶

رشوت کا لینا دینا یکساں حرام ہے۔ ❷

اس نقطہ نظر کے دلائل:

(الف) اس نظریہ کے حاملین نے رشوت لینے کی حرمت پر سابقہ نظریہ کے دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(ب) صورت مذکورہ رشوت دینے کی حرمت کے دلائل ان کی نظر میں حسب ذیل ہیں۔

① حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا عموم ہی اس کی دلیل ہے' کہ آپ نے فرمایا: ''رشوت لینے اور دینے والے پر خدا کی لعنت ہو'' یہ عموم ہر رشوت لینے والے کو شامل کرتا ہے۔

خواہ وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت دے' یا ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دے' یا حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت دے۔

② مسلمان کے مال کی بابت اصل یہی ہے کہ (غیر شرعی طور پر) اس کا کھانا حرام ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [۴/النساء:۲۹]

یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو۔

استدلال کی وجہ اور اس کا طریق کار

صورت مذکورہ میں رشوت لینے والے کو مال دینا ناجائز طور پر مال کھانے میں اس کی

---

❶ سبل السلام: ج۴ ص۱۶۷۔

❷ سبل السلام: ج۴ ص۱۶۷' حاشیہ رہونی: ج۷ ص۳۱۳' المسؤلیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص۷۷' نیل الاوطار: ج۸ ص۲۷۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مدد کرنے کے مترادف ہے۔ اور ناجائز اور غیر شرعی طریقہ پر اس کا مال کھانا اس کی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ غیر شرعی طریقہ پر مال کو برباد کرنا بذات خود حرام ہے۔ لہٰذا اس صورت میں رشوت دینے والے کا دینا بھی فعل حرام ہوگا۔

③ حرمت کے اس ضابطہ میں دینے والا بھی شریک کار ہوگا۔ اگر اس نے اس لیے رشوت دی ہے' کہ اگر وہ حق پر ہے تو حکم خداوندی کو پالے تب بھی اس کا یہ دینا حلال نہیں ہوگا' اس لیے کہ یہ دیا گیا مال ایک ایسے واجب فعل کے عوض میں دیا گیا۔ جس کو برملا انجام دینا خود اللہ نے اس حاکم پر فرض کر رکھا ہے۔ اگر اس نے اپنی اس ذمہ داری کو کھلم کھلا انجام نہیں دیا' اور اس کے عوض کچھ مال لے لیا تو اس کی وجہ سے وہ ضرور گنہگار ہوگا۔ [1] لہٰذا اس کا دینا حرام ہوگا' کیونکہ دینے والے کی یہ حرکت حاکم کو گناہ کے گڑھے میں گرا دیتی ہے۔ [2]

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے: میں نہیں جانتا کہ حق کے طلب گار کا حاکم کو رشوت دینا کسی خصوصی دلیل کی وجہ سے جائز کیا گیا ہے' جبکہ حق تو یہ ہے کہ رشوت دینا مطلقا حرام ہے اب جس کسی کے پاس کسی صورت میں جواز کی کوئی دلیل ہو' اور وہ لائق قبول ہو۔ تو ٹھیک ورنہ وہ دلیل اسی کو رد کر دی جائے گی۔ [3]

راقم السطور عرض پرداز ہے' کہ حرمت کو خاص کرنے کی دلیلیں تو وہی ہیں' جنہیں ہم نے پیشتر ذکر کیا' لیکن مجبوری وہاں آتی ہے' جہاں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے حق کے ضیاع کا ڈر لاحق ہوتا ہے۔ اور اسے خود اپنے خلاف ظلم وضرر کا اندیشہ ہوتا ہے' پھر رشوت کے علاوہ اس کے گرد اس کا کوئی ہمدرد اور غمگسار نہیں ہوتا۔ اب اگر وہ رشوت دیتا ہے تو اس کا حق اس کو دستیاب ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

اور اوپر مذکور دلیلیں اس حدیث کی مخصص بنتی ہیں کہ: ''رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر خدا کی لعنت ہو'' اور اگر غیر شرعی طریقہ پر مال کی بربادی سے اس کی

---

[1] نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۷۷ (قدرے تصرف کے ساتھ)۔

[2] سبل السلام: ج ۴ ص ۱۶۷۔

[3] نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۷۷' المسوّیۃ الحنائیۃ فی الفقہ والاسلامی للبھنسی: ص ۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حرمت لازم آتی ہے۔تو جو مال قیدیوں کی رہائی کے لیے خرچ کیا جائے گا۔ وہ بھی باطل طریقہ سے برباد کیے جانے کی تعریف میں آئے گا' لیکن اس کے باوجود اس کا خرچ کرنا جائز ہے۔تاکہ قیدی چھوٹ جائے' لہٰذا حق کو چھڑانے اور باطل کی قید سے رہا کرنے کے لیے بھی اگر کچھ خرچ کیا جائے' یا ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لیے خرچ کیا جائے تو اس کی اجازت ہونی چاہیے' اور رہی یہ بات کہ مذکورہ طریقہ سے حاکم یا رشوت لینے والے کو گنہگار کرنا لازم آتا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے خود اپنے لیے رشوت لینا اختیار کیا اس کا قصد ارادہ خود اس کے اندر شامل ہے' پھر ایک آدمی جس نے اپنے لیے گناہ کو پسند کیا اس کے مقابلہ میں حق کی وصول یابی اور ظلم کا دفعیہ کہیں زیادہ بہتر اور بدرجہا اولیٰ ہے۔

اس بنیاد پر راقم السطور کے نزدیک پہلی رائے ترجیح کے لائق ہے۔یعنی یہ کہ رشوت کی اس قسم پر حرمت کا وہ حکم عائد نہیں ہوگا۔ جو رشوت کی دوسری صورتوں کے لیے شرعی طور پر نافذ ہے'

مسئلہ

جو شخص منصبِ قضا کے لیے نامزد ہوا' کیا وہ اس منصب پر فائز ہونے کے لیے رشوت دے سکتا ہے۔

علامہ ابن عابدین نے ''صاحب البحر'' کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ ''جس شخص کا منصب قضا کے لیے نام آیا' لیکن اس منصب پر فائز ہونے کے لیے اسے روپیہ دینا ہوگا۔تو آیا اس غرض کے لیے وہ روپیہ خرچ کرے یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی صریح حکم میری نظر سے نہیں گذرا' لیکن ہونا تو یہی چاہئے کہ مال خرچ کرنا اس کے لیے حلال ہو' جیسا کہ منصب قضا طلب کرنا حلال ہے۔

صاحب البحر کی اس رائے پر تنقید کرتے ہوئے' صاحب نہر نے لکھا ہے'.....لیکن صاحب البحر نے جو یہ لکھا ہے کہ رشوت دے کر منصب قضا پر فائز ہونے والا قاضی نہیں کہلا سکتا' ان کے اس قول سے اوپر کے قول (قضا کے لیے مال خرچ کرنا حلال ہے) کی آپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے آپ تردید ہو جاتی ہے' اس لیے کہ سچ تو یہ ہے کہ جب اس نے قضا کا منصب طلب کیا (اور نہ ملا) تو سوال کرنے کی ضروری اور بھاری ذمہ داری سے وہ سبکدوش ہو گیا' اور جب بادشاہ نے اسے ذمہ داری نہیں سونپی تو وہ آپ گنہگار ہو گا۔ اس لیے کہ جب سلطان لائق ترین کو اس منصب پر فائز نہ کرے اور کسی نالائق کو اس گدی پر بٹھا دے۔ تو سلطان' اللہ اس کے رسول اور جماعت مسلمین کے سامنے خیانت کا مرتکب ہو گا' اور جب یہی سلطان نامزد قاضی کو منصب قضا پر فائز نہ ہونے دے' اور اسے روک کر کسی اور کو نامزد کرے' تو نامزد کے لیے ہرگز یہ ضروری نہیں ہو گا کہ وہ رشوت دے کر اس منصب پر فائز ہو لہٰذا اس صورت میں رشوت دینا اس کے لیے کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ [1]

چوتھا مطلب کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا

سچے' امانت دار' ثابت قدم' مقتدر اور بے نیاز افراد کو سرکاری کاموں کی ذمہ داری سونپنا اہم دینی فریضہ ہے' جس کو ہماری عالی مرتبت پاکیزہ شریعت اپنی بلند تر تعلیمات کے ذریعہ ہم پر واجب کرتی ہے' اور اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ ان تمام غلط راستوں کا فوری سد باب کیا جائے جن کی وجہ سے اللہ رب العزت کی حسب منشا اس کے تشریعی آئین اور ضابطوں میں رکاوٹ اور بے قاعدگی آتی ہے۔ اور چونکہ رشوت اسی قماش کا انتہائی گھٹیا اور گرا ہوا طریقہ ہے۔ جس کے ذریعہ پچھلے دروازے سے اعلیٰ عہدوں اور بلند مرتبوں پر نااہل فائز ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے رشوت لینے والوں' رشوت دینے والوں اور رشوت کے لیے درمیانی ایجنٹ کا پارٹ انجام دینے والوں کے لیے اس کو حرام ٹھہرایا ہے اور اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرنے کے لیے کہا ہے۔ کہ یہ منصب خواہ کوئی ہو اور اس میں شک نہیں کہ منصب جتنا اہم اور بڑا ہوتا ہے' اسی کے لحاظ سے گناہ بڑھتا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] ردالمحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۰۶۔ [2] البنایہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۹' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳' الفتاویٰ الہندیہ: ج ۳ ص ۲۱۴' ردالمحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۰۴' حاشیۃ الرہونی: ج ۷ ص ۲۸۷' الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۵۶' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۰' معین الحکام: ص ۹' المسوٰی ولیۃ الجنائیہ

اسلامی کتب کی سب سے بڑی مفت لائبریری اردو محفل پر لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس قسم کی رشوت بھی حرام ہے' اس کی تائید وحمایت میں متعدد دلائل موجود ہیں

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ [۴/النساء:۵۸] ❶

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں (جب وہ مانگیں تو) ان کے حوالہ کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو''

کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا درحقیقت امانت کو نااہلوں کے سپرد کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے حکم خداوندی کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اس لیے کسی بھی منصب یا ملازمت کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا حرام ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ❷

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمَانٰتِكُمْ

---

❶ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی بابت نازل ہوئی' اسلام لانے سے پیشتر یہ خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے' اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے' تو آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کعبہ کی کلید طلب فرمائی' عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ بند کر لیا۔ چھت پر چڑھ گئے' چابی دینے سے صاف انکار کیا' اور کہنے لگے کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں چابی آپ کے حوالہ کر دیتا یوں گریز نہ کرتا' اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مروڑ کر کلید ان کے ہاتھ سے لے لی اور دروازہ کھول دیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے' اور دو رکعت نماز پڑھی' جب آپ باہر تشریف لائے' تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ کلید انہیں دیدی جائے' تاکہ سقایہ (زمزم پلانے) اور کلید برداری کا منصب دونوں ان کے پاس رہے۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کلید عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں اور ان سے معذرت چاہیں' عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے پہلے جبر کیا مجھے ستایا اور اب نرمی کرنے آئے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ اللہ نے تمہاری شان میں وحی نازل فرمائی ہے' پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی' عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا اپنے تو اپنے اسلام کا اعلان کیا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پیشین گوئی کی کہ کلید برداری تمہارے خاندان میں ہمیشہ باقی رہے گی.....!

❷ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [۸/الانفال:۲۷]

''اے ایمان والو! نہ تو اللہ و رسول کی امانت میں خیانت کرو' اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو' اور تم (خیانت کے وبال سے) واقف ہو۔''

استدلال کی وجہ

کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرنا ہے' کیونکہ رشوت لے کر وہ شخص اس منصب پر کسی نااہل کو فائز کرے گا اس طرح اس حالت میں روپیہ خرچ کرنا عین رشوت ہے جو حرام ہے۔

③ ابن عدی' عقیلی' اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَلَّدَ اِنْسَانًا عَمَلاً وَفِیْ رَعِیَّتِهٖ مَنْ هُوَ اَوْلٰی مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَهٗ وَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ)) [1]

''جس نے کسی شخص کو کوئی کام سونپا' اور اس کے ماتحتوں میں کوئی ایسا ہے۔ جو اس سے زیادہ لائق ترین اور اہل ہے۔ تو اس شخص نے اللہ رب العزت اس کے رسول' اور عام مسلمانوں سے خیانت کی''۔

ان کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ:

((وَمَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰی عِصَابَةٍ وَ فِیْ تِلْکَ الْعِصَابَةِ مَنْ هُوَ اَرْضٰی لِلّٰهِ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَهٗ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ))

''جس نے کسی شخص کو کسی جماعت پر کارگذار بنایا' اور اس جماعت میں ایسا

---

[1] عقیلی نے کہا: اس کے حدیث ہونے کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتا ہے.....الخ اس کی سند میں حسین بن قیس رحبی' ضعیف راوی ہے' اس کی شہادت ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔ جو ابراہیم بن زیاد کی سند سے منقول ہے۔ لیکن یہ خود مجہول ہے۔ اس نے خصف سے' اس نے عکرمہ سے' اور انہوں نے ابن عباس سے اس کو نقل کیا ہے' تاریخ خطیب میں ابرہیم کے تذکرہ کے اندر یہ درج ہے۔ نیز طبرانی نے ''حمزہ تصیبی عن عمرو بن دینار' عن ابن عباس'' اسی روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن حمزہ خود بھی ضعیف ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص موجود ہے۔ جو خدا کی خوشنودی کو زیادہ چاہتا ہے' تو وہ اللہ کے ساتھ اس کے رسول کے ساتھ اور جماعت مسلمین کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا''۔ ❶

④ ابویعلی نے حضرت حذیفہ سے مرفوع سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ:۔

((اَیُّمَا رَجُلٍ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰی عَشْرَةِ اَنْفُسٍ وَعَلِمَ اَنَّ فِی الْعَشْرَةِ مَنْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْهُ فَقَدْ غَشَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَسُوْلَهٗ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ)) ❷

جس شخص نے دس آدمیوں پر کسی شخص کو کارگذار بنایا' اور اسے معلوم ہے کہ اس گروہ میں اس سے بہتر بھی کوئی شخص ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور جماعت مسلمین کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا۔

استدلال کی وجہ

منصب یا کسی کام کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا اس منصب یا اس کام کو نااہلوں کے حوالہ کرنا ہے۔ اور کسی کام کو نااہل کے حوالہ کرنا خدا اور اس کے رسول کے ساتھ دھوکہ دہی اور فریب کے مصداق ہے اور یہ حرام ہے۔ اس لیے منصب یا کام کے حصول کے لیے مال خرچ کرنا حرام رشوت میں داخل ہے۔

⑤ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ❸ نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

((مَامِنْ وَّالٍ یَّلِیْ رَعِیَّةً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌ لَّهُمْ اِلَّا

---

❶ الدرایۃ تخریج احادیث الہدایہ: ج ۲ ص ۱۶۵' السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۰' تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ج ۱۵' ردالمحتار علی الدرالمختار: ج ۴ ص ۳۰۴۔

❷ الدرایۃ تخریج احادیث الہدایہ: ج ۲ ص ۱۶۵۔

❸ مسلم نے بھی اس کے مطابق روایت کی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

''ہر وہ والی جو مسلمانوں کی جماعت کی نگہداشت کرتا ہے' اگر وہ اس حال میں مرے کہ اس نے لوگوں کے ساتھ فریب کیا ہو' تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔'' [1]

استدلال کی وجہ

امت مسلمہ کو دھوکہ دینا حرام ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے اس امت کو دھوکہ دینے والوں کو جنت سے محرومی کی وعید سنائی ہے۔ اور نا اہل کو کسی منصب پر فائز کرنا امت کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا امت کی مصلحت اور اس کے مفاد کو نظر انداز کرنے والا ہے' اس لیے یہ فعل حرام ہوگا اور جو اس قسم کے فعل کا باعث ہوگا' وہ بھی حرام ہوگا۔

⑥ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

(مَنْ وَّلّٰى مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئاً فَوَلّٰى رَجُلًا لِمَوَدَّةٍ اَوْ قَرَابَةٍ بَيْنَهُمَا فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالْمُسْلِمِيْنَ) [2]

''جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی ہوا' پھر اس نے کسی شخص کو باہم دوستی یا رشتہ داری کی بنیاد پر کسی منصب پر فائز کیا تو اس نے اللہ اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی''

استدلال کی وجہ

باہم دوستی یا قرابت داری کی بنیاد پر کسی کو کوئی منصب دینا ایسی خیانت ہے' جس کی حرمت ثابت ہے۔ اور اگر رشوت دے کر یہ منصب دیا گیا۔ تو بدرجہ اولیٰ یہ فعل حرام ہوگا اور جس طرح رشوت لینے والا حرام کا مرتکب ہوگا۔ رشوت دینے والا بھی فعل حرام کا مرتکب

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۶/۲۶۴ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۴۔

[2] کتاب السیاسۃ الشرعیہ فی رد شیعہ میں مکتبہ جامعہ سلفیہ والسیاسۃ الشرعیہ فی الحقوق الدینیہ والدنیویہ کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۱۵ مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوگا' کیونکہ اسی رشوت دینے سے اس کو منصب ملا ہے۔ جبکہ وہ اس کا اہل بھی نہیں تھا۔

⑦ صحیح بخاری اور مسلم میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: ''کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور کوئی منصب چاہا' آپ نے ان کے جواب میں فرمایا ''ہم اپنے ان امور کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد نہیں کرتے' جو اس ذمہ داری کو طلب کرتا ہو [1]

استدلال کی وجہ

یہ حدیث صاف بتاتی ہے کہ منصب اور مقام کسی ایسے کے حوالہ نہ کیا جائے' جو اس کا طلب گار ہو' اور جب یہ امر مسلم ہے تو رشوت لے کر مقام یا منصب کو کسی کے حوالہ کرنا بدرجہ اولی ناجائز اور حد درجہ برا ہوگا۔

⑧ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّهَا اَمَانَةٌ وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّىٰ الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا)) [2]

''یہ (منصب) ایک امانت ہے' اور یہی چیز قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی' اور رسوائی سے محفوظ وہی رہے گا' جس نے اس کو سچائی کے ساتھ کیا ہوگا اور اس کا پورا پورا حق ادا کیا ہوگا۔''

استدلال کی وجہ

رشوت دے کر والی یا کارگذار بننا ناحق مرتبہ حاصل کرنے کے مترادف ہے' اور ناحق مرتبہ حاصل کرنا رسوائی اور ندامت کے گڑھے میں اپنے آپ کو گرا دینا ہے' اور یہ بات واضح ہے کہ ندامت اور ذلت کسی اہم اور حرام کام میں پڑ جانے کی وجہ سے ہوتی ہے لہٰذا اس صورت میں رشوت لینا بھی حرام ہوگا۔

---

[1] السیاسۃ الشرعیۃ لابن تیمیہ: ص ۱۱' تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیہ: للسید عبداللہ جمال الدین ص ۱۶۔ [2] السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۴' تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: للسید عبداللہ جمال الدین ص ۱۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

⑨ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ' وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَضُیِّعَتِ الْاَ مَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ))

''جب امانت ضائع کی جانے لگے' تو قیامت کا انتظار کرو۔''

قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَااِضَاعَتُھَا؟ قَالَ((اِذَا وُسِّدَالْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ)) [1]

عرض کیا گیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم امانت کا ضائع کرنا کیونکر ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی کام نااہلوں کے سپرد کیا جائے (تو یہ امانت کا ضائع کرنا ہے) اس وقت تم قیامت کا انتظار کرو۔''

استدلال کی وجہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب اور ذمہ داری نا اہل کے حوالہ کرنے کو امانت کی بربادی سے تعبیر کیا ہے۔ اور امانت کو برباد کرنا حرام ہے' اور رشوت دینے والوں کو کام سونپنا نااہلوں کو ذمہ داری دینا ہے۔ کیونکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ رشوت دینے والے ہی نا اہل اور برخود غلط ہوتے ہیں' لہٰذا کام ان کے حوالہ کرنا امانت میں خیانت کے مصداق ہوگا' اور یہ حرام ہے' لہٰذا رشوت دینا بھی حرام ہوگا۔

⑩ اس بات پر اجماع ہے کہ حقدار اور اہلیت رکھنے والوں کو ذمہ داری سونپی جائے اور رشوت دینے والوں کو ذمہ داری دینا کام کو نااہلوں کے حوالہ کرنا ہے' اور یہ فعل اجماع کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا منصب یا کسی ذمہ داری کے حصول کے لیے رشوت دینا بھی ناجائز ہوگا۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ والایمان من قلوب الرجال وعقوباتھا، ح: 6496

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

جرم رشوت سے متعلقہ امور

اس فصل میں تین مطالب ہیں۔

پہلا مطلب: ہدیہ کا بیان' اس کی تعریف' ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے؟

① ہدیہ کی لغوی تعریف:۔ ''ھدیہ'' کا اصل مادہ ''ھدی'' ہے' یہ لفظ جوڑنے اور ملانے پر بولا جاتا ہے' چنانچہ کہا جاتا ہے اَھْدَی الرَّجلُ اِمْرَاَتَهٗ مرد نے اپنی دولہن کو اپنے پاس بلایا' اور اس سے ملا' ھدیة کی جمع ھَدَایَا آتی ہے' جب کہ اہل مدینہ کی لغت میں اس کی جمع ھَدَاوَیٰ ہے۔

اور صحاح میں ہے' ھَدِیة' ھَدَایَا کا واحد ہے۔ کہتے ہیں: اُھْدِیَتْ لَهٗ اِلَیْهِ المِهْدَیٰ میم پر زیر کے ساتھ' یعنی تھالی یا وہ طباق وغیرہ جس میں ہدیہ بھیجا جائے' ابن اعرابی نے کہا: مِهْدَیٰ (میم پر زیر کے ساتھ) سے مراد تھالی یا طباق' اسی وقت ہوگا' جب کہ ہدیہ دی ہوئی چیز بھی اس کے اندر موجود ہو۔ اور مِهْدَآء' مد کے ساتھ یعنی وہ شخص جس کی عادت ہدیہ دینے کی ہو۔ اور تَهَادُوْا تَحَابُّوْا [1] ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

اصطلاحی تعریف

ہدیہ کی مختلف تعریف کی گئی ہے' کوئی کہتا ہے:۔ ''کسی شرط کے بغیر ایک آدمی دوسرے کو جو مال دیتا ہے' اس کو ہدیہ کہتے ہیں''۔

اس تعریف میں ''کسی شرط کے بغیر'' کے الفاظ قید احترازی کی حیثیت رکھتے ہیں ان سے رشوت خارج ہو [2] جاتی ہے۔ نیز ان الفاظ سے بدلہ کا ہدیہ بھی خارج ہو جاتا ہے یہ وہ ہدیہ ہے۔ جس میں اسی جیسا یا اس سے کم یا زیادہ تحفہ لوٹانے کی پیشگی شرط ہوتی ہے۔

---

[1] الصحاح للجوہری: ج ۶ ص ۲۵۳۴۔

[2] فتاویٰ ہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' المسؤلیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی للبہنسی: ص ۷۰ بتصرف۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ: ایک شخص پہل کر کے دوسرے کو اس کی طلب کے بغیر ہدیہ دے۔ ❶ یہ بھی کہا گیا ہے۔ ''ہدیہ ایسا مال ہے۔ جو ایک شخص دوسرے کو اعانت کی شرط لگائے بغیر اسے دیتا ہے۔ ❷

کوئی کہتا ہے کہ ہدیہ وہ مال ہے۔ جو دلی محبت کے اظہار' الفت کے حصول اور ثواب کی غرض سے عزیزوں' دوستوں' علما' مشائخ' اور صالحین کو دیا جائے' جن کے بارے میں اسے حسن ظن ہو۔ ❸

۲۔ ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے؟

مقدمہ: ہدیہ کی حقیقت یہ ہے کہ شرعاً یہ مستحب اور پسندیدہ امر ہے' اس کا ثبوت ابو یعلیٰ سے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول وہ حدیث ہے' جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ﴿ تَهَادُوْا تَحَابُّوْا ﴾ ''ایک دوسرے کو ہدیہ دو' اس سے محبت بڑھے گی''

نیز ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((تَهَادُوْا تَحَابُّوْا وَتَصَافَحُوْا يُذْهِبُ الْغِلَّ عَنْكُمْ))

''ایک دوسرے کو ہدیہ دو' اس سے محبت بڑھے گی' ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' اس سے تمہارا کینہ اور حسد جاتا رہے گا''۔

نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَهَادُوْا اِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ ❹ الصَّدْرِ' وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَو بِشِقِّ فَرْسَنِ ❺ شَاةٍ ❻))

'' ایک دوسرے کو ہدیہ دو' اس سے دل کا کینہ ختم ہو جاتا ہے' اور کوئی پڑوسن

---

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷۔ ❷ الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ لعلی قراعہ: ص ۳۲۸۔
❸ تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیہ: ص ۵۰۔ ❹ یعنی کینہ' کھوٹ'
❺ بکری کی کھر' النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ج ۳ ص ۴۲۹۔ ❻ کنز العمال: ج ۶ ص ۵۵' ۵۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ جانے' اگرچہ وہ بکری کی ایک کھر ہدیہ میں کیوں نہ دے۔''

ان روایتوں میں ہدیہ دینے کا حکم وارد ہے۔ اور حکم وجوب سے استحباب کی طرف مائل ہوگا' کیونکہ ہدیہ دینا واجب نہ ہونے پر اجماع وارد ہے اور ہدیہ کا قبول کرنا بھی اسی مفہوم کی وجہ سے مستحب ہے' جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے' وہ یہ کہ لوگوں میں محبت عام ہو' لیکن ہدیہ کا یہ لین دین اسی شخص کے لیے ہوگا۔ جو مسلمانوں کے کسی کام کا نگراں اور ذمہ دار نہ رہا ہو' رہا وہ شخص جسے کسی قسم کی ذمہ داری سونپی گئی' جیسے اسے قاضی' والی' یا گورنر بنایا گیا' تو ایسے عہدہ داروں کو ہدیہ قبول کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ خصوصاً ایسے لوگوں کو تحفہ تحائف اور بھی قبول نہیں کرنا چاہئے' جنھیں منصب پر فائز ہونے سے پہلے تحفہ نہیں ملا کرتا تھا۔ کیونکہ گاہے گاہے تحفہ دینے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا حربہ بنالیا جاتا ہے اور اس کے بعد اپنی ضرورت پوری کی جاتی ہے' اور وہ کام کرایا جاتا ہے۔ جو ملازم پر ہدیہ لیے بغیر بھی فرض ہوتا ہے۔ اب اگر اسی کے فرض کو انجام دلانے کے لیے اسے تحفہ دیا گیا' تو یہ ایک قسم کی رشوت ہوگی' [1] کیونکہ ہدیہ دینے والا جس کو ہدیہ پیش کرتا ہے' اس کی قربت اور نزدیکی کا خواستگار ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا کی قربت اور نزدیکی مطلوب نہیں ہوتی' اس لیے اس کے اندر کسی خیر کے پیدا ہونے کا سوال نہیں آتا' وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ ہدیہ لینے والے کے دل میں اس کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو سکے' اس طرح اس کا دینا دلانا ایک دلی مقصد کے تحت ہوتا ہے۔ جس کے خارج میں پائے جانے کو وہ دل سے چاہتا ہے' کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ہدیہ لینے والا صاحب اقتدار' ذی جاہ' اور بارسوخ ہے' اگر ان کی خوشنودی حاصل رہی تو اسے کامیابی ہوگی' ان کی توجہ اس کی طرف منعطف رہی تو اس کا کام ہو جائے گا' دوسروں کے خلاف انہیں مدد مل جایا کرے گی' یا کوئی منصب یا ملازمت حاصل ہوگی' یا ایسی ہی کوئی صورت میسر آئے گی' جس سے شخصی اور ذاتی مفاد کا حصول ممکن

---

[1] مبسوط: ج ۱۶ ص ۸۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ ❶

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ امور سلطنت سے متعلقہ کسی کام کا جو شخص ذمہ دار ہوگا اس کے لیے کسی قسم کا تحفہ قبول کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دونگا' کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ عمال اور گورنروں کا تحفہ خیانت اور کھوٹ ہے۔ اور کسی حاکم کو خاص طور پر ہرگز اس کی اجازت نہیں ہوگی' ہاں اس منصب پر فائز ہونے سے پہلے جس کسی سے اس کا یارانہ اور میل ملاپ ہوگا۔ اس سے تحفہ قبول کرنا مستثنیٰ ہوگا۔ ❷

ابن تین کہتے ہیں:۔ گورنروں کو تحفہ دینا رشوت ہے۔ اس کو تحفہ اور ہدیہ کہا بھی نہیں جاسکتا' اس لیے کہ اگر وہ شخص گورنر نہ ہوتا تو کون اسے تحفہ دیتا؟ یونہی قاضی کو ہدیہ دینا سخت قبیح اور حرام ہے' وہ اس کا مالک بھی نہ ہوگا۔ ❸

ربیعہ کہتے ہیں: ہدیہ سے بچو' اس لیے کہ ہدیہ رشوت کا زینہ ہے۔ ❹ بعض کہتے ہیں کہ ہدیہ حکمت کے نور کو بجھا دیتا ہے۔ ❺ اور یہ رشوت کی شباہت اپنے اندر رکھتا ہے۔ ❻

ان وجوہات کے تحت مذکورہ بالا صورتوں میں ہدیہ دینا رشوت کی طرح حرام ہوگا' پھر افراد اور ان کے سپرد ذمہ داریوں میں فرق ہونے کی وجہ سے ان کے رشوت لینے میں بھی نمایاں تفاوت ہوتا ہے' اس لیے ذیل میں ہم بعض اہم منصب اور ذمہ داریوں کو مفصل بیان کرتے ہیں' ساتھ ہی اس کی وضاحت بھی کرتے چلیں گے کہ کونسا ہدیہ کس وقت رشوت کے حکم میں ہوگا؟ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ امام

امام سے ہماری مراد مسلمانوں کا حاکم اور ان کا والی ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں حاکم کو ہدیہ کی اجازت درج ہے ❼ لیکن ابن عابدین نے اپنے حاشیہ میں حاکم کے لیے ہدیہ کو

---

❶ تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ص ۵۰۔ ❷ المقنع: ج ۳ ص ۶۱۲' الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۳
❸ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج ۱۱ ص ۴۰۷۔ ❹ معین الحکام: ص ۱۷' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۳۔
❺ معین الحکام: ص ۱۷' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۰۔ ❻ حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۰۔ ❼ فتاویٰ ہندیہ: ج ۳ ص ۳۲۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ امام کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام سے مراد اگر جمعہ کا امام ہو تو وہ مستثنیٰ ہے اور اگر امام سے مراد والی ہو تو اس کو ہدیہ لینا حلال نہیں ہوگا ابن عابدین نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ہے کہ دلائل کے لحاظ سے یہی مناسب ہے' اس لیے کہ والی' دیگر حکام کا سربراہ اور مملکت کا صدر نشیں ہوتا ہے' اس کو پیشوا ہونے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو تحفہ تحائف لینا حرام ہوگا۔ [1]

امام طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امام کو تحفہ دینا خیانت ہے۔'' [2]

ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ''سلطان کو ہدیہ دینا انتہائی قبیح حرام اور خیانت ہے۔'' [3]

ابن جریر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ''امراء کو ہدیہ دینا خیانت ہے۔'' [4]

سابقہ احادیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ لینا' مال غنیمت سے خفیہ طور پر کچھ لینے کے مترادف ہے اور مال غنیمت سے خفیہ اور غیر شرعی طور پر کچھ لینا بالاتفاق حرام ہے [5] لہٰذا والی کا ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

لیکن اس سبب کے باوجود میری اپنی رائے یہ ہے کہ امام کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے لیکن شرط یہی ہے کہ اس کو جو ہدیہ مل رہا ہے' منصب یا ولایت کے تحت ہرگز ہرگز نہ مل رہا ہو' نہ ہی مقام یا منصب پر فائز ہونے کے نتیجہ میں کسی حاجت یا ضرورت پوری کرنے کی لالچ سے دیا جا رہا ہو۔ یہ اسی لیے کہ سابقہ نصوص اور صراحتوں کی وجہ سے تحفہ کا لین دین اس لیے حرام ہے کہ اس منصب یا مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے انہیں تحفہ تحائف نصیب ہوتا ہے'

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۳۷۔ [2] کنز العمال: ج ۶ ص ۵۶' فیض القدیر: ج ۶ ص ۳۵۷۔
[3] کنز العمال: ج ۶ ص ۵۶۔ [4] کنز العمال: ۶/ ۵۸ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث امدانی الکبیر: ج ۴ ص ۱۸۹' نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۷۸۔ [5] تفسیر القرطبی: ج ۴ ص ۲۶۰' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ابن تین کی پیش کردہ سابقہ عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جوارشاد آگے آرہا ہے' اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے' رہے وہ تحفے جن کے اندر یہ علت نہ ہو' وہ اباحت کی اصل پر باقی رہیں گے' اوران کا لینا اوران کے بدلہ بہتر تحفہ دینا مباح اور جائز ہوگا' یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تحفہ تحائف صرف ان لوگوں سے قبول فرماتے تھے' جن کی بابت خوش دلی سے دینے کا آپ کو کامل یقین ہوتا تھا اور آپ اچھی طرح یہ جانتے تھے کہ اس تحفہ کے پیچھے کوئی دنیاوی غرض مضمر نہیں ہے' پھر اس سبب کے بعد آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ جواب میں اس سے کئی گنا زیادہ تحفے عنایت فرمایا کرتے تھے۔ [1]

لیکن اگر کسی منصب کے حصول' یا موجودہ یا آئندہ کی ضرورت کے تحت ہدیہ دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہوگا' نہ ہی کسی حال میں اس کا قبول کرنا درست ہوگا' اس کی دلیل سابقہ احادیث ہیں' جن سے صراحت کے ساتھ حرمت ثابت ہوتی ہے' کیونکہ ان صورتوں میں خاص ولایت اوراس کے متعلقات پر فائز ہونے کی وجہ سے ہی تحفہ تحائف کا لین دین ہوا کرتا ہے۔

اور جن صورتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحفہ لیا' ان سے کوئی شخص حجت نہیں پکڑ سکتا' اس کی وجہ بھی ہم نے پہلے ذکر کی' کہ آپ کی ذات سے کسی قسم کی کجی یا زیادتی کی طرف میلان کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا' جبکہ دوسرے ہدیہ قبول کرنے والوں سے اس کا قوی اندیشہ ہے۔ [2]

یہی وہ خوف تھا' جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے بیدار مغز خلیفہ کو تحفہ تحائف واپس کرنے پر مجبور کیا تھا' جب آپ سے کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے! تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا' وہ آپ کے لیے تحفہ ہوتا تھا' لیکن ہمارے

---

[1] الروض النضیر: ج۴ص۱۱۹۔

[2] الروض النضیر: ج۴ص۱۱۹' معین الحکام: ص۱۷' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج۸ص۹۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لیے رشوت ہے۔ اس لیے بھی کہ یہ تحفہ مقام نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو ملتا تھا' والی ہونے کی وجہ سے نہیں اور ہمیں محض والی ہونے کی بنا پر تحفہ ملتا ہے'[1] اس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔[2]

بادشاہوں کے تحفہ تحائف کی بابت حضرت طاووس سے پوچھا گیا' تو آپ نے کہا ''حرام ہے'' حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بادشاہوں کے تحفے خیانت ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کے تحفے اول تو قبول نہیں کرتے تھے' اور اگر قبول بھی فرماتے تو اسے بیت المال میں داخل فرما دیتے تھے' کوئی کہتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول کرتے تھے' تو آپ جواب دیتے کہ آپ کے وقت میں وہ ہدیہ ہوتا تھا' لیکن آج رشوت ہے:[3]

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَزَوَّدْ حِكْمَةً مِنِّيْ وَخَلِّ الْقِيْلَ وَالْقَالَا

''مجھ سے حکمت کی ایک بات سنو! اور اس کو اپنے لیے زاد راہ بنالو اور چوں چرا نہ کرو۔''

فَسَادُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا قَبُوْلُ الْحَاكِمِ الْمَا لَا

''حاکم کا مال قبول کرنا دین دنیا کی خرابی کا باعث ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إِذَا اَتَتِ الْهَدِيَّةُ دَارَ قَوْمٍ تَطَايَرَتِ الْاَمَانَةُ مِنْ كُوَاهَا[4]

''جب ہدیہ کسی قوم کے گھر آتا ہے' تو امانت اس کے روشن دان سے نکل کر اڑ جاتی ہے۔''

---

[1] معین الحکام: ص ۱۷' حاشیہ الرہونی ج ۷ ص ۳۱۲' الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۳۳۲۔
[2] حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۲۔ [3] حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۲۔
[4] حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔قاضی

قاضی اس شخص سے ہدیہ قبول کرسکتا ہے۔جس کا کوئی تنازعہ اس کی عدالت میں دائر نہ ہو۔اور منصب قضا پر فائز ہونے سے پہلے بھی قربت داری کی وجہ سے ان کے درمیان تحفہ تحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا' جیسے ذی رحم محرم نے تحفہ دیا ہو۔اس سے تحفہ لینا اس کے لیے درست ہے۔کہ اس قرابت داری کے ہوتے ہوئے قاضی اس کے حق میں فیصلہ نہیں کرسکتا' اسی طرح دوستانہ تحفہ بھی درست ہے' لیکن اس شرط کے ساتھ کہ منصب قضا پر فائز ہونے سے پہلے اس کو جتنا ہدیہ دیتا تھا اس سے زائد نہ دینے لگا ہو۔ [1]

اسی طرح قاضی' والی سلطنت سے تحفہ لے سکتا ہے' جس نے اس کو والی بنایا اور خود اس کا کوئی مقدمہ اس کی عدالت میں دائر نہیں ہے' یا مقدمہ دائر تھا' لیکن پیشتر ہی اس نے اس کا فیصلہ سنا دیا تھا۔ [2]

ان صورتوں میں تحفہ تحائف کا لین دین اس لیے درست ہے کہ ہدیہ دینے میں سر دست کسی تہمت کا ڈر نہیں ہے۔کیونکہ ڈر اس کے میلان طبع' یا دائر تنازعہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اس وقت مفقود ہیں' [3] نیز اس لیے کہ پیشتر بھی ان میں ہدیہ کا لین دین جاری تھا۔ [4]

یہ ایک رہی' لیکن اس سب کے باوجود علاء الدین طرابلسی کی رائے یہ ہے کہ

---

[1] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' فتح العلام: ص ۳۲۰' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' ردالمحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۱۱' حاشیہ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۱۶۵' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۱' شرح الجوہرۃ: ج ۲ ص ۲۴۲' جواہر العقود: ج ۲ ص ۳۵۷' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۲۹' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۵' مبسوط: ج ۱۶ ص ۸۲' سبل السلام: ج ۴ ص ۱۱۶۷ الزوائد فی فقہ الامام احمد بن حنبل: ص ۸۸۹' انصاف ج ۱۱ ص ۲۱۰' ۲۱۱' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۷' الفواکہ العدیدہ فی المسائل المفیدۃ: ج ۲ ص ۹۸' المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۷۳' المہذب: ج ۲ ص ۲۹۲۔

[2] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' ردالمحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۱۱' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۲۹۔ [3] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷۔

[4] المغنی والشرح الکبیر: ص ۴۳۷۔

اسلامی کتب کی دنیا میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قاضی کو مطلق تحفہ تحائف لینے سے گریز کرنا چاہئے' کیونکہ تحفہ قبول کرنے پر لینے والا دینے والے سے لازماً نرم روی اور سیر چشمی کا برتاؤ کرتا ہے۔ جس کا خمیازہ قاضی کو بھگتنا پڑتا ہے اور بگاڑ سے بچنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ ❶

کیونکہ مذکورہ بالا افراد کے علاوہ دیگر افراد سے قاضی کو تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہاں تہمت کا اندیشہ ہے۔

اور وہ فقرہ بھی صحیح ثابت ہوگا' جس میں کہا گیا ہے کہ: جب تحفہ تحائف دروازے سے آتے ہیں' تو امانت روشن دان سے نکل کر اڑ جاتی ہے۔ ❷

اور ہدیہ دینے والا جب پہلے سے تحفہ تحائف نہیں دیتا تھا' بلکہ ابھی ابھی دینا شروع کیا ہے۔ تو لامحالہ اس کی کوئی غرض ضرور ہوگی' اور غرض اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ کسی باطل مقاصد کے لیے اس کی آڑ لینا چاہتا ہے۔ یا اس لین دین کے ذریعہ وہ کسی چیز پر اپنا حق جتلانا چاہتا ہے' اور یہ تمام چیزیں کھلم کھلا حرام ہیں۔ ❸

اور ادنیٰ ترین مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شخص مذکور قاضی کی مصاحبت سے لوگوں میں شہرت اور نام آوری چاہتا ہے' تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں' اس کی باتوں کو خاطر میں لائیں اور اس مقصد کے حاصل ہونے کے بعد وہ یہ ضرور چاہے گا کہ اپنے مقابل پر غلبہ پائے' یا ان مطالبات سے محفوظ رہے' جن کا تقاضا لوگ اس سے کر سکتے ہیں' کیونکہ اس طرح لوگ اس سے خوف کھائیں گے' حقدار کو جھجک ہوگی' اور جنہیں اس شخص سے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا' اب انہیں زبردست خطرات لاحق ہوں گے' جو حشر ان چیزوں کا ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی انجام رشوت کا ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے دین کی حفاظت کے خواہاں حاکم کو اس سے بچنا چاہیے' خصوصاً جسے اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کا ڈر ہو اس شخص کو منصب قضا پر فائز ہونے کے بعد تحفہ تحائف قبول کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اس کا یہ احسان جب تک پیش نظر ہوگا' طبیعت میں اس کا اثر موجزن ہوگا۔ اور احسان کرنے

---

❶ معین الحکام: ص ۱۷ ❷ مبسوط: ج ۱۶ ص ۸۲' تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیہ: ص ۵۳۔ ❸ عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۴۹۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والے کی طرف سے دل میں الفت اور محبت بڑھے گی' اور جب قاضی کے سامنے اس پر یہ احسان دھرنے والے اور اس کا فریق دونوں آئیں گے' تو فطری طور پر قاضی کا دل اس کے احسان کی طرف متوجہ ہوگا' اور اس کے نتیجہ میں حق اور صداقت سے اس کا دل ہٹ کر اسی کی طرف مائل ہوگا اور لطف یہ کہ یہ انقلاب اس طرح آپ سے آپ رونما ہوگا' کہ بیچارے قاضی کو اس کا احساس تک نہ ہوگا۔ بلکہ وہ یہی خیال کرے گا کہ احسان کرنے والے کے احسان نے اس کے دل میں کوئی اثر نہیں کیا' اس لیے اس سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا' اور یہ واقعہ ہے کہ اس صورت میں ہدیہ نے جو گل کھلائے' رشوت بھی اس سے زیادہ اثر نہیں دکھاتی۔ [1]

ذیل میں ہم بعض ایسی صورتیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں تحفہ تحائف رشوت کے ہم رنگ اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔

(الف) ایسے شخص کا تحفہ جس کا کوئی مقدمہ اس قاضی کی عدالت میں دائر ہو' خواہ یہ شخص منصب قضا پر فائز ہونے سے پیشتر قاضی کو تحفہ دیا کرتا تھا۔ یا نہیں دیتا تھا' خواہ دونوں میں کوئی رشتہ داری ہو' یا نہ ہو۔ [2]

(ب) ایسے شخص کا تحفہ جس کا کوئی مقدمہ عدالت میں دائر تو نہیں' لیکن قضا سے پیشتر باہم تحفہ کا لین دین بھی نہیں تھا۔ [3]

(ج) اس شخص کا تحفہ جس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت نہیں' البتہ ان کے درمیان باہم ہدیہ کا لین دین تھا' لیکن منصب قضا کے بعد اس کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور قضا پر فائز ہونے سے اس کو جتنا دیتا تھا' اب اس میں اضافہ کیا گیا' لہٰذا جتنا اضافہ کیا گیا' وہ جائز

---

[1] عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۴۹۸۔

[2] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' کذا معین الحکام: ص ۱۷ کذا فتح العلام: ج ۲ ص ۳۲۰' وکذا فی حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۱' وکذا فی شرح الجوہرہ: ج ۲ ص ۲۴۲' وکذا فی الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۲۹' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج ج ۸ ص ۹۴' کذا فی الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۰' کذا فی المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۷' کذا الغواکہ العدیدۃ فی المسائل المفیدہ ج ۲ ص ۹۸' المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی للبہنسی: ص ۷۳۔

[3] الفتاویٰ الہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' معین الحکام ص ۱۷ کذا فی جواہر العقود: ج ۲ ص ۳۵۷' کذا فی نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۵' کذا فی المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۶' المہذب: ج ۲ ص ۲۹۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوگا۔ ❶

البتہ بذدوی نے اس قدر زائد تحفہ کی اجازت دی ہے جتنا کہ اس شخص کی دولت میں پہلے سے اب اضافہ ہوا ہو لیکن اگر دینے والا اپنی مالی حیثیت سے بڑھ کر تحفہ دینے لگے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ❷

مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ زائد ہی نہیں' بلکہ جملہ تحائف حرام ہونگے۔ انہوں نے اس صورت کو ایسے سودے پر قیاس کیا ہے' جس میں حرام وحلال یکجا ہو جائے۔ ❸ شافعیہ کے نزدیک اگر یہ نہ معلوم ہو سکے' کہ پہلے کتنا دیا کرتا تھا اور بعد میں کس قدر مقدار کا اضافہ کیا تو سارا کا سارا تحفہ حرام ہوگا۔ ❹

(د) والی کا تحفہ' جس نے خود قاضی مذکور کو منصب قضا پر فائز کیا' اور اس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت ہے' جس کا اب تک فیصلہ نہیں سنایا گیا۔ ❺

(ھ) ایسے شخص کا تحفہ جو اسے اس لیے تحفہ دیتا ہے کہ وہ منصب قضا پر فائز ہے اگر وہ قاضی نہ ہوتا' تو اسے ہرگز تحفہ نہ دیتا۔ ❻

ان تمام صورتوں میں ہدیہ نا قابل قبول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے اسے قبول کیا تو اس پر جادۂ انصاف سے ❼ مڑ جانے کا الزام عائد ہوگا' نیز ان صورتوں میں اغلب یہی ہے کہ تحفہ دیکر دل کو اپنی طرف منعطف کیا جا رہا ہے' تا کہ فیصلہ میں اس کے ساتھ جانب داری اور رقابت برتی جائے اور یہ صورت بعینہٖ رشوت کے مشابہ ہے۔ ❽

۳۔ مفتی کو ہدیہ

اگر کوئی شخص مفتی کو اس کے علم و معرفت اور نیکوکاری کے سبب الفت و محبت کے

---

❶ الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۳۲۶ کذا فی معین الحکام: ص ۱۷' کذا فی رد المحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۱۱' کذا فی جواہر العقود: ج ۲ ص ۳۵۷ م کذا فی الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ ص ۳۲۹' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۷۳۔ ❷ الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۳۲۶' معین الحکام: ص ۱۷' رد المحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۱۱' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی للبہنسی: ص ۷۳۔ ❸ حاشیہ الدسوقی: ج ۴ ص ۱۶۵ ❹ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۵۔ ❺ الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۳۲۶۔ معین الحکام' ص: ۱۷۔ ❻ حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص: ۲۷۳۔ ❼ الروض النضیر: ج ۴ ص ۱۱۹۔ ❽ المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے تحفہ دیتا ہے' تو یہ جائز ہے۔ لیکن اگر کسی دنیاوی غرض کے لیے تحفہ دیتا ہے جیسے اس نے اپنے فریق مخالف کے خلاف قاضی کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ مفتی مذکور اس سلسلے میں اس کی مدد کرے' اس غرض سے اگر تحفہ تحائف اس کے حوالہ کرے' تو مفتی کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہوگا' اسی طرح فتویٰ میں کسی قسم کی رعایت کرنے کے لیے بھی تحفہ لینا جائز نہیں ہوگا۔ [1]

۴۔ واعظ اور مدرس کو تحفہ

واعظ اور مدرس تحفہ تحائف قبول کر سکتے ہیں' بشرطیکہ انہیں یہ تحفہ علم و دوستی اور نیکوکاری پر دیا جائے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیتے ہوں' اس قسم کا تحفہ درحقیقت ان کے اکرام و اعزاز کا باعث ہوا کرتا ہے۔ [2] اور اگر وہ اپنے فرائض میں پہلے سے کوتاہ ہیں' اور انہیں تحفہ اس لیے دیا جاتا ہے' تاکہ وہ چاق و چوبند ہو کر اپنا فرض انجام دیں' یا انہیں اس لیے تحفہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ انہیں کامیاب کرنے میں ان کی مدد کریں' یا انہیں امتیازی نمبرات دیں' یا مدرس خصوصی اسباق (ٹیوشن) لیتا ہے' جس میں شرکت کامیابی یا درجے میں ترقی کا سبب بنتی ہے' اس سلسلے کے تحائف جائز نہیں ہیں۔

اور بعض طلبا جو اپنے اساتذہ کو ان کے خصوصی درس (ٹیوشن) پر تحفہ دیا کرتے ہیں' میری نگاہ میں یہ تحفے بھی در پردہ رشوت ہیں' اس لیے کہ بعض اساتذہ بچوں کو کامیابی یا امتیازی نمبرات اسی وقت دیتے ہیں۔ جبکہ یہ بچے ان کے خصوصی درس (ٹیوشن) میں حاضر رہے ہوں۔ بعض طلبا یہ سب ہتھکنڈے جانتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے اساتذہ کی حسب خواہش اس سلسلے میں پیش قدمی کرتے ہیں' اور بعضے تو اساتذہ کو ان کے حق سے زائد دے دیا کرتے ہیں' یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تحفے تحائف بھی در پردہ رشوت ہیں۔

---

[1] ملاحظہ کیجئے حاشیہ ابن عابدین: ج ۸ ص ۳۷۳' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۶' الانصاف ج ۱۱ ص ۲۱۱ اور المقنع: ج ۳ ص ۶۱۱۔

[2] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۷۳' نہایۃ المحتاج: ج ۸ ص ۹۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملازمت کے تحت کام کرانا

کسی شخص کو کوئی کام دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ایک ذمہ داری سونپی گئی' اور ذمہ داری یا فرض منصبی کی انجام دہی پر ہدیہ یا تحفہ تحائف وصول کرنا جائز نہیں ہے' خواہ وہ کوئی عامل اور گورنر ہو' جو مسلمانوں کے صیغوں اور معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے [1] یا اس کے علاوہ ذمہ داری اس کے سپرد ہو' نیز اس کی ذمہ داری اس قسم کی ہو کہ اس کا وقار اسی ذمہ داری کا مرہون منت ہو' اور اگر وہ ذمہ داری اسے حاصل نہ ہو تو اسے کوئی پوچھنے کے لیے تیار نہ ہو۔ اس صورت میں اس کا تحفہ لینا رشوت ہوگا۔ جو ہدیہ کا روپ لیے ہوگی۔ [2]

لہٰذا اس سے اور ہر عیب اور داغدار کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہم مسلمانوں کی کارگذاری بے داغ اور نمایاں ہو' امانت داری' پرہیز گاری تقویٰ اور طہارت ہمارا شعار اور طرۂ امتیاز ہو اور اس طرح حقداروں کے حقوق میں موزونیت اور یکسانیت اجاگر ہو۔ اور اگر اس کے برخلاف کا مگاروں اور کارگذاروں نے تحفہ تحائف کی لت ڈال لی' تو یہ دراصل حرام رشوت لینے کا ایک ذریعہ ہوگا۔ اس لیے کہ اگر ہم ان تحائف کے اسباب اور وجوہ کی تلاش کریں تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ ہدیہ دینے والا صرف اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے' اور اپنے مفاد اور مصلحت کے لیے ہی کوشاں ہے' اس تحفہ کے رشوت ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کا مگار رشوت لے کر بھی اس کے بدلہ میں اتنا ہی کرتا ہے جتنا اس کی ڈیوٹی اور فرض منصبی کے لحاظ سے اس کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ جس شخص نے اس کو اس کام پر مامور کیا وہ صرف انھیں فرض کی انجام دہی کو اس سے چاہتا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جو چیز اس پر پہلے سے فرض ہو' خاص اس کی ادائیگی کے لیے تحفہ یا ہدیہ وصول کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

اور چونکہ ہدیہ لینے سے مسلسل ممانعت اس لیے ہے کہ تحفہ لے کر والی انصاف

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: یعنی ج ۱۱ ص ۴۰۵ قدرے تصرف کے ساتھ۔

[2] حاشیہ الرھونی: ج ۷ ص ۳۱۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہٹ جائے گا' تو اگر اس سے بڑا والی تحفہ وصول کرے' تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اس لیے کہ اس کے لینے میں کسی قسم کا شک رونما نہ ہوگا' [1] اسی طرح اس پر کوئی تہمت بھی عائد نہیں ہوگی' اس لیے کہ حکام آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی رعایت یا تحفہ کے بغیر بھی ہمدردی کرتے ہیں اور مرکزی اثر ورسوخ اور بالائی دباؤ سے ان کے کام انجام دیتے ہیں۔ [2]

کسی ملازم کو تحفہ لینا اسی وقت جائز ہوگا۔ جن حالات میں قاضی کو تحفہ لینے کی اجازت حاصل ہے۔ اس لیے کہ جب قضا جیسے اہم منصب پر فائز ہونے والے کے لیے تحفہ تحائف کی اجازت ہے تو عام ملازم کو تحفہ کی وصولیابی بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی۔

تحصیلداروں والیوں اور ملازموں کو تحفہ وصول کرنے کی حرمت کے دلائل

① امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہم سے علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا' ہم سے سفیان نے اور ان سے امام زہری نے نقل کیا ہے' اور انہوں نے عروہ سے سنا کہ ابو حمید ساعدی نے ان سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ بنو اسد کے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا: اس شخص کو ابن لُتبیہ کہتے تھے' [3] جب وہ صدقات وصول کر کے واپس آیا' تو کہنے لگا' یہ آپ لوگوں کے لیے ہے۔ اور یہ مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے' سفیان بھی کہتے ہیں کہ آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ان تحصیلداروں کو کیا ہو گیا ہے؟ جنھیں ہم وصولیابی کے لیے بھیجتے ہیں' جب وہ آتے ہیں' تو کہتے ہیں' یہ آپ کا ہے! اور یہ ہمارا ہے۔ بھلا یہ اپنے ماں باپ کے گھروں میں بیٹھ رہیں' پھر دیکھیں کہ کیا انہیں تحفے تحائف کوئی لا کر دیتا ہے؟ یا نہیں؟

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۷۳' ۳۷۴ قدرے تصرف کے ساتھ

[2] الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ لعلی قراعہ: ص ۳۲۹۔

[3] ایک قبیلہ بنو اسد کی طرف منسوب اس کا نام عبداللہ تھا۔

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ جو چیز لیکر قیامت کے دن آئیں گے' اسے اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوں گے' اگر وہ اونٹ ہوگا تو بلبلاتا ہوگا' گائے ہوگی تو چلاتی ہو گی اور بکری ہوگی تو میں میں کرتی ہوگی' پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے' یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی میں نے دیکھ لی' پھر فرمایا: سنو! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا: سفیان کہتے ہیں: زہری نے یہ واقعہ ہم سے بیان کیا' اور ہشام نے اپنے والد سے اور انہوں نے ابوحمید ساعدی سے اس قدر مزید نقل کیا ہے کہ ''میرے دونوں کانوں نے یہ سنا اور میری آنکھوں نے اس کو دیکھا' اور تم زید بن ثابت سے پوچھ لو وہ بھی میرے ساتھ سننے میں شریک تھے۔ [1]

استدلال کی وجہ

تحصیلداروں کا ہدیہ قبول کرنا حرام ہے' اس کی وجہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے عیاں ہوتی ہے کہ ''بھلا وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ رہیں''..... یہ فقرہ بتاتا ہے کہ تحفہ حرام ہونے کی علت' ملازمت پر تقرری ہے' اس حدیث سے ملازمین' تحصیلداروں' اور قاضیوں وغیرہ کے لیے تحفہ تحائف کی وصولیابی حرام ہو جاتی ہے۔ [2]

کیونکہ ہدیہ دینے والا تحفہ کے وسیلہ سے تحفہ لینے والے کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے' اس لیے رشوت کی طرح اس سے تحفہ کی وصولیابی بھی جائز نہیں ہوگی۔ [3]

(ب) امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے عرباض سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ((هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ)) تحصیلداروں کے تحائف خیانت ہیں۔ [4]

---

[1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی' فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۶ ص ۲۸۷' امام مسلم نے بھی اس کی تخریج کی' شرح صحیح مسلم للنووی: ج ۱۲ ص ۲۱۸' ۲۲۲ دلیل الفالحین: ج ۲ ص ۳۴۵۔

[2] دلیل الفالحین: ج ۲ ص ۳۴۶ بتصرف۔

[3] المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۷۔

[4] کنز العمال: ج ۶ ص ۵۶ حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۲' المقنع: ج ۳ ص ۶۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

ہدیہ لینا مال غنیمت سے کچھ نکال لینے کے مترادف ہے۔ اور مال غنیمت سے کچھ نکالنا بالاتفاق حرام ہے اس لیے تحصیلداروں کے تحائف بھی حرام ہوں گے' ان کا لینا جائز نہ ہوگا۔ ❶

(ج) ابو یعلیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تحصیلداروں کے کل تحفے حرام ہیں۔ ❷

اس حدیث سے تحصیلداروں کے تحفوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور جو چیز حرام ہو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔

(د) طبرانی نے کبیر میں حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْهَدِيَّةُ تَذْهَبُ بِالسَّمْعِ وَالْقَلْبِ وَالْبَصَرِ))

''ہدیہ کان' دل اور آنکھوں کو چھین لیتا ہے''۔ ❸

استدلال کی وجہ

تحفہ اور ہدیہ' لینے والے کے احساسات اور جذبات کو مسخر کر دیتا ہے اور اسے تمام تر دینے والے کا تابع فرمان بنا دیتا ہے۔ خواہ وہ باطل پر کیوں نہ ہو' اور جو تحفے تحصیلداروں کو اس طرح اندھا اور بہرا بنا دیں' ان کی حیثیت حرام ہوگی۔

(ھ) دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:

((اَلْهَدِيَّةُ تَعُوْرُ عَيْنَ الْحَكِيْمِ))

''تحفے تحائف حکمت والے آدمی کو بھی اندھا بنا دیتے ہیں''۔

---

❶ حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۱۔ ❷ کنز العمال: ج ۶ ص ۵۶' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۲۔

❸ کنز العمال: ج ۶ ص ۵۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ نے اپنے نبیوں پر وحی نازل فرمائی اس میں میں نے یہ پڑھا کہ ''ہدیہ حکمت والوں کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے''۔ ❶

استدلال کی وجہ

ہدیہ کی وجہ سے ہدیہ لینے والا دینے والے کو صرف پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ اس کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھ بھی نہیں سکتا' اور یہ آنکھیں تحفے تحائف کی وجہ سے سیر اور آسودہ ہوتی ہیں۔ یہی اس بات کا اشارہ ہے کہ لینے والا اپنی بداخلاقی کے سبب اس برائی کا خوگر ہوتا ہے' اور جو چیز اخلاق میں بگاڑ لانے کا سبب بنتی ہے وہ بھی حرام ہے۔ بنابریں تحصیلداروں اور ملازمین کا ہدیہ لینا حرام ہے۔ ❷

(و) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَخْذُ الْاَمِیْرِ الْهَدِیَّةَ سُحْتٌ وَقَبُوْلُ الْقَاضِی الرِّشْوَةَ كُفْرٌ))

''امیر کا ہدیہ لینا حرام ہے' اور قاضی کا رشوت لینا کفر ہے''۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ ❸

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے ملتی جلتی ایک حدیث نقل کی ہے' کہ تحصیلداروں کا تحفہ لینا سحت (حرام) ہے۔ ❹

استدلال کی وجہ

سحت رشوت ہے اور رشوت کا لینا حرام ہے' اسی طرح ہدیہ کا لینا بھی حرام ہوگا۔ اور سحت کا لینا بھی یکساں طور پر حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ [۵المائدۃ:۴۲]

---

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج۶ ص۳۱۷۔

❷ فیض القدیر: ج۶ ص۳۵۷ بتصرف۔

❸ کنز العمال: ج۶ ص۵۶' حاشیہ الرہونی: ج۷ ص۳۱۳ م تعریب السیاسۃ الشرعیہ: ص۵۱۔

❹ نیل الاوطار: ج۸ ص۲۷۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''(رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔''

اسی طرح امیر کا ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

(ز) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا..... مَنَحْنَاهُ مُرَتَّبًا..... فَمَا اَخَذَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ.))

''جس شخص کو ہم نے کسی کام کے لیے مقرر کیا اس کے لیے کچھ..... روزینہ .....مقرر کر دیا' پھر اس کے علاوہ وہ جو کچھ لے گا' خیانت ہوگی''۔

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ [1]

استدلال کی وجہ

ملازم کا تنخواہ پانے کے باوجود ہدیہ لینا خیانت متصور ہوگا' اور خیانت کرنا حرام ہے اس لیے ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

(ح) حضرت عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمْنَا مِنْهُ مَخِيْطًا فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غُلٌّ يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اَسْوَدُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ: فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ ' قَالَ وَمَاذَاكَ ' قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَاَنَا اَقُوْلُ ذٰلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَاْتِ لِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَهُ (اُخِذَ) وَمَانُهِيَ عَنْهُ اِنْتَهٰى)) [2]

''لوگوں! تم میں سے جو کوئی ہمارے کسی کام پر مامور ہو اور ایک دھاگا یا اس سے بڑی کوئی چیز چھپا لے' تو یہ فعل خیانت ہوگا' اور اسے قیامت کے

---

[1] نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۷۸' الحلال والحرام فی الاسلام للقرضاوی: ج ۳۲۲۔

[2] عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۴۲۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دن اس کو حاضر کرنا ہوگا۔ ایک انصاری کھڑے ہوئے' ان کا رنگ سیاہ تھا گو یا اب بھی وہ میری نظروں میں گھوم رہے ہیں' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھ سے اپنے فلاں کام کی ذمہ داری واپس لے لیجئے آپ نے فرمایا وہ کس لیے۔؟ انہوں نے کہا: کیونکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایسا ایسا فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: اب بھی میں وہی کہتا ہوں کہ ہم نے جس کسی کو کسی کام پر مامور کیا اسے چاہئے کہ اس کے پاس کم یا زیادہ جو کچھ ہے واپس کر دے پھر اس میں سے اس کو جو دیا جائے اسے لے لے' اور جس سے روکا جائے' اس سے باز آجائے۔''

اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

استدلال کی وجہ

تحصیلدار اور کارگزاروں کو ان کی کارگزاری کے سبب تحفہ تحائف ملا کرتے ہیں' لہٰذا کارگزاری کے سبب جو کچھ ملے اس کو امام اور والی کے حوالہ کرنا واجب ہے' خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو' اب اگر اس نے امام سے چھپایا' یا اس کے حوالہ نہ کیا تو ظاہر ہے یہ خیانت ہوگی' اور قیامت کے دن اس سے لازمی طور پر باز پرس ہوگی' اور جس چیز پر باز پرس اور عتاب ہو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ امیر نے لوگوں سے تحفہ وصول کرنے سے اسے منع کر رکھا ہے۔

(ط) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تحصیلداروں کے پاس یہ فرمان لکھ کر بھیجا تھا:

((اِیَّاکُمْ وَالْھَدَایَا فَاِنَّھَا مِنَ الرِّشَا))

''ہدیہ اور تحفہ سے بچو' کیونکہ یہ بھی رشوت ہے''۔ [1]

استدلال کی وجہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تحصیلداروں سے صاف صاف فرما دیا کہ

[1] المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۷۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہدیہ رشوت کی ایک قسم ہے' اس لیے ملازمین کو اس کا لینا حلال نہیں ہے۔

(ی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(یَاْتِ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَّسْتَحِلُّ فِیْهِ السُّحْتُ بِالْهَدِیَّةِ) [1]

''ایک زمانہ آئے گا جب لوگ سحت کو ہدیہ کہہ کر اپنے لیے حلال کر لیں گے۔''

استدلال کی وجہ

عہدہ داروں کو جو تحفے دیئے جاتے ہیں' وہ بھی در پردہ رشوت ہیں۔ انہیں محض آڑ اور حیلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے' اور جس حرام چیز کو حرام کام کے لیے حیلہ اور آڑ کے طور پر استعمال کیا جائے' وہ بھی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن عہدیداروں کو اس لیے تحفہ دیا جاتا ہے۔ کہ اس سے کسی حرام کام کو مباح کر لیا جائے تو اس کا لینا بھی حرام ہوگا۔

(ک) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تحصیلدار بنایا' آپ لوٹے تو آپ کے پاس کچھ مال تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں یہ کہاں سے مل گیا'؟ انہوں نے کہا: مجھے تحفہ کے طور پر ملا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ گھر میں بیٹھ رہتے' پھر دیکھتے کہ کوئی تحفہ دیتا ہے' یا نہیں دیتا؟ اس کے بعد آپ نے وہ مال لے لیا' اور اسے بیت المال میں داخل فرما دیا۔ [2]

استدلال کی وجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تحفہ وصول کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انہیں ڈانٹنا پھر اسے لے کر بیت المال میں جمع کرا دینا اس کی دلیل ہے کہ ملازمین کا تحفہ لینا حرام اور رشوت کی قبیل سے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے واپس نہیں لیتے۔

(ل) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(اَلسُّحْتُ اَنْ تَطْلُبَ لِاَخِیْکَ حَاجَةً فَتَقْضِیْ فَیُهْدِیْ اِلَیْکَ

---

[1] معین الحکام: ص ۱۷' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۷۔

[2] عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۲۹۷ کتاب الخراج والفیء والامارۃ۔

کتابوں و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

هَدِيَّةً فَتَقْبَلُهَا مِنْهُ) [1]

''سحت یہ ہے کہ تمہارے بھائی کو کوئی حاجت درپیش ہو اور تم اسے پورا کردو' پھر وہ تمہیں کوئی ہدیہ دے اور تم اسے قبول کرلو''۔

استدلال کی وجہ

ضرورت پوری کیے جانے پر جو تحفہ دیا جاتا ہے۔ وہ رشوت ہوتی ہے' اور اگر ضرورت کی تکمیل سے پیشتر لیکن اسی ضرورت کی انجام دہی کے لیے جو تحفہ دیا جائے گا۔ وہ بھی بدرجہ اولیٰ سحت میں شمار ہوگا۔ اور سحت حرام ہے۔ اس لیے عہدہ داروں کو کاموں کے انجام دینے کے لیے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ بھی حرام ہے۔

(م) کسی تحصیلدار یا عامل کو تحفہ یا تو اس سے ڈر کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ نرم پڑ جائے' اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے یا جو اختیارات اسے حاصل ہوں' ان کی لالچ میں اسے تحفہ دیا جاتا ہے' تاکہ اس کو فائدہ پہنچے' اس لیے یہ بھی رشوت ہے' جس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

سابقہ دلائل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ملازمین عام طور پر جس قسم کا ہدیہ وصول کرتے ہیں۔ اس کا لینا حرام ہے۔ البتہ کچھ صورتیں ضرور مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے تحفے لینے سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پر تحفہ لیتے تھے' بغیر اجازت انہوں نے بھی تحفہ نہیں لیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے قیس بن حازم سے' اور انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا' اور فرمایا ''میری اجازت کے بغیر کوئی چیز قبول نہ کرنا وہ خیانت ہوگی۔ [2]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت فرمانبردار صحابی تھے' آپ کی تعلیمات

---

[1] حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۳' تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ص ۵۲۔

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۶ ص ۲۹۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پیروکار تھے' انہوں نے تحفہ صرف اسی صورت میں قبول کیا' جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے خود آپ کو ان کی ایک خصوصیت کے تحت اجازت مرحمت فرمائی' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نہایت دریا دل اور فیاض تھے' اسی فیاضی کی وجہ سے آپ کے ذمہ کافی قرض واجب الادا تھا' [1] چنانچہ حضرت عبید بن صخر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے معلوم ہوا کہ تم قرض میں مبتلا ہو۔ اس لیے تمہاری خاطر تحفہ لینا پاکیزہ ہوگا۔ اب اگر تمہارے پاس کوئی تحفہ لے کر آئے تو اسے قبول کرلو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ [2]

حلال وحرام اور جائز ناجائز تحفوں اور ہدایا کی تفصیل سامنے آجانے کے بعد ہمارا فرض ہے کہ اس کا موازنہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تشریحی عبارت سے کریں' جس کو انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد سے اخذ کرتے ہوئے قلمبند کیا ہے۔ آپ کی عبارت کا متن حسب ذیل ہے۔

''اس قدر سخت احکام کے ثابت ہو جانے کے بعد قاضی' والی اور ان کے قائم مقام لوگوں کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھیں کہ اگر وہ معزول ہو کر اپنے گھر میں اپنے ماں باپ کے یہاں بیٹھ رہیں۔ تو انھیں کیا کیا اور کتنا تحفہ ملے گا' جتنا اس وقت مل سکتا ہے' اتنا ہی آج برسرکار ہوتے ہوئے انہیں لینے کی اجازت ہے۔ اور جس تحفے اور ہدیے کی بابت انہیں یقین ہے کہ وہ ان کی کارگزاری اور حاکمیت کی وجہ سے مل رہا ہے۔ اس کا لینا انہیں حرام سمجھنا چاہئے' اور دوستوں کے جو تحفے ان کی نظر میں مشکوک ہوں' کہ معزولیت کے بعد بھی وہ دیں گے یا نہیں' ان کی حیثیت مشتبہ کی سی ہے' انہیں اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ [3]

یہ تو ہوا! لیکن اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً تحفہ تحائف نہ لینا ہی بہتر ہے' چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے۔ ''اس میں شک نہیں کہ ہدیہ قبول نہ

---

[1] الروض النضیر: ج ۴ ص ۱۱۹' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۶ ص ۵۸۔

[2] کنز العمال: ج ۶ ص ۵۸' عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج ۱۱ ص ۴۰۷۔

[3] الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۲۲۲' حاشیہ الہندی: ج ۷ ص ۳۱۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہی مقبول اور پسندیدہ ہے۔ [1]

''صاحب کشاف القناع'' کہتے ہیں تحفہ قبول کرنے سے اس کا نہ قبول کرنا زیادہ بہتر ہے' اس لیے کہ وہ اس سے کیونکر بچ سکتا ہے کہ یہ آئندہ کسی فیصلہ کے تحت دیا جا رہا ہے۔ [2]

''نہایۃ المحتاج'' میں ہے۔ تحفہ تحائف پر مکمل پابندی عائد کرنے کے لیے مطلق تحفہ لینے پر پابندی عائد کرنا بدرجہا بہتر ہے۔ [3]

یہی وجہ تھی کہ جب روم کی شاہزادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کلثوم بنت علی بن ابو طالب کو تحفہ بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تحفہ کو رد کر دیا' اور اہلیہ کو اس کے قبول کرنے سے منع فرما دیا۔ [4]

سفارش کے لیے ہدیہ

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی والی مملکت کے پاس کسی کی سفارش لے کر جائے تاکہ والی اس پر توڑے جانے والے مظالم کا سدباب کرے' یا اس کا حق اس تک پہنچا دے' یا اسے کسی ذمہ داری یا عہدہ پر فائز کرے' یا مسلح افواج میں اس کی بھرتی کرا دے اور وہ شخص اس سبب کی اہلیت رکھتا ہے۔ یا اس شخص کی غریبوں پر وقف مال یا دوسری کسی مدد سے امداد کر دے اور وہ شخص اس کا مستحق ہے' یا اسی قسم کی کوئی اور ایسی سفارش کا خواہاں ہے جس میں کسی واجب فعل کی اعانت' یا حرام کام سے پرہیز لازم آتا ہے' تو ان سفارشات میں ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگرچہ ہدیہ دینے والا اپنے حق کو حاصل کرنے' یا ظلم کو دفع کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ خرچ کرے [5] لینے والے کے لیے لینا حرام ہے' اس کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ جس کو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ:

((مَنْ شَفَعَ لِاَخِیْهِ شَفَاعَةً فَاَهْدٰی لَهٗ هَدِیَّةً فَقَبِلَهَا مِنْهُ فَقَدْ اَتٰی بَابًا

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۷۳۔ [2] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۱۔ [3] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۹۶۔

[4] احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۷' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی للبہنسی: ص ۷۹۔

[5] مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج ۳۱ ص ۲۸۶' الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا.))

''جس نے اپنے بھائی کے لیے کوئی سفارش کی' اور اس نے اسے کوئی ہدیہ دیا' اور لینے والے نے اس کو قبول کر لیا' تو اس نے سود کے ایک بڑے دروازے میں گھسنے کا ارتکاب کیا''۔

اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ [1]

استدلال کی وجہ

سفارشات پر ہدیہ قبول کرنا سود کی قبیل سے ہے' اور سود حرام ہے' اس لیے اس کا قبول کرنا بھی حرام ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سُحت کی بابت پوچھا گیا' آپ نے فرمایا' سحت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لیے کسی قسم کی سفارش کرو' اور اس پر وہ کوئی ہدیہ دے' اور تم اس کو قبول کر لو' کسی نے عرض کیا' اگر یہ ہدیہ کسی باطل غرض کے تحت ہو تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو کفر ہے [2] اس لیے کہ:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[٥/المائدة:٤٤]

''جو لوگ اللہ کے نازل کیے گئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

آپ کے اس ارشاد میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ سفارش پر تحفہ لینا سحت ہے' اور سحت کا لینا حرام ہے' اس لیے سفارش پر ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

بعض متاخرین فقہا جیسے علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ سفارش پر ہدیہ قبول کرنے کی رخصت دی ہے [3] چنانچہ علامہ موصوف فرماتے ہیں: ''جس نے کسی دوسرے کی قید نہیں لگائی' پھر اس شخص نے اس حسن سلوک پر اسے کوئی ہدیہ دیا' تو وہ مستحسن ہوگا۔ ہماری نظر میں

---

[1] کنز العمال: ج ٦ ص ٥٦' مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج ٣١ ص ٢٨٦' حاشیہ الرہونی: ج ٧ ص ٣١٣' تعریب السیاسۃ الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیہ: ص ٥١۔

[2] مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج ٣١ ص ٢٨٦۔

[3] مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج ٥٧ ص ٢٢٠

کتاب محمد سنت کی الوسائل پر مفت آن لائن مہیا کرنے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکروہ شمار نہیں ہوگا' اس لیے کہ اس کی حیثیت اس شکرانے کی ہے جو محسن کو پیش کیا جاتا ہے' اور خوش دلی سے دیا جاتا ہے اس کی ممانعت کے سلسلے میں قرآن وحدیث سے ہمارے علم میں کوئی چیز وارد نہیں ہے۔ البتہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ممانعت کی روایت ضرور نقل کی ہے' لیکن یہ کوئی ایسی دلیل نہیں' جس سے ممانعت ثابت ہوتی ہو۔ [1]

لیکن دیکھا جائے تو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی یہ رائے سنت نبوی اقوال صحابہ اور ائمہ کے اقوال سے یکسر جداگانہ اور مختلف ہے' اس لیے کہ گزشتہ صفحات پر ایسی روایتیں ذکر کی جا چکی ہیں' جن سے ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت واضح ہوتی ہے۔ نیز ان کی روشنی میں علامہ موصوف کا یہ قول رد ہو جاتا ہے کہ ''حدیث سے اس کی ممانعت وارد نہیں'' اور انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ ''یہ محسن کے شکرانے کے طور پر ہے'' یہ بھی درست نہیں' اس لیے کہ کسی محسن کا اس طرح شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا' جو سنت کے خلاف ہو' اور از روئے سنت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثابت ہے کہ ((مَنْ شَفَعَ لِاَخِیْهِ .....الخ)) یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے' (یعنی جس نے اپنے بھائی کے لیے سفارش کی)۔

مسئلہ

فریقین کا مقدمہ جب تک زیر سماعت ہو' [2] گواہوں کے جانبین سے کسی قسم کا تحفہ یا ہدیہ لینا حرام ہے' اسی طرح ظلم کے دفعیہ پر مظلوم کا ہدیہ دینا' اور دفع کرنے والے کا ہدیہ لینا ہر دو فعل حرام ہوگا۔ [3]

اور جو صاحب اقتدار مظلوم سے ظلم کے دفعیہ یا ضرورت مندوں سے ان کی حاجت روائی کے صلہ میں تحائف وصول کرتے ہیں' وہ بھی رشوت کی قبیل سے ہے' اس لیے کہ مسلمان بھائی کی ضرورت یا اس سے مظالم کو دفع کرنا اس کی مقدرت رکھنے والے ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

[1] المحلی لابن حزم: ج۹ ص۱۵۸۔

[2] حاشیہ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج۴ ص۱۶۵۔

[3] حاشیہ ابن عابدین: ج۵ ص۳۶۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مطلب: رشوت لینے والے آدمی کا کوئی کام یا اس کی خدمت کر دینا' یا اس کو نفع پہنچانا

میری نظر میں یہ عنوان دو بحثوں پر منقسم ہے:

پہلی بحث: رشوت لینے والے کا کوئی کام یا اس کی کوئی خدمت انجام دینا:

اس بحث کی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم:۔ ملازم اپنے ذمہ دار کا کام انجام دے' اس کے لیے پہلے سے اس کے کوئی کام کرنے یا اس کی خدمت انجام دینے کا وعدہ نہیں کیا گیا' نہ اس کے لیے کوئی شرط لگائی گئی' میری نظر میں یہ صورت رشوت میں شمار نہ ہوگی' بالخصوص ملازم نے اپنے فرض منصبی کو پورا کر دیا۔ تب اس کا کوئی کام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے' کیونکہ کام انجام پانے' یا خدمت کیے جانے کے بعد اس کا بھی کوئی کام کر دینا احسان اور نیکوکاری کا بہتر بدلہ دینے کی ایک صورت ہے' اگر کوئی آدمی تمہارا کوئی کام کر دے' یا تمہاری کوئی خدمت انجام دیدے تو تمہیں بھی چاہئے کہ جیسا اس نے کیا اپنی طاقت اور مقدرت کے لحاظ سے تم اس سے بہتر بدلہ اسے دو۔ پھر یہ ہدیہ اور جوابی ہدیہ کی طرح ہوا۔ نیز اس قسم کی خدمت انجام دینا' یا اس کا کام کر دینا غیر محسوس اور معنوی چیز ہے۔ اس کی حیثیت مال کی نہیں' نہ کسی مال سے ملتی ہے' جس کا مالیت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے' اس لیے یہ اس سحت (حرام) میں شمار نہ ہوگا' جس کی طرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سابقہ قول سے اشارہ ملتا ہے اس لیے یہ ایسا ہے جیسے ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں' ایک دوسرے کے مفاد کا تحفظ کرتے ہیں' اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دوسری قسم: شرط کے ساتھ کسی کا کام کرنا یا اس کو فائدہ پہنچانا

اگر کوئی ملازم ایسا ہو جو کسی کا کوئی کام اس وقت تک پورا نہیں کرتا' جب تک کہ اس کی کوئی خدمت نہ کر دی جائے یا اس کے مفاد کے سلسلے میں کوئی کام انجام نہ دیا جائے' تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ازروئے حکم اس کا شمار بھی حرام رشوت میں ہوگا۔اس لیے کہ ہر آدمی کو اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کے لحاظ سے اپنی ڈیوٹی انجام دینی چاہئے' اس کے عوض کسی خدمت' یا مفاد کوشی کا دل میں خیال نہیں لانا چاہئے' اور اگر کسی نے دل میں اس قسم کا داعیہ رکھ کر کام کیا تو گویا اس نے خدمت یا اس کا کام انجام دینے کے لیے در پردہ شرط لگائی' لہٰذا معنوی طور پر یہ چیز بھی رشوت میں شامل ہوگی۔

دوسری بحث: روپیہ دینے کے بجائے رشوت لینے والے کو کوئی مالی فائدہ پہنچانا:

بعض لوگ کھل کر رشوت لینے سے بچتے ہیں' اس کے بجائے وہ چاہتے ہیں کہ انہیں' کوئی اور فائدہ پہنچایا جائے' اس میں شک نہیں کہ یہ بھی رشوت ہے۔اور یہ اسی قسم کا حیلہ ہے' جیسے یہودیوں نے خدا کی طرف سے حرام کی گئی چربی کو اپنی دانست میں حلال کرنے کے لیے اسے پگھلا لیا تھا اس قماش کے مالی مفاد کی نوعیت حسب ذیل ہے۔

قرض دینا

بعض لوگ سرکاری ملازمین اور مخصوص لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے اور من مانی خواہشات کی تکمیل کے لیے انہیں قرض دیتے ہیں اس غرض کے ساتھ بالخصوص کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کے لیے قرض دینا حرام ہے [1] اس کا ثبوت فضالہ بن عبید سے موقوف سند کے ساتھ منقول روایت ہے' جس کو امام بیہقی نے درج کیا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں۔

((كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوْهِ الرِّبَا.))

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۷۲' جواہر العقود: ج ۲ ص ۳۵۷' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۰' حاشیہ الدسوقی: ج ۴ ص ۱۶۴' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۰۹' ج ۵ ص ۲۶۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ہر وہ قرض جو کسی منفعت کا باعث ہو وہ بھی سود کی ایک شکل ہے''۔

اس روایت کو سنن کبریٰ میں حضرت ابن مسعود' ابی بن کعب عبداللہ بن سلام اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بطریق موقوف نقل کیا گیا ہے۔ حضرت حرث بن ابو اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً.))

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے قرض سے منع فرمایا جو نفع کو کھینچ کر لاتا ہو''

ایک اور روایت میں ہے:

((کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ رِبًا.))

''ہر وہ قرض جو نفع کھینچ لاتا ہو وہ سود ہے''

ان آثار و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا قرض حلال نہیں ہے' جو منفعت [1] بخش ہو۔ یہی نہیں بلکہ اس قسم کا لین دین حرام رشوت کے لیے حیلہ سازی کے مترادف ہے' علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الزواجر من الکبائر'' میں لکھا ہے۔ قرض دینے والے کو جس قرض سے نفع ہو وہ حرام ہے' کیونکہ حقیقت میں وہ سود ہے' اس لیے سود لینے والے کے لیے جس قدر وعیدیں وارد ہیں' سب اس شخص کے لیے بھی وارد ہوں گی' [2] یہ حکم تو قرض دینے والے کا ہے۔ رہا قرض لینے والا جس نے کسی مصلحت یا مفاد کی ادائیگی کے لیے قرض لینے کی شرط لگا رکھی ہے۔ اس کی حیثیت رشوت لینے والے کی ہوگی اور اسے قرض حاصل کرنا حلال نہیں ہوگا' اس لیے کہ اپنے فرض منصبی کے تحت اپنی ڈیوٹی انجام دینا اس پر پہلے سے فرض ہے اور ڈیوٹی پوری کرنے کے لیے زائد معاوضہ لینا حلال نہیں ہے۔

۲۔ کوئی چیز عاریۃً لینا

جس شخص سے ہدیہ قبول کرنا حرام ہے۔ اس شخص سے کوئی چیز عاریۃً طلب کرنا ملازم

[1] نیل الاوطار للشوکانی: ج ۵ ص ۲۲۶۔

[2] حاشیہ الرہونی: ج ۵ ص ۲۶۲

کتاب حاشیہ الرہونی کی رشوت میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بھی حرام ہوگا۔ [1]

کیونکہ عاریۃً لینا بھی پرہیز کے لائق چیز ہے' [2] پھر یہی عاریۃً لینا رشوت کا ذریعہ بنتا ہے' [3] کیونکہ رشوت وہ چیز ہے۔ جس کو آدمی کسی حاکم یا غیر حاکم کو اس لیے دیتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے' یا اس کے حسب منشا اس کا کوئی کام انجام دے [4] اور رشوت کی یہی تعریف عاریۃً لینے پر بھی صادق آتی ہے۔ کیونکہ رشوت صرف اسی کا نام نہیں کہ رشوت طلب کرنے والے کے ہاتھ پر کچھ روپیہ رکھ دیا جائے' بلکہ روپیہ کے بجائے کسی قسم کا نفع پہنچانا بھی رشوت میں شمار ہوتا ہے۔ [5]

۳۔ کسی قسم کی رعایت دینا

مثلاً رہائشی مکانات یا اراضی وغیرہ کو شخص مذکور کے ہاتھوں موجودہ قیمت سے ارزاں قیمت پر فروخت کرنا۔ یا موجودہ قیمت سے زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھوں سے خریدنا' یا کسی جائداد وغیرہ کے کچھ حصص (شیئر) بلاعوض اس کے حوالہ کر دینا' جن سے آگے چل کر نفع پہنچنے کی امید ہو۔!

اس قسم کے منافع کا موقعہ فراہم کرنا بھی درحقیقت رشوت میں داخل ہے' کیونکہ جو تعریف رشوت کی گئی ان منافع اور مفادات کا شمار بھی اس میں ہوتا ہے۔ پھر رشوت تنہا اسی کا نام نہیں کہ رائج الوقت سکے لینے والے کے ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں' بلکہ متفرق اشیاء اسباب اور در پردہ لین دین کے تحت محسوب جائدادوں کا دینا لینا بھی اسی رشوت میں شامل مانا جاتا ہے۔ جن کا ہیر پھیر خرید و فروخت کی مقررہ شکلوں کے ساتھ عام طور پر نہیں ہوا کرتا

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۷۲' جواہر العقود للمنہاجی: ج ۲ ص ۳۵۷' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۰' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷۔

[2] حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۰۔

[3] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷۔

[4] الاحکام السلطانیہ لابی یعلی: ص ۵۶۔

[5] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' قدرے تصرف کے ساتھ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں رشوت کی ان مخفی شکلوں کو در پردہ رشوت کے نام سے سمجھا جاتا ہے' چنانچہ جب بھی رشوت لینے والے کو بجائے کچھ روپیہ دینے کے بازار کی قیمت سے کم دام کی کوئی چیز دے دی گئی' تو اسے بطور رشوت کیا اور کتنا ملا؟ یہ جاننے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اس چیز کی موجودہ بازار کے لحاظ سے قیمت نکلوالی جائے' اب بازار کے دام سے جس قدر کم دام میں اس شخص کو وہ چیز دی گئی' وہی رشوت کی مقدار ہوگی' اس قسم کی ترکیب خرید وفروخت کے اندر اختیار کی جاتی ہے' چنانچہ رشوت دینے کے بجائے اس شخص سے کوئی ہلکی پھلکی چیز بازار کے دام سے کہیں زائد دام میں خرید لی جاتی ہے' آخر اس قدر زائد دام دینے کی وجہ کیا ہوتی ہے۔؟ جواب یہ کہ یہ زائد داد و دہش کسی محبت کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ پھر اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اس سے کوئی کام لینا چاہتا ہے.....!

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول "ہدیہ کا ذکر محض احتیاط کے لیے نہیں کیا گیا' بلکہ جس شخص سے ہدیہ قبول کرنا حرام ہے اس سے قرض لینا اور عاریۃً لینا بھی حرام ہے" پر رائے زنی کرتے ہوئے کہا ہے:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے عطیہ اور بخشش بھی حرام ہیں۔

اور اس طرح وہ تحفے جن کے ذریعہ حق اور انصاف سے انحراف لازم آئے وہ بھی حرام ہوں گے' اسی لیے ماہرین کہتے ہیں کہ چیک جتنا کا ہو اتنے کا ہی لے' اس سے زیادہ کا نہ لے' کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا انحراف ہے۔ اسی طرح جو لوگ تحفہ تحائف کو معمولی قیمت دے کر خریدنے کا عمل کرتے ہیں۔ یا چیک کو زائد قیمت پر فروخت کرتے ہیں' ان کا یہ عمل حلال نہیں ہے' اسی طرح لگان یا پیداوار کی ادائیگی کے وقت اس کے عوض دینے والا کوئی دوات' چھری' یا اسی قسم کی کوئی معمولی چیز بھی دیتا ہے۔ یہ حلال نہیں ہے۔ کیونکہ جب قرض لینا اور عاریت پر کوئی چیز لینا حرام ہے' تو اس کا لینا بھی بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔ [1]

اسی طرح جن حصص کی قیمت چکائی نہیں گئی' ان کا منافع دینا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صرف اس لیے دیا جارہا ہے۔ تاکہ اس کے عوض کوئی مصلحت یا غرض پوری کی جا

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۷۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سکے اور یہ چیز در پردہ رشوت ہے' جو رشوت لینے کے لیے بطور حیلہ اختیار کی گئی ہے' جبکہ ایسا کرنے والے پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ اسی لیے میری نظر میں جو کوئی اس قسم کی روش اپناتا ہے' وہ اس سے کہیں زیادہ عذاب کا مستحق ہوگا' جتنا رشوت لینے والا' رشوت دینے والا' اور نام نہاد رشوت کا واسطہ بننے والا اس کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ ان کی حیثیت حیلہ گر اور چارہ ساز یہودیوں کی سی ہے' جنہوں نے شریعت الٰہیہ کے خلاف تدبیریں کیں' اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے' اس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوتا ہے۔

تیسرا مطلب: واسطہ بننا اور وجاہت کی وجہ سے دخل اندازی کرنا

واسطہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بااختیار اور صاحب اقتدار ہوں ان کے اور ضرورت مندوں کے درمیان' سفارش کے لیے دوڑ دھوپ کرنا اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل یا حاجت روائی کے لیے سفارشی بن کر آنا جانا.....!

واسطہ یا سفارشی بننے کی دو قسم ہے۔ ایک وہ جو لائق تعریف اور بہتر ہے' اس قسم کی سفارش مستحب اور پسندیدہ ہے۔ یہ وہ سفارش ہے' جو عوام کی خدمت انجام دینے اور خدا کو خوش رکھنے کے لیے کی جاتی ہے۔ یا ایسے کسی کام کی سفارش کے طور پر انجام پاتی ہے جس میں اللہ کی کوئی نافرمانی نہ کی گئی ہو۔ نہ اس کی کسی حد کو پامال کیا گیا ہو اور نہ کسی حقدار کے حق کو مجروح کیا گیا ہو۔

نیک سفارشات کی مثال وہ بھی ہے۔ جس میں غریبوں کو صدقہ اور خیرات دینے کے لیے مالداروں کو ترغیب دی جائے مصیبت زدہ لوگوں کی امداد و اعانت کی جائے حاجتمندوں کی حاجت روائی کی جائے' بالخصوص جن لوگوں کا حق ان تک نہ پہنچ سکے' ان کی مدد کی جائے' نیک سفارشات کی ایک بہتر صورت یہ بھی ہے کہ قرض داروں کے قرضہ جات میں تخفیف کے لیے کوشش کی جائے' قرض سے اس کو بری الذمہ قرار دیا جائے یا اس کے قرض کو ادا کر دیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہر کیف! مباح اور جائز ضرورتمندوں کے لیے سفارش کرنا مستحب ہے' خواہ یہ سفارش کسی سلطان' والی مملکت' منصب دار' یا عام ملازمین کے پاس کی جائے اسی طرح ان سفارشات کی نوعیت خواہ دفع ظلم کے لیے ہو' کسی تعزیر کے ازالے کے لیے ہو۔ یا کسی محتاج کے لیے مخصوص داد ودہش ہو' یا ایسا کوئی کام ہو۔ جس کو والی اور ملازمین انجام دینے کا خصوصی اختیار رکھتے ہوں' یا اس قسم کی ثالثی عام افراد کے سامنے کی جائے' اور مقصد قرض میں تخفیف یا اس سے سبکدوشی ہو' یا کسی کام میں سہولت پیش نظر ہو۔ یا کسی خاص کام کی انجام دہی مقصود ہو۔ [1]

اس سفارش کے مستحب ہونے کی دلیل حسب ذیل ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ﴾ [۴/النسآء:۸۵]

''جو کوئی کسی بات کی سفارش کرے گا' اس کو اس کے ثواب میں سے ایک حصہ ملے گا۔''

استدلال کی وجہ

دین کے اندر جن سفارشات کی اجازت ہے۔ ان کے انجام دینے پر اس شخص کو اجر اور ثواب ملے گا۔ جس سفارش کے اندر ثواب ہوتا ہے۔ اس کا انجام دینا بھی مستحب ہے۔ لہٰذا یہ سفارش بھی مستحب ہوگی' حضرت مجاہد' حسن' اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے' یہ سفارشات لوگوں کے باہمی امور سے متعلق ہے۔ جو وہ اپنی ضروریات کی بابت ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ [2]

آیت کا سیاق وسباق اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ پس منظر میں عام مؤمنین کو جنگ کے لیے ترغیب دی گئی اور سستی اور کاہلی کرنے والوں کو نصیحت کی گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے سفارش کا ایک عام ضابطہ پیش فرمایا' اس کے علاوہ یہ آیتیں' ہدایت' پندو

---

[1] صحیح مسلم بشرح النووی: ج۱۶ ص۱۷۷۔

[2] کتاب احکام القرآن لابن العربی: ج۱ ص۵۰۱' تفسیر القرطبی: ج۵ ص۳۰۱' احکام القرآن للجصاص: ج۲ ص۴۱۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی گئی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موعظت اور تعاون پر مبنی ہیں۔ بنابریں جو شخص دلیر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لیے دوسروں کو آمادہ کرتا ہے' اس دعوت میں اس کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عمومی حیثیت اور بنیادی بات ہر نیک سفارش کے اندر ہوتی ہے اور قرآن پاک کا مخصوص اسلوب یہی ہے کہ مخصوص حالات سے عام ضابطے پیدا کرتا ہے' جزوی واقعات سے قاعدہ کلیہ وضع کرتا ہے۔ اور انفرادی احوال کا سرا اسی عام ضابطہ سے جوڑ دیتا ہے۔ ❶

② حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے شیخین (بخاری و مسلم) نے یہ روایت کی ہے۔ الفاظ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا' تو آپ حاضرین صحابہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے۔

((اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْ جَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَاأَحَبَّ.))

''سفارش کیا کرو' تمہیں اس کا اجر ملے گا' اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی کچھ نکلواتا ہے۔ جو وہ پسند فرماتا ہے''۔ ❷

استدلال کی وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کا حکم فرمایا' اس کے لیے ترغیب دلائی' اور یہ بتایا کہ سفارش کرنے پر اجر ملا کرتا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفارش کرنا مستحب ہے۔

لیکن اس حدیث سے عام سفارش کی اجازت نہیں ملتی بلکہ خاص خاص سفارشات کی اجازت ہی دستیاب ہوتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ نیک سفارشات کرنا جائز ہے' جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ اور جن سفارشات کی اجازت نہیں' ان کا کرنا بھی جائز نہیں' قرآن پاک سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ❸

③ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

❶ تفسیر فی ظلال القرآن: ج۵ ص۷۴' صحیح مسلم بشرح النووی: ج۱۶ ص۷۷' فتح الباری: ۱۳ ص۵۹۔
❷ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۱۳ ص۵۹۔
❸ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۱۵ ص۱۰۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا! ((لَا تَشْفَعْ فِيْ حَدٍّ)) ''یعنی کسی حد کے سلسلے میں سفارش مت کرو۔''

اور اسامہ رضی اللہ عنہ جس کسی کی سفارش کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول فرماتے، اس روایت کو ابن سعد نے ذکر کیا۔ ❶

استدلال کی وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حدود کے سلسلے میں سفارش کرنے سے منع فرمادیا' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر حدود میں سفارش کی جاسکتی ہے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سفارشات کو سماعت فرمانا' ان کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

④ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں: (میرے والد) عبداللہ (احد میں) شہید ہو گئے' انہوں نے کچھ اولاد چھوڑی اور کچھ قرض ادا کرنے کے لیے چھوڑا میں نے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کرنے کی درخواست کی' انہوں نے قبول نہیں کیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' میں نے ان کی بابت آپ سے سفارش کرائی' مگر انہوں نے نہیں مانا' تب آپ نے فرمایا: کہ تم اپنے چھوہاروں کی ہر ہر قسم کو الگ الگ رکھنا عذق ابن زید الگ' لین الگ' اور عجوہ الگ رکھنا' پھر ان لوگوں کو حاضر کرنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آجاؤں' میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ تشریف لائے' اور وہاں بیٹھ گئے اور ہر شخص کو آپ نے ناپ کر دینا شروع کیا' یہاں تک کہ آپ نے پورا پورا قرض ادا کر دیا' اور کھجور اتنی ہی رہی' جیسے ان کو چھوا بھی نہیں گیا' اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ ❷

استدلال کی وجہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا سفارش کے لیے آپ کے پاس آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش قبول کرنا سفارش کے جائز ہونے کی علامت ہے۔

⑤ دار قطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۵ ص ۱۰۰۔

❷ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۵ ص ۴۶۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

((اِشْفَعُوْا مَالَمْ یَصِلْ اِلَی الْوَالِی.))

''معاملہ جب تک حاکم تک نہ پہنچے تم سفارش کردو''۔ [1]

استدلال کی وجہ

حد کے سلسلے میں مقدمہ جب تک حاکم کی عدالت میں نہ پہنچے اس کی سفارش کا حکم دینا اس کی دلیل ہے کہ اس قسم کی سفارش کی اجازت ہے' بشرطیکہ اس کے اندر معصیت نہ ہو۔

⑥ ترمذی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مسجد میں حضرت کعب بن حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا' یہ قرض پہلے سے ان کے ذمہ باقی تھا' دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں' یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں رہتے ہوئے ان کی آوازیں سن لیں' آپ حجرہ کا پردہ اٹھا کر باہر تشریف لائے' آپ نے پکارا کعب! (بن مالک)! انہوں نے جواب دیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنا کچھ قرض کم کردو' آپ نے آدھے کا اشارہ کیا' انہوں نے جواب دیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کم کردیا' پھر آپ نے ان (ابن حدرد) کو اشارہ کیا کہ اٹھو اور جا کر اس کو قرض ادا کرو''۔ [2]

استدلال کی وجہ

آپ نے دونوں فریق کے درمیان ثالثی اختیار فرمائی' پھر قرض خواہ سے یہ چاہا کہ وہ قرض میں کچھ کم کردے' اسی طرح قرض دار کو جلد ادائیگی کے لیے کہا' اس سے بھی سفارش کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

پھر اس روایت سے اس قسم کی سفارش کا جواز ہی نہیں بلکہ اس کے مستحب ہونے

---

[1] نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۱۴۔

[2] نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۸۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا بھی علم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم فرمایا' اور اس سفارش کو مکرر قبول فرمایا: نیز اس لیے بھی کہ سفارش کرنے والے کو اس کی سفارشات' پر اجر ملتا ہے' [1] اور اس کا یہ ثواب اس وقت تک جاری ہوتا ہے' جب تک اس سفارش کا فائدہ شخص مذکور ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ [2] آیت شریفہ' اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے' علاوہ ازیں اگر سفارش کرنے والے کی سفارش قبول نہ بھی کی جائے تب بھی وہ اجر وثواب سے محروم نہیں ہوتا' اس لیے کہ قرآن پاک میں یہ ارشاد ہے کہ ''﴿مَنْ يَّشْفَعْ﴾ جس نے سفارش کی''۔ یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ''مَنْ يُشَفَّعْ'' جس کی سفارش قبول کی جائے۔ [3]

ثالث بننے کی دوسری قسم

ثالث بننے کی دوسری قسم ناپسندیدہ اور حرام ہے۔ جیسے رشوت ستانی کے لیے' کسی دنیاوی غرض کے لیے [4] یا گناہ کے کسی کام کے لیے ثالث بننا یا حد واجب ہونے کے بعد اس کے دفعیہ کے لیے ثالث بننا [5] یا کسی باطل کام کی تکمیل یا دوسرے حقدار [6] کو اس کے حق سے محروم کر دینے کے لیے ثالث بننا یا جو شخص آگے کیے جانے کے لائق نہیں اس کو مقدم کرنے کے لیے ثالث بننا یا جو موخر کیے جانے کے لائق نہیں' اس کے حق کو پیچھے ڈالنے کے لیے ثالث بننا' یا اس کو سرے سے محروم کر دینے کے لیے ثالث بننا وغیرہ یہ ثالثی اس لیے حرام ہے کہ اس سے امت اور جملہ افراد کا مفاد مجروح ہوتا ہے' اور نافرمانی عام ہوتی ہے' جبکہ شریعت نے ہرگز اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس نوعیت کی ثالثی حرام ہونے کی دلیلیں حسب ذیل ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

﴿ وَمَن يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ﴾ [۴/النساء:۸۵]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن: ج۵ص۲۹۵' فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۱۳ص۵۹۔
[2] تفسیر الطبری: ج۸ص۵۸۱۔ [3] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۵ص۲۹۵۔
[4] مجلۃ الوعی الاسلامی شمارہ:۱۲۳ص۸۳۔ [5] احکام القرآن لابن العربی: ج۱ص۴۶۳۔
[6] صحیح مسلم بشرح النووی: ج۱۰ص۱۰۷

کتب اسلام بشرح النووی: ج۱۰ص۱۰۷ لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور جو شخص بری بات کی سفارش کرے' تو اس (کے عذاب) میں اس کا حصہ ہوگا اور اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے''۔

استدلال کی وجہ

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے اس نوعیت کی ثالثی کرنے والا جھوٹا ہوتا ہے اور گناہ ایسے ہی کاموں پر ہوتا ہے' جو حرام ہوں' اس لیے بری سفارش حرام ہوگی۔

② امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے' فرماتی ہیں کہ: قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملہ نے سخت اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا' جس نے چوری کر لی تھی' انہوں نے آپس میں طے کیا کہ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں جو حضور سے کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے' بالآخر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لب کشائی کی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَتَشْفَعُ فِی حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِاللّٰهِ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.))

''کیا تم اللہ کی ایک حد میں سفارش کر رہے ہو' خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چوری کی ہوتی' تو میں اس کا بھی ہاتھ [1] کٹوا دیتا''۔

استدلال کی وجہ

حدود کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسامہ رضی اللہ عنہ کی سفارش سے انکار کرنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے' اس لیے کہ شریعت نے ان امور کی سفارش کی کسی صورت اجازت نہیں دی ہے۔

③ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

---

[1] تلخیص از فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۵ ص ۹۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((لَا تَشْفَعْ فِي حَدٍّ)) ❶

''کسی حد کے بارے میں سفارش مت کرو۔''

استدلال کی وجہ

حد کے سلسلے میں حضور ﷺ کا سفارش سے منع کرنا' اس معاملے میں سفارش کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ حکم اسی میں ہے۔ جب کہ مقدمہ والی کے سامنے پیش ہو جائے اس لیے کہ دار قطنی رحمہ اللہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

((اِشْفَعُوْا مَالَمْ يَصِلْ اِلَى الْوَالِي فَاِذَا وَصَلَ اِلَى الْوَالِيْ فَعَفَا فَلَا عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ.))

''جب تک معاملہ والی کے سامنے پیش نہ ہو اس وقت تک سفارش کرو اور جب والی تک بات پہنچ جائے اور وہ معاف کر دے' تو خدا اسے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔''

طبرانی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا بَلَغَ الْحَدُّ الْاِمَامَ فَلَعَنَ اللّٰهُ الشَّافِعَ وَالْمُشَفِّعَ)) ❷

''جب حد کا مقدمہ امام کے سامنے پیش ہو جائے تو سفارش کرنے والے اور سفارش سننے والے دونوں پر خدا کی لعنت ہو۔''

④ امام احمد رحمہ اللہ اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِاللّٰهِ فَهُوَ مُضَادٌّ لِلّٰهِ فِي اَمْرِهٖ)) ❸

''جس کی سفارش اللہ کی کسی حد کے بیچ میں حائل ہو جائے' وہ امر الٰہی میں اللہ کا مدمقابل بننے جا رہا ہے.....!''

---

❶ فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ۱۲، ح ۶۷۹۰ ❷ نیل الاوطار، ج ۷، ص ۱۱۲، مکتبہ اسلامیہ ❸ نیل الاوطار، ج ۷، ص ۱۱۲، مکتبہ اسلامیہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

اللہ کے رسول ﷺ نے حدود الٰہیہ میں سفارش کرنے والے کو حکم خداوندی میں مد مقابل بننے والا قرار دیا ہے۔ حالانکہ خدا کا مقابل بننا حرام ہے۔ اس لیے حدود میں سفارش کرنا بھی حرام ہوگا۔ اور خدا کی کسی بھی معصیت میں سفارش کرنے والے کا حکم ہوگا۔

گزشتہ سطروں سے پتہ چلا کہ آیت کریمہ اس سفارش کے گناہ کو واضح کرتی ہے' جس کی سفارش سے حرام کام کا راستہ کھلتا ہے' اور وہ جھوٹ فساد گناہوں سے گراں بار ہوتا ہے' کیونکہ وہ دستور ساز حقیقی سے بغاوت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں ہمیں اس بات کی طرف آمادہ کرتی ہیں کہ ہم واسطہ اور ثالث بننے کو اپنے کاموں کی انجام دہی اور اس میں سہولت پیدا کرنے کا ذریعہ نہ بنائیں' ہمیں اپنے خویش واقارب اور دوستوں کے اکرام کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے کے کاموں میں ہم بگاڑ پیدا کر دیں بلکہ لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کا پورا کرنا بھی وقت کی ایک ضرورت ہوتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچائی کے ساتھ کاموں اور ذمہ داریوں کی انجام دہی کی توفیق بخشے' تو ہم اور بہتیرے افراد اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے لیں۔ لیکن جب ذمہ دار افراد اپنی ذمہ داریوں کو پوری کرنے میں سستی سے کام لیتے ہیں۔ تو لوگ بے چین ہو کر چلا اٹھتے ہیں۔ اور دائیں بائیں ایسے لوگوں کی جستجو کرتے ہیں' جو عہدیداروں کے پاس ان کی سفارش کریں' ان کی ضرورتوں اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے درمیانی کڑی بننے کا کام کریں۔

جس شخص کے لیے کسی کام کی سفارش کسی عہدیدار کے سامنے کی جاتی ہے' آخر اس عہدیدار کو اس کا کام کرنے کے لیے کون سی چیز اکساتی ہے۔ یہ غیروں کی سفارشات ہی تو ہوتی ہیں' انہیں چیزوں کے ذریعہ عہدیدار کے اوپر وزن پڑتا ہے' اور حاجت مند آدمی کو قوت اور طاقت آجاتی ہے۔ جس سے سفارش سے پیشتر وہ محروم تھا' عہدیدار اس دباؤ اور وزن سے اسی لیے متاثر ہوا ہے کہ پہلے سے وہ لوگوں کی حاجتوں اور باری تعالیٰ کی اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اوپر نگرانی سے غافل تھا' وہ بھول گیا تھا کہ ہر گھڑی ہر آب' اور ہر نشیب و فراز پر باری تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

بہت سے حاجتمند ایسے بھی ہیں جو درمیان کی ان کڑیوں اور بیچ کے اِن سفارشیوں تک رسائی نہیں پاتے' ان کی اس کوتاہ دستی اور محرومی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مفاد مجروح ہوتے ہیں' یا ان کے کام معطل ہو کر رہ جاتے ہیں' پھر اگر خدا کو منظور ہوتا ہے تو وہ ان کے سامنے مقصد برآری کی کوئی صورت پیدا فرماتا ہے' ہم سفارش کرنے والوں کو سردست کچھ کہنا نہیں چاہتے' بلکہ اگر وہ ہمدردی اور دوسروں کی رہنمائی کے لیے کوشاں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور اجر دے گا۔ لیکن ہم نہایت صفائی کے ساتھ ان عہدیداروں سے کہیں گے' جن کے پاس سفارشات اس لیے پہنچتی ہیں' کہ پہلے سے وہ اپنے کاموں میں غفلت اور لاپرواہی برتتے ہیں۔ اور جب وہ ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے پروردگار کی ان پر کڑی نگرانی ہے۔ اور خدا ہمہ وقت انہیں دیکھ رہا ہے۔

ہم دوبارہ عرض کریں گے کہ اگر ہم نے صدق احساس' جذبہ اخلاص' اور درد مندی سے اپنی ڈیوٹی کو پورا کیا' سب سے پہلے خدا کے سامنے پھر اپنے حکام کے سامنے جواب دہی کے دلی احساس کے ساتھ اگر ہم نے اپنے فرائض کو انجام دینا شروع کیا' تو کوئی حاجتمند درمیان کی ان چھپی ہوئی کڑیوں کو ڈھونڈنے کے لیے نہیں نکلے گا' نہ ہی کوئی سفارشی بڑھ کر کسی عہدیدار کے سامنے اس لیے سفارش کرتا پھرے گا۔ کہ اس کے پسندیدہ آدمی کا کام چل پڑے' اور پھر سفارشات اور کانا پھوسی کا وہ رواج نہ ہوگا۔ جس سے آج ہم چاروں طرف سے اس طرح بندھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے عہدیداران سفارشات کے گروی ہیں۔ اور ان کے بغیر ایک قدم آگے بڑھانا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔

مسئلہ

کسی عہدہ کے حصول کے لیے سفارش کرنا یا کسی منصب کو سفارش کے ذریعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طلب کرنا حلال نہیں ہے۔ [1] اور جس شخص کو سفارش کے ذریعہ عہدہ قضا ملے اور وہ کسی اختلافی مسئلہ میں اپنا فیصلہ نافذ کرے' پھر وہ مقدمہ کسی اور قاضی کی عدالت میں پیش ہو' تو اگر اس قاضی کی رائے سے یہ مسئلہ میل کھاتا ہو۔ تو اسے چاہئے کہ اسکو نافذ کر دے' اور اگر اس کی رائے کے خلاف ہو۔ تو اسے قلمزد اور باطل قرار دے' جیسے ثالث کے فیصلہ کا بھی یہی حکم ہے۔ [2] اور صحیح یہ ہے کہ جو شخص بذریعہ سفارش منصب قضا پر فائز ہو۔ اور جو کسی سفارش کے بغیر محض اپنی صوابدید پر قاضی بنے' اجتہادی مسائل میں ہر دو کے فیصلے نافذ العمل ہوں گے۔ [3]

گزشتہ سطروں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ثالث بننا رشوت کی طرح نہیں' کیونکہ ثالث بننے والے کے لیے یہ عمل حرام نہیں ہے' نہ ہی جس کے سامنے ثالثی پیش ہو اس کو اس کا سننا ضروری ہے' بلکہ اگر کسی مباح عمل کے لیے ثالثی کی جائے' تو ثالث اور جس کے سامنے ثالثی کی جائے' ہر دو فرد خدا کے نزدیک ماجور ہوں گے' بشرطیکہ سفارش پر بخوبی عمل کیا جائے۔

رہی حرام سفارش تو وہ بھی رشوت کے حکم میں نہیں' اس لیے کہ رشوت کی تعریف اور اس کے اجزاء اس پر صادق نہیں آتے' البتہ اس کی حرمت دوسری ایسی دلیلوں سے ضرور ثابت ہے۔ جو رشوت کو حرام کرنے والی سابقہ دلیلوں کے علاوہ ہیں۔

---

[1] فتح القدیر: ج ۵' ص ۴۵۵۔

[2] الفتاویٰ الہندیہ: ج ۳ ص ۲۱۴' جامع الفصولین: لمحمود بن اسرائیل ج ۱ ص ۱۳' معین الحکام: فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام لعلاء الدین الطرابلسی ص ۹۔

[3] ایضاً فتح القدیر: ج ۵' ص ۴۵۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

رشوت کے احکام

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل:۔ رشوت کی حرمت' اور کتاب وسنت اور اجماع امت سے اس کی دلیلیں۔

دوسری فصل:۔ جرم رشوت کو ثابت کرنے کے طریقے

تیسری فصل:۔

مرتشی' راشی' اور درمیانی شخص کی تعزیر' اور اس کی دلیلیں' میری نظر میں یہ تعزیر مال' قید' کوڑے' ملازمت سے برطرفی' یا ان حقوق سے محرومی کی شکل میں ہوگی' جسے حکومت نے ان افراد کو مہیا کر رکھا ہے' نیز ان میں سے ہر ایک کے دلائل' مختلف اقوال' اختلافات' ترجیح' اور دوبارہ رشوت لینے کے وقت ان میں سے ہر ایک کی سزائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

رشوت کے احکام

اس باب میں تین فصلیں ہیں:

(پہلی فصل) رشوت کی حرمت' اور کتاب وسنت اور اجماع امت سے اس حکم کی دلیلیں

مقدمہ

شریعت مطہرہ لوگوں کے اموال کی حفاظت کو شدت سے چاہتی ہے۔ اور رشوت ستانی جیسے حرام اور باطل طریقے سے کسی کا مال کھانے سے سختی سے منع کرتی ہے۔ رشوت یہ ہے کہ مال صاحب اقتدار یا سرکاری ملازم کو پیش کیا جائے' تاکہ وہ اس کے حق میں یا اس کے حریف کے خلاف فیصلہ کرے' یا اس کا کام کردے' یا اس کے حریف کے کام کو ٹال دے وغیرہ۔

اسلام نے حکام اور اس کے معاونین کے لیے رشوت ستانی کو حرام ٹھہرایا ہے' نہ رشوت دینے کی اجازت ہے' نہ ہی اس کو قبول کرنے کی اجازت ہے' اسی طرح دونوں کے درمیان واسطہ بننا بھی ممنوع ہے۔

رشوت ستانی کی یہ حرمت اور اس گناہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اسلام کے سخت احکام قابل تعجب نہیں ہیں۔ کیونکہ کسی بھی معاشرہ میں رشوت کا عام ہونا ظلم و فساد کے عام ہونے کے مترادف ہے۔ رشوت دے کر خلاف حق فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اور جس کا کام بعد میں ہونا چاہئے' اس کا پہلے' اور جس کا پہلے ہونا چاہئے اس کا کام بعد میں کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں فرائض کی انجام دہی کی اسپرٹ پیدا ہونے کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بجائے مفاد پرستی کی اپرٹ پیدا ہوتی ہے۔

رشوت کا حکم

رشوت حرام ہے[1] حاکم قاضی' ملازم' یا جو عہدیدار کوئی کام کرتا ہے' اس کو کسی قسم کی مالی حرص کے بغیر اپنا فرض منصبی انجام دینا چاہئے' اور جس طرح رشوت لینے والے کا فعل حرام ہے' رشوت دینے اور واسطہ بننے کا فعل بھی سراسر حرام ہے۔

کتاب وسنت اور اجماع امت سے اس کی حرمت کی دلیلیں

(ا) کتاب اللہ کے دلائل

الف۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

[۲/البقرۃ:۱۸۸]

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس (رشوت کے طور پر) پہنچاؤ' کہ لوگوں کے مال میں تھوڑا بہت (جو کچھ ہاتھ لگے) اس کو جان بوجھ کر ناجائز طور پر نہ کھا جاؤ''۔

استدلال کی وجہ

اس آیت شریفہ میں باطل طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے سے ممانعت وارد ہے باطل طریقہ سے مال کھانے کی ایک صورت یہی رشوت ستانی ہے۔ جس کے ذریعہ حکام کو انصاف کے راستے سے برگشتہ کیا جاتا ہے' کسی چیز سے مخالفت اس کی حرمت کو چاہتی ہے' لہٰذا رشوت بھی حرام ہے۔

---

[1] الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۳۲۰' ۳۲۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آیت کی مزید تفسیر اور وضاحت کے لیے تفسیر کی کتابوں سے چند اقتباسات اور پیش کیے جاتے ہیں۔

آیت میں درج ''مال کھانے'' سے مراد مال کا چھیننا اور اس پر قبضہ جمانا ہے۔ چھیننے کیلیے ''کھانے'' کے لفظ کا استعمال اسی لیے کیا گیا' کہ خرچ کیے جانے کی عام اور اکثریت سے استعمال کیے جانے کی یہی صورت ہے' کہ اس کو کھا لیا جائے پھر اس لیے بھی کہ کھا لینا زندگی کی اہم اور بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔ اور باطل طریقے سے کھانے کا مفہوم یہی ہے کہ حقیقی طریقے کے بجائے غلط طریقہ سے اس کو ہڑپ کیا جائے' شریعت مال کھانے کے ہر ایسے طریقے کو حرام قرار دیتی ہے۔ جو غیر معتبر ہو' [1] اور کسی نا قابل لحاظ چیز کے عوض اس کا لین دین ہوا ہو' اور اگر اس طریقہ سے مال کا دینے والا رضامندی کا جھوٹا مظاہرہ بھی کرے تب بھی اس کا شمار رشوت میں ہوگا' [2] اور اگر دینے والے کی رضا شامل نہ رہی' یا غیر حقیقی اور غیر مفید جگہ اس کو خرچ کیا' [3] کہ اللہ نے اس کا کھانا۔ [4] مباح قرار نہیں دیا۔ تب بھی اس کا شمار حرام میں ہوگا اور اللہ نے ''آپس میں ایک دوسرے کا مال'' اس لیے کہا تا کہ امت کی وحدت کا احساس رکھا جائے' باہمی تعاون اور مشترکہ ذمہ داری کا تصور عام ہو' اور دلوں میں یہ یقین اجاگر ہو کہ غیروں کے مال کا احترام اور ان کی حفاظت کرنا ایسا ہے' جیسے اپنے مال کا احترام کیا' اور اس کی حفاظت کی اور اگر دوسرے کے مال پر دست درازی کی' یا اس کو غصب کیا تو یہ پوری امت کے مال پر ظلم و زیادتی کے مساوی ہوگا' جس کا وہ خود ایک فرد اور شجر امت کی ایک ڈال ہے۔ اور جس معاشرہ میں ایسا کوئی گناہ عام ہوگا' اس کے اثرات سے وہ خود بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا' کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ جتنی بے باکی سے وہ دوسروں کا مال کھائے گا' دوسرے اتنا ہی بے ڈر ہو کر اور طاقت پا کر اس کا مال ہڑپ کرنے کے درپے ہونگے' اور حکام کو رشوت کی شکل میں مال دینا انہیں باطل طریقہ

---

[1] تفسیر مراغی: ج ۲ ص ۸۰' تفسیر المنار: ج ۲ ص ۱۹۵۔
[2] تفسیر القرطبی: ج ۲ ص ۳۳۸۔
[3] تفسیر مراغی: ج ۲ ص ۸۰' تفسیر منار: ج ۲ ص ۱۹۵۔
[4] تفسیر طبری: ج ۲ ص ۱۰۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے مال کھلانا ہے۔ ❶ ﴿وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ..... الخ﴾ کی تفسیر یہی ہے کہ حکام کو راہ سے بے راہ کرنے اور انصاف سے ہٹانے کے لیے انہیں مال نہ کھلاؤ' نہ ہی اپنا کام نکالنے کے لیے انہیں رشوت دو۔ ❷

آیت میں درج ''با'' خالص الصاق کے لیے ہے' ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ قول ترجیح کے لائق ہے' کیونکہ بیشتر حکام پر رشوت ستانی کا شبہ ہوتا ہے۔ ہاں وہ لوگ محفوظ ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ علاوہ ازیں ہر دو لفظوں میں گہری مناسبت ہے۔ اس لیے کہ ''اِرْسَالُ دَلْوٍ'' سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں' اور ''رشوۃ'' رشا سے بنا ہے۔ (یعنی ڈول کی رسی) گویا اس رسی کے ذریعہ ڈول کو اس لیے ڈالا جاتا ہے' تاکہ اس کی حاجت اور ضرورت پوری کی جا سکے.....! ❸

(ب)..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ﴾ [۵/المائدۃ:۴۱]

''(اے پیغمبر) یہ لوگ جھوٹی باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرنے والے' (اور رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں''۔

استدلال کی وجہ

اس آیت میں یہود کی مذمت کی گئی' اس لیے کہ وہ جھوٹی باتیں سنتے ہیں' جھوٹی گواہی دیتے ہیں' اور حرام مال کھاتے ہیں' ان تین چیزوں کی مذمت ان کی حرمت کو چاہتی ہے کیونکہ حرام کھانا ان کے اندر پیوست ہوتا ہے' رشوت بھی حرام کمائی میں داخل ہے' اس لیے رشوت کا لین دین حرام ہے۔ یہ لعنت یہودیوں میں بڑی حد تک پھیلی ہوئی تھی' یہی قوم یہود کا طریقہ تھا' ان کی زندگی اسی ڈگر پر گھومتی تھی کہ وہ فیصلوں میں انصاف کے راستے سے گریز کرتے تھے' ان کے اندر رشوت کا عام رواج پڑ چکا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کے

---

❶ تفسیر مراغی: ج۲' ص۸۱' تفسیر منار ج:۲' ص۱۹۵۔ ❷ تفسیر مراغی: ج۲' ص۸۱' تفسیر منار: ج۲ ص ۱۹۵' تفسیر قرطبی: ج۲' ص۳۴۰۔ ❸ تفسیر قرطبی: ج۲' ص۳۴۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملات بگڑ چکے تھے' عفت اور پاکدامنی کے بجائے حرص و ہوس اور لالچ کا ہر طرف دور دورہ تھا اور یہود اور سرداران یہود رشوت اور حرام چیزوں کے رسیا تھے' کمینہ پن اور بے حیائی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور جس لعنت میں قوم یہود مبتلا تھی' بگاڑ اور پستی کے دنوں میں کم و بیش ہر قوم کا یہی انجام ہوتا ہے' [1] آج بھی گاہے گاہے یہود کی زیر ملکیت عالمی کمپنیوں کی بابت ہم آئے دن سنا کرتے ہیں کہ ان کے اعلیٰ حکام دنیا میں پھیلے ہوئے بڑے بڑے عہدے داروں اور بیوپاریوں کو طرح طرح سے رشوت دیتے ہیں' ان کے منہ روپیوں سے اس لیے بند کرتے ہیں' تاکہ عالمی ضمیر میں فساد آئے' گرے ہوئے اور نکمے طریقہ سے ان کی تیار مصنوعات کا رواج ہو' اور مارکیٹ اور عالمی منڈی ان کے ہاتھ سے نکلنے نہ پائے اور یہودیوں کی اس اندرونی سرشت اور فطرت جان لینے کے بعد کہ وہ دیگر اقوام اور ساری دنیا کے عوام کے اخلاق اور ان کے کردار کو بگاڑ کر رکھ دینا چاہتے ہیں۔ اسی لیے وہ اس قسم کی گھناؤنی اور ناپاک سازشوں میں روزمرہ لگے رہتے ہیں' پھر ہمیں ان پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔

حضرت حسن سے نقل ہے کہ: بنی اسرائیل کے حکام کا یہ حال تھا کہ فریقین میں سے کوئی جب ان کے پاس آتا' تو رشوت کو اپنی آستین میں رکھ لیتا' اور حاکم کی توجہ آستین کی طرف مبذول کرتا' پھر اپنی ضرورت کا اظہار کرتا' حاکم رشوت پر فریفتہ ہو کر اس کی طرف اس طرح مائل ہوتا تھا کہ اس کی باتیں سنتا تھا' اور اس کے فریق کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ اس طرح یہ حکام رشوت کھاتے تھے' اور جھوٹی باتیں سنتے تھے۔ [2]

یہ ایک رہی' پھر رشوت مال حرام کی ایک قسم ہے۔ [3] اس کی دلیل وہ حدیث ہے' جس کو ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا:

---

[1] تفسیر مراغی: ج ۶ ص ۱۲۰' تفسیر منار: ج ۶ ص ۳۹۳۔

[2] تفسیر کشاف للزمخشری: ج ۱ ص ۶۱۴۔

[3] سحت یعنی سحت حرام مال جس کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ سحت ہر وہ حرام مال ہے۔ جس کا ذکر کرنا بھی برا معلوم ہو' یا ایسی کمائی جو حرام اور بری ہو' جس کا ذکر شرمناک ہو' اور اس کا بیان کرنا بھی ناقابل بیان ہو اَسْحَتَ الشَّیْءَ یعنی اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا' اور بگاڑ دیا سحت بہت زیادہ کھانے پینے کو بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ (بقایا اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((كُلُّ لَحْمٍ اَنْبَتَهُ السُّحْتُ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ)) قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاالسُّحْتُ؟ قَالَ: ((الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ.))

''جو پارہ گوشت ''سحت'' سے پروان چڑھے' دوزخ کی آگ اس کے لیے زیادہ موزوں ہے' عرض کیا گیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! ''سحت'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فیصلہ دینے میں رشوت لینا۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (رِشْوَةُ الْحَاكِمِ مِنَ السُّحْتِ) حاکم کا رشوت لینا ''سحت'' ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرض وغیرہ میں رشوت لینا ''سحت'' ہے۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے' سحت یہ ہے کہ آدمی اپنے جاہ ومرتبے کی آڑ میں لوگوں کا مال کھائے' اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ کے دربار میں رسوخ حاصل ہو' اب اگر اس سے کوئی شخص کسی قسم کی حاجت طلب کرے تو وہ رشوت طلب کرے' اور رشوت کے بغیر اس کا کام پورہ نہ کرے' اور اسلاف صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ حق کو ناحق اور جائز کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے رشوت لینا حرام ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ) رَجُلٌ مُسْحُوْتُ الْجَوْفِ وَالْمِعْدَةِ شَرِهٌ: بہت زیادہ کھانے والا آدمی جس کی سب سے بڑی حرص والی چیز خود اس کا معدہ ہے۔ مَسْحُوْتٌ: ۔وہ شخص جس کا معدہ انواع واقسام کے کھانوں کا حریص ہو' جو کبھی آسودہ نہ ہوتا ہو۔ (تاج العروس ج ا ص ۵۵۱' تہذیب اللغۃ ج ۴ ص ۲۸۴) سحت کی اصل کلب الجوع ہے۔ یعنی کتے کی سی شدید بھوک' کہا جاتا ہے۔ فُلَانٌ مَسْحُوْتُ الْمِعْدَةِ اِذَا كَانَ اَكُوْلًا لَا يُلْفٰى اَبَدًا اِلَّا جَائِعًا۔ فلاں بھوکا پیٹ ہے' جتنا زیادہ کھاتا ہے' اس کے باوجود اس کا پیٹ نہیں بھرتا' رشوت کو سحت اس کے ساتھ تشبیہ کی غرض سے کہا جاتا ہے۔ گویا رشوت خور رشوت لے کر اتنا حریص ہوتا ہے کہ اس کی رشوت کی بھوک نہیں مٹتی' جیسے بہت زیادہ حریص اور لالچی آدمی کی بار بار کھانے کے باوجود بھوک نہیں مٹا کرتی' (جامع البیان للطبری ج ۶ ص ۱۵۶' والجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۶ ص ۱۸۲) اس طرح غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سحت اور رشوت میں کلی مناسبت پائی جاتی ہے اور رشوت اسی کا جز ہے کیونکہ سحت اس حرام اور گھٹیا کو کہتے ہیں' جس کے اندر برکت نہیں ہوتی۔ اس کے لینے والے کے اندر مروت اور شرافت کا دور دور تک پتہ نہیں ہوتا' اس کے حصول میں ننگ اور عار پنہاں ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے لینے والا اس کو چھپائے چھپائے پھرتا ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رشوت کا حال سنبھی کے۔ ہی جب ہے رشوت جرانے والی تفسیر القرآن الکریم ج ۲ ص ۹۲۵)

سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ:

(اَلسُّحْتُ الرِّشْوَةُ) ❶

''سحت رشوت ہے''۔

ابن قدامہ سے مغنی میں کہا ہے کہ: حسن رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے باری تعالیٰ کے ارشاد ﴿اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ کی تعریف میں کہا ہے کہ ''سحت رشوت ہے'' نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر قاضی رشوت قبول کرلے تو وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے' ❷ کیونکہ اللہ نے جو حکم جس طرح اتارا ہے' یہ اس کی خلاف ورزی کے درپے ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

[۵/المائدۃ:۴۴]

''اور (یاد رکھو) جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں''۔

گزشتہ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سحت' رشوت سے عام ہے۔ اور اس قول کے معارض ان لوگوں کا قول نہیں ہوسکتا' جنہوں نے سحت کی وضاحت' دین میں رشوت' فیصلہ میں رشوت' یا اس سے متعلق رشوت مراد لی ہے۔ انہوں نے درحقیقت آیت کے شان نزول کے لحاظ سے آیت کی تفسیر کی ہے۔ کیونکہ یہ آیت علمائے یہود اور اس قوم کے رؤسا اور سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی' ان مفسرین نے عام لغوی معنی مراد نہیں لیا ہے۔ ❸

بہرکیف رشوت لینے والا رشوت ستانی کے ساتھ ساتھ ایک اور جرم کرتا ہے' یعنی جھوٹی باتوں کو بنفس نفیس سماعت کرتا ہے۔ پھر اس کے بارے میں فیصلہ صادر کرتا ہے۔

---

❶ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۶ ص۱۸۳۔

❷ المغنی والشرح الکبیر: ج۱۱ ص۴۳۸' الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص۵۶' نیل الاوطار للشوکانی: ج۸ ص۲۷۸' جامع البیان للطبری: ج۶ ص۱۵۵' تفسیر القاسمی: ج۶ ص۱۹۹۲' الزواجر فی فقہ احمد: ص۸۸۹۔

❸ تفسیر المنار: ج۶ ص۳۹۳ قدرے تصرف کے ساتھ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کریمہ نے اسی کی وضاحت کی ہے کہ ''رشوت لینے والا رشوت دینے والے کی جھوٹی باتیں سنتا اور اس طرح سنتا ہے۔ جیسے وہ صحیح اور سچی باتیں ہیں' اسی طرح رشوت دینے والے کی جھوٹی گواہیاں سنتا ہے' جو وہ سچی گواہی کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے۔

ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت کی تفسیر کرنے والے جملہ مفسرین متفق ہیں کہ ''رشوت ستانی حرام ہے۔ نیز اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ یہ بھی اس سحت میں شامل ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ [1]

ج۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝﴾ [۵/المائدۃ:۶۲۔۶۳]

''اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام مال کے کھانے کی طرف جھپٹتے ہیں۔ بہت برے کام ہیں جو یہ کر رہے ہیں' بھلا ان کے مشائخ اور علما انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے یقیناً یہ لوگ بہت ہی برا کرتے ہیں''۔

استدلال کی وجہ

یہود کی بدکرداری' اور حرام کھانے پر اللہ نے ان کی شدید مذمت فرمائی' رشوت حرام کھانے کی ایک قسم ہے' نیز اللہ نے ان کی اس لیے بھی مذمت فرمائی کہ اس خرابی کو انہوں نے بدل کر اس کی جگہ خوبی کو رواج نہیں دیا' کسی فعل پر زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کے حرام قرار دیئے جانے کی دلیل ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ رشوت حرام ہے۔

---

[1] احکام القرآن للجصاص: ج۴ ص۸۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۲۔سنت سے دلیلیں

① امام ترمذی' احمد اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فیصلہ کرنے کے سلسلے میں رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔'' [1] بزار اور ابویعلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔'' [2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ [3] سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رشوت لینے رشوت دینے' اور واسطہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے''۔ واسطہ یعنی جو دونوں کے درمیان لین دین کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ [4]

استدلال کی وجہ

لعنت:۔رحمت خداوندی سے دوری اور مہجوری کو کہتے ہیں اور یہ دوری اور مہجوری کسی بڑی نافرمانی میں ہوا کرتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ رشوت بھی خداوند عالم کی زبردست نافرمانی کرنا ہے' اس لیے وہ بھی حرام ہے۔

② امام ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے :فرماتے ہیں کہ:

---

[1] جامع الاصول من احادیث الرسول: ج ۱۰ ص ۵۴۸' کنز العمال: ج ۶ ص ۶۰' فتح العلام: ج ۲ ص ۳۲۰' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۶' الاحکام السلطانیہ لابی یعلی: ص ۵۶' نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۶۷' الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی: ج ۱۵ ص ۲۱۲' الزوائد فی فقہ احمد: ص ۸۸۹' احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵۔

[2] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ج ۴ ص ۱۹۹' کنز العمال: ج ۶ ص ۶۰۔

[3] اس روایت کو احمد اور طبرانی نے کبیر میں نقل کیا' حاکم نے اس کی تخریج کی' اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ایک راوی ہے' بزار نے کہا کہ یہ روایت اس کے تفردات میں سے ہے۔ملاحظہ ہو کنز العمال: ج ۶ ص ۵۷' نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۷۶' الفتح الربانی: ج ۱۵ ص ۲۱۳۔

[4] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ج ۴ ص ۱۹۸' کنز العمال: ج ۶ ص ۵۷' نیل الاوطار: ج ۸ ص ۲۶۷' الحلال والحرام فی الاسلام للقرضاوی: ص ۳۲۱' الفتح الربانی: ج ۱۵ ص ۲۱۳' احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے یمن روانہ فرمایا: جب میں روانہ ہوا' تو آپ نے ایک شخص کو مجھے واپس بلانے کے لیے بھیجا' وہ شخص میرے پیچھے پیچھے میرے پاس آیا' میں لوٹ کر آپ کے پاس آیا' آپ نے دریافت فرمایا ''تم جانتے ہو' میں نے تمہیں کیوں واپس بلایا ہے؟ (میں نے اس لیے تمہیں واپس بلایا ہے) میری اجازت کے بغیر کوئی چیز ہرگز نہ لینا' ورنہ وہ خیانت ہوگی' (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی) ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ [۳/آل عمران:۱۶۱] ❶ (جو شخص خیانت کرے گا' قیامت کے دن اپنی خیانت سمیت حاضر ہوگا) میں نے یہی کہنے کے لیے تمہیں واپس بلوایا ہے' اچھا اب اپنے کام کے لیے روانہ ہو جاؤ۔''

استدلال کی وجہ

امام کی اجازت کے بغیر کوئی چیز لینا غلول' اور خیانت ہے۔ چونکہ رشوت بھی امام کی مرضی کے بغیر ہی لی جاتی ہے۔ اس لیے وہ بھی غلول اور خیانت میں شمار ہوگی' اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں' لہٰذا رشوت لینا بھی حرام ہے۔

❸ بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اَلرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي النَّارِ)) ❷

''رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں''۔

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور انہوں ❸ نے حضور ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي)) ❹

---

❶ جامع الاصول من احادیث الرسول ﷺ ج ۱۰ ص ۵۴۹۔ ❷ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد' الهامش الاتی ج ۴ ص ۱۹۹ الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ ص ۵۶۔ ❸ ابن حبان طبرانی' دارقطنی۔ ترمذی نے کہا' دارمی نے اس کو قوی بتایا ہے..... الخ اس کی سند پر بھی طعن نہیں کیا جا سکتا' اس لیے کہ ابوداؤد نے کہا ہے حدثنا احمد بن یونس..... ملا حظہ ہو نصب الرایہ تخریج احادیث الہدایہ ج ۴ ص ۶۶ ❹ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۴ ص ۱۹۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔''

④ طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ.)) ❶

''اللہ نے فیصلہ کے سلسلہ میں رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی۔''

استدلال کی وجہ

لعنت اور آتش دوزخ میں پڑنے کا استحقاق حرام کام میں پڑ جانے کی وجہ سے ہے۔ اس لیے رشوت لامحالہ حرام ہے۔

⑤ طبرانی نے حضرت علیم سے روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک چھت پر بیٹھے ہوئے تھے' اور ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی بھی بیٹھے ہوئے تھے' علیم کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ وہ صحابی عبس غفاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور تھے ان دنوں حال یہ تھا کہ طاعون کی وجہ سے لوگ بھاگے جا رہے تھے' اتنے میں عبس نے کہا: اے طاعون! تو مجھے بھی آ لے! انہوں نے یہ جملہ تین بار کہا: علیم نے کہا: آپ یہ کیوں کہتے ہیں' کیا اللہ کے رسول ﷺ نے یوں نہیں فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے' اس لیے کہ جس دن جس کا کام تمام ہوگا۔ موت آپ اسے آ لے گی' اور اس کو کوئی لوٹا نہیں سکتا' نہ رضامندی کا پھر کوئی موقعہ مل سکتا ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا فرماتے تھے' چھ چیزوں سے پہلے ہی موت کی خواہش کر لو' بیوقوفوں کی امارت قائم ہونے سے پہلے' فیصلے بیچ دیئے جانے سے پہلے' خون کو حقیر جاننے سے پہلے' قطع رحمی سے پہلے اور ایسے نت نئے گروہوں ❷ کے وجود میں آنے سے پہلے جو قرآن کو بانسری بنا لیں گے' اور ایسے آدمیوں کو آگے بڑھائیں گے' جو ان میں زیادہ سوجھ بوجھ والا' زیادہ جانکار' اور زیادہ افضل نہیں ہوں گے۔ ❸

(گزشتہ سے پیوستہ) کنز العمال ج ۶ ص ۵۷' نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۶' عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۹ ص ۴۹۵' الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی لاحمد البناء ج ۱۵ ص ۳۱۳ ❶ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۴ ص ۱۹۹ ❷ یعنی نو خیز گروہ' النہایہ فی غریب الحدیث ج ۵ ص ۵۱۔ ❸ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۴ ص ۱۹۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

فیصلہ بیچ دیئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ رشوت دے کر منصب پر تقرر کیا جائے' اور ان چھ چیزوں میں سے ایک جن سے بھاگ کر بچ نکلنا چاہئے' خواہ ان سے تجارت کے لیے موت کی تمنا کیوں نہ کی جائے' حالانکہ موت کی تمنا سے بھی منع کیا گیا ہے' ظاہر ہے' اس نوعیت کا فرار کسی ایسے ہی کام سے گریز کی صورت میں ہوگا' جو حرام ہے۔ اس لحاظ سے بھی رشوت حرام ہے۔

⑥ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میری اس تھیلی میں ایک ایسی روایت ہے کہ اگر میں اسے تمہارے سامنے بیان کر دوں تو تم مجھے سنگسار کر ڈالو' پھر آپ نے فرمایا: خدایا! مجھے (سن) ساٹھ کے پہلے سال میں نہ پہنچانا' کسی نے عرض کیا' ساٹھ کا پہلا سال کیا؟ انہوں نے فرمایا: جب چھوٹے بچوں کی امارت قائم ہو گی' فیصلے بیچ دیئے جائیں گے' کثرت سے شرطیں لگائی جائیں گی' جان پہچان کی وجہ سے گواہی دی جائے گی' لوگ امانت کو مال غنیمت سمجھیں گے' صدقہ اور خیرات کو تاوان سمجھیں گے' اور ایسا گروہ پیدا ہوگا۔ جو قرآن کریم کو بانسری بنا ڈالے گا۔ حماد کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ: خون کو حقیر سمجھا جائے گا۔ [1]

استدلال کی وجہ

فیصلہ بیچنا اور رشوت لینا ان امور سے ہے۔ جن سے پناہ مانگی گئی ہے' معنوی طور پر یہاں بھی انہیں چیزوں سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ اور پناہ مانگنا کسی حرام کام سے ہی ہوا کرتا ہے' اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ رشوت حرام ہے۔

⑦ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں' اور امام ابوداؤد نے ذوی الزوائد سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

((خُذُوا الْعَطَاءَ مَادَامَ عَطَاءً ' فَإِذَا تَجَاحَفَتْ ② قُرَيْشٌ بَيْنَهُمَا

---

① کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز ② تجاحفت: ایک دوسرے کو تلوار سے مارنا۔

① کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْمُلْكَ وَصَارَ الْعَطَاءُ رِشًا عَنْ دِيْنِكُمْ فَدَعُوْهُ)) ❶

''تم عطیہ اس وقت تک قبول کرو' جب تک کہ وہ عطیہ ہو۔ اور جب قریش بادشاہی کے معاملہ میں باہم لڑنے لگیں' اور عطیہ تمہارے دین کے لحاظ سے رشوت بن جائے تو اس کو چھوڑ دو''۔

استدلال کی وجہ

عطیہ رشوت کے درجہ میں پہنچ جائے تو اس سے ممانعت وارد ہے' یہ ممانعت حرمت کو چاہتی ہے' اس لیے رشوت حرام ہے۔

⑧ ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا:۔

((كُلُّ لَحْمٍ اَنْبَتَهُ السُّحْتُ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ' قِيْلَ وَمَا السُّحْتُ ؟ قَالَ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ)) ❷

''جو گوشت حرام سے پیدا ہوگا' اس کے لیے دوزخ کی آگ زیادہ لائق ہوگی کسی نے عرض کیا' سحت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: فیصلہ کرنے میں رشوت دینا''۔

استدلال کی وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت کو سحت کی ایک قسم بتایا' اور رشوت کھانے والے کو آتش دوزخ کی وعید سنائی' اور یہ قاعدہ ہے کہ حرام کے ارتکاب پر ہی وعید سنائی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشوت حرام ہے۔

⑨ عبدلرزاق اور ابوسعید نقاش نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ کنزالعمال: ج۶ ص۵۷۔

❷ کنزالعمال: ج۶ ص۶۰' الجامع لاحکام القرآن: ج۶ ص۱۸۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((لَعَنَ اللّٰهُ الْاٰكِلَ وَالْمُطْعِمَ الرِّشْوَةَ.))

''اللہ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے''۔ ❶

⑩ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَخَذَ الرِّشْوَةَ فِي الْحُكْمِ كَانَتْ سِتْرًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ))

اَلْحَدِيْثُ اَوْمَافِي مَعْنَاهُ ❷

''جس نے فیصلہ کے لیے رشوت لی وہ رشوت اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی''۔

استدلال کی وجہ

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور الحدیث او مافی معناہ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے کو سخت وعید سنائی ہے۔ اور وعید کسی حرام کام کے ارتکاب پر ہی سنائی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ رشوت حرام ہے۔

⑪ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ❸ سے منقول ہے' انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔

((مَامِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّبَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ)) ❹

''جس کسی قوم میں سود زیادہ ہوتا ہے وہ لوگ قحط سالی میں گرفتار کیے جاتے

---

❶ کنز العمال: ج۶ ص۶۰۔ ❷ کنز العمال: ج۶ ص۶۰۔

❸ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ احمد البناء نے فتح الربانی میں کہا ہے' امام احمد کے سوا کسی اور کی روایت سے میں واقف نہیں' نیز اس کی سند میں موسیٰ بن داؤد ایک راوی ہے۔ جسکی بابت امام ذہبی نے کہا ہے' کہ ابن لہیعہ اور محمد بن راشد سے اس کا منقول ہونا مجہول ہے۔ اور اگر وہ مکحول ہے تو نسائی نے کہا ہے کہ روایت قوی نہیں ہے۔ یا اگر وہ شامی ہے تو ازدی نے اس کو منکر کہا ہے۔ الخ..... حافظ نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے' نیز کہا' یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے' لیکن اس کے حق میں بعض شواہد ایسے ہیں' جو حاکم کے نزدیک جید سند کے ساتھ منقول ہیں' ان کے الفاظ یہ ہیں' اور جس قوم میں بے حیائی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر موت کو مسلط فرما دیتا ہے۔

❹ حاشیہ السندی: ج۳ ص۱۳۱' الفتح الربانی ترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی: ج۱۵ ص۲۱۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور جس قوم میں رشوت ستانی عام ہو جاتی ہے۔ انہیں مرعوبیت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے''۔

استدلال کی وجہ

مشکلات اور تکالیف کا نزول حرام کاری میں پھنسنے کی وجہ سے ہی ہوا کرتا ہے' جس سے گریز نہایت ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے ان مصیبتوں کی ایک علت یہ بتائی ان کے اندر رشوت ستانی عام ہوگی' اس سے ثابت ہوا کہ رشوت لینا حرام ہے۔

رشوت حرام ہونے کے بارے میں صحابہ وتابعین کی صراحتیں

(ا) اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہود کے پاس بھیجا' تا کہ کھجوروں کی پیداوار میں خراج کی مقدار کو جا کر وہ الگ کر لیں' جب وہاں پہنچے تو یہود نے آپ کے سامنے آپ کے اپنے اخراجات کے لیے کچھ مال پیش کیا حضرت عبداللہ نے ان سے کہا: تم نے جو یہ رشوت میرے سامنے پیش کی ہے۔ یہ ''سحت'' ہے۔ ہم سحت نہیں کھایا کرتے' اس روایت کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ [1]

استدلال کی وجہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رشوت کو سحت قرار دیا' اور اس کے کھانے سے باز رہے' یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ مباح چیز کھانے سے یوں گریز نہیں کر سکتے تھے۔

(ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرمایا تھا۔ ''مسلمانوں پر [2] کسی مشرک کو کاتب مقرر نہ کرنا۔ اس لیے کہ وہ اپنے

---

[1] الحلال والحرام فی الاسلام: ج ۳۲۴' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۷۶۔

[2] امام حصیری نے بعض مشائخ کی طرف سے منقول ان کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشرک کاتب کو اس کی رشوت ستانی کی عادت کی وجہ سے ناپسندیدہ قرار دیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دین کے حساب سے رشوت کھاتے ہیں۔ جبکہ اللہ کے دین میں رشوت کوئی چیز نہیں ہے۔ ❶

استدلال کی وجہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بتانا کہ خدا کے دین میں رشوت کوئی چیز نہیں' اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ وہ حرام ہے' اور آپ کا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سننے کی بنا پر ہوا' کیونکہ حرمت کا حکم اجتہاد سے نہیں دیا جا سکتا۔

(ج) طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں۔

''فیصلہ میں رشوت کفر ہے۔ اور لوگوں کے درمیان یہ مال حرام''۔ ❷

استدلال کی وجہ

قاضی کا رشوت لینا اسے کفر تک پہنچا کر دم لیتا ہے' کیونکہ اس کے بعد وہ حکم خداوندی کے علاوہ فیصلہ کا نفاذ کرتا ہے' اور یہ عوام الناس کے لیے سحت ہے' اور سحت حرام ہے' لہٰذا وہ رشوت بھی حرام ہوگی' کیونکہ اس سے قاضی کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگ حرام کے اندر جا پڑتے ہیں۔

(د) طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ❸

''رشوت تمہارے دین کے حساب سے سحت ہے''۔ ❹

(گزشتہ سے پیوستہ) اور اگر کوئی مشرک کاتب رشوت نہیں لیتا تو وہ اس مسلمان کاتب کے مقابلہ میں بہر حال برداشت کیا جا سکتا ہے' جو رشوت خور ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول میں اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے' مقصود اس معنی کی وضاحت ہے کہ رشوت ایک قبیح فعل ہے' سخت طعن تشنیع کیے جانے کے لائق ہے' اور آثار میں یہ بات منقول ہے کہ جس دروازے سے رشوت اندر آتی ہے' اس گھر کے روشن دان سے امانت نکل کر چلی جاتی ہے۔

❶ تعریب السیاسۃ الشرعیۃ فی حقوق الراعی وسعادۃ الرعیۃ: ص ۵۲۔

❷ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ج ۴ ص ۱۹۹۔

❸ طبرانی کی ذکر کردہ حدیث کے راویوں میں ایک صاحب ابو نعیم ہیں' جو غیر معروف ہیں' اگر ان سے مراد فضل بن دکین ہیں' تو وہ ثقہ ہیں' اور اگر ان سے مراد ضرار بن صرد ہے تو وہ ضعیف ہے' اور ان دونوں نے سفیان سے

کتاب و سنت کی روشنی میں مجمع الزوائد ومنبع الفوائد اردو ترجمہ اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

جب تک رشوت کا شمار سحت میں ہوگا' وہ حرام ہوگی' اس لیے سحت حرام ہے'

(ھ) ابن منذر نے حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔

''آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا رشوت سحت کے حکم میں ہے۔ آپ نے فرمایا' نہیں بلکہ وہ کفر ہے''۔

سحت یہ ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ کے نزدیک رسوخ حاصل ہو' اور ایک اور شخص کو بادشاہ مذکور سے کوئی کام ہو' اب یہ شخص اس دوسرے شخص کے ذریعہ جب تک بادشاہ کے دربار میں کوئی تحفہ نہ دے' اس کا کام پورا نہیں ہو پاتا.....! [1]

(و) ابن ابوشیبہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابووائل شقیق ابوسلمہ سے..... جو ائمہ تابعین سے ہیں..... نقل کیا ہے کہ قاضی جب تحفہ لیتا ہے' تو وہ سحت کھاتا ہے' اور جب رشوت لیتا ہے' تو کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ [2]

استدلال کی وجہ

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رشوت حکم خداوندی کے خلاف تک پہنچاتی ہے۔ اور حکم خداوندی کی خلاف ورزی کفر ہے' اور جو چیز کفر تک پہنچاتی ہے وہ حرام ہے' لہٰذا رشوت بھی حرام ہے۔

(ز) ابن ابی شیبہ' عبد بن حمید' اور ابن جریر نے حضرت اعمش بن خیثمہ سے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا: سحت کے دو دروازے ہیں' اور جو اسے کھاتے ہیں وہ ان دو دروازوں سے اسے کھاتے ہیں' ایک

---

[1] کنز العمال: ج ۵ ص ۴۹۲۔

[2] نیل الاوطار: ج ۸ ص ۱۲۷۸۔ احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رشوت' دوسرے زانیہ کی اجرت۔ ❶

استدلال کی وجہ

معلوم ہوا کہ رشوت' سحت کی ایک قسم ہے' اور سحت حرام ہے' لہٰذا رشوت بھی حرام ہوگی۔

۳۔اجماع کی دلیل

صحابۂ کرام' تابعین عظام اور تبع تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ رشوت کا لینا اس کا دینا' اور اس کے لیے درمیانی پارٹ ادا کرنا سب حرام ہے' اور اس سلسلے میں کسی کا اختلاف منقول نہیں' البتہ اختلاف ان امور میں ہے جن میں مجبوری کے تحت یا اس کے علاوہ کسی صورت میں رشوت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور اس سب کا بیان گزر چکا ہے۔ ❷

دوسری فصل

جُرم رشوت کو ثابت کرنے کے طریقے

جرم رشوت ایک مالی جرم ہے' اس لیے اس کے ثبوت کے لیے وہ ذرائع ضروری ہیں' جن سے مالی جرائم ثابت ہوتے ہیں۔ میری نظر میں ان جرائم کا ثبوت حسب ذیل ذرائع سے ہوتا ہے۔

۱۔شہادت کے ذریعہ ۲۔ملزم کا اعتراف جرم ۳۔ یقینی قرینہ

۱۔شہادت

یعنی گواہی کے ذریعہ' اس کے تین درجے ہیں۔

---

❶ احکام القرآن للجصاص: ج۴ص۸۵' کنز العمال ج۵ص۴۹۲۔

❷ فتح العلام: ج ۲ ص ۳۲۰' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۴ص ۹۵' نیل الاوطار: ج ۸ص ۲۷۷' سبل السلام: ج۴ص۱۶۷' الزوائد فی فقہ احمد: ص۸۸۹' المغنی والشرح الکبیر: ج۱۱ص۴۳۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(الف) دومردوں کی گواہی۔ (ب) ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔

(ج) ایک گواہ اور ایک قسم۔

الف: دومردوں کی گواہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ [۲/البقرۃ:۲۸۲]

''اور تم اپنے میں سے دومردوں کو گواہ کرلیا کرو''۔

استدلال کی وجہ

آیت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ قرض کا ثبوت دو گواہوں کے ذریعہ ہو جاتا ہے اور قرض کا تعلق اموال سے ہے اور رشوت مالی جرم ہے اس لیے اس کا ثبوت بھی انہیں ذرائع سے ہوتا ہے۔ جن ذرائع سے مال کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

ب۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ.﴾ [۲/البقرۃ:۲۸۲]

''پھر اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں)''[1]

استدلال کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو مالی مسائل کے تصفیہ کی ایک

---

[1] کشاف القناع: عن متن الاقناع ج ۶ ص ۴۳۴، حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۴۶۵، نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۱۴۸، حاشیہ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۱۴۰، الطرق الحکمیہ: ص ۶۸، الجرائم فی الفقہ الاسلامی: ص ۲۱۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت قرار دیا ہے۔ اور رشوت بھی مالی نوعیت کا مسئلہ ہے' اس لیے جس طرح دیگر مسائل کا تصفیہ ہوتا ہے' رشوت کا تصفیہ بھی اسی طرح ہوگا۔

آیت کا سیاق وسباق بھی اس کے حکم کو مال کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے ذریعہ اس حکم کے ثابت ہونے پر اجماع منعقد ہے' [1] اگر کوئی اعتراض کرے کہ بظاہر قرآن پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرد اور دو عورتیں' دو مرد گواہوں کا بدل ہیں۔ اس لیے دو مرد نہ ہونے کی صورت میں ہی ان دو عورتوں کی گواہی پر فیصلہ صادر ہوگا' ورنہ صادر نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی' قرآن پاک تو دراصل اس حقیقت کو پیش کرتا ہے۔ کہ حقدار اپنے حقوق کی کیونکر حفاظت کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے حفاظت حقوق کی مضبوط ترین صورت انہیں یہ بتائی کہ دو گواہ کے ذریعہ وہ اپنے حق کو ثابت کریں اور اگر حفاظت کا یہ مضبوط ذریعہ انہیں میسر نہ آئے تو اس سے قدرے کم مضبوط لیکن درست ذریعہ کو استعمال کریں' اور یہ درجہ بندی اسی لیے ہے کہ ایک مرد کی گواہی' دو عورتوں کی بہ نسبت زیادہ قوی اور مضبوط ہوتی ہے ویسے بھی عورتیں حکام کی مجلسوں میں بمشکل جاتی ہیں' پھر مردوں کو جتنی مضبوطی اور پختگی سے باتیں یاد ہوتی ہیں' عورتوں کو اس طرح یاد بھی نہیں ہوتیں' اگر ان میں ایک بھول بھی جائے تو دوسری کو اسے یاد دلانا پڑتا ہے۔ [2]

ج۔ ایک گواہ اور ایک قسم [3]

اس کا ثبوت امام احمد' ترمذی' اور ابن ماجہ سے منقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ایک قسم اور ایک گواہ کے ذریعہ فیصلہ صادر فرمایا'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق کا استحقاق اس طرح سے بھی ہو جاتا ہے۔

---

[1] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۴۳۴۔

[2] الطرق الحکمیہ: ص ۱۳۱۔

[3] نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۱۴۸' حاشیہ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۱۲۰' الطرق الحکمیہ: ص ۱۲۳' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۴۳۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر قسم اور گواہ کے ذریعہ حضور ﷺ کے اس فیصلہ صادر کرنے کو آٹھ صحابہ کرام نے نقل کیا ہے' ان میں حضرت علی' حضرت ابن عباس' ابو ہریرہ' جابر' عبداللہ بن عمر' ابی' زید بن ثابت اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم سبھی شامل ہیں ۔ ❶

نیز اس لیے کہ گواہ کے ذریعہ قسم والے کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں' اور اس کی سچائی ثابت ہوتی ہے ۔ جیسے قبضہ والے اور منکر کی باتیں ان کے مضبوط پہلو کی وجہ سے درست معلوم ہوتی ہیں ۔

اور جب اس نوعیت سے فیصلہ کی نوبت آئے' تو یہ ضروری ہے کہ پہلے گواہ کی گواہی لی جائے' پھر قسم کھلائی جائے' یہ اس لیے کہ اس کا پہلو مضبوط ہونے کی وجہ سے اس کے لیے قسم کا نفاذ کیا گیا' البتہ اس کی تقویت کے لیے گواہ کی گواہی درکار ہوگی ۔ ❷

ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کرے کہ قسم مدعی کی طرف سے ہوتی ہے ۔ اور یہاں رشوت دینے والا ہی مدعی تصور کیے جانے کے لائق ہے' لیکن مشکل یہ ہے کہ مدعی کا دعوی درست نہیں ہوسکتا' اس لیے کہ اس نے ایک ایسی معصیت کا ارتکاب کیا' جس پر قاضی اسے سزا دے سکتا ہے ۔ لہٰذا اس قسم سے جرم رشوت کو ثابت کرنا درست نہیں معلوم ہوتا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رشوت دینے والے کا دعویٰ اس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ اسے رشوت دینے پر مجبور کیا گیا' اور مجبور کیے جانے کا جو طریقہ ممکن تھا' اس پر آزمایا گیا ۔ (اس طرح اس کا دعویٰ لائق قبول ہوسکتا ہے) ❸

---

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۴۳۵' ۴۳۶' الطرق الحکمیہ: ص ۶۷ ۔

❷ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۴۳۵ ۔

❸ ایک گواہ اور قسم کے ذریعہ ثابت کرنا اس موضوع پر الطرق الحکمیہ: ص ۶۸' ۶۹ میں لکھا ہوا ہے ۔ ''ابو عبید القاسم بن سلام جو فقیہ' لغوی' اور محدث ہیں' انہوں نے لکھا ہے ۔ گواہ اور قسم سے حق ثابت ہوتا ہے ۔ اس فیصلہ کو حضور کی پیروی اور آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم بھی اختیار کرتے ہیں ۔ اور یہ حکم خداوندی کے خلاف نہیں' جیسا کہ بعض نے سمجھ لیا ہے ۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے فرمان میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے ۔ بلکہ اس قسم کی ذہنیت غلط غور و فکر کا نتیجہ ہے' ان لوگوں نے دراصل کتاب اللہ میں یمین کا ذکر نہ پاکر بظاہر اسے حکم خداوندی کے برعکس سمجھ لیا ۔ حالانکہ اختلاف اس وقت ہوتا ہے ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قسم سے روک دیتا' اور اس سے منع فرمادیتا ۔ (بقایا اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔اقرار اور اعتراف کے ذریعے

ملزم (جس پر رشوت کی تہمت عائد ہوتی ہے اس) کے اعتراف [1] اور اقرار کر لینے سے بھی یہ جرم ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مکلف اور خود مختار آدمی جس لائق تصور چیز کا خود اعتراف کرتا ہے اس کی تصدیق کر لی جاتی ہے۔ [2]

فیصلہ کن قرینہ

فیصلہ کن اور یقینی قرائن سے بھی مالی جرائم کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ میں بھی اس کا اعتبار کرنا مذکور ہے۔ جیسا کہ برادران یوسف کی بابت منقول ہے۔

﴿قَالُوا جَزَآءُهٗ مَن وُّجِدَ فِي رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآءُهٗ﴾ [۱۲/یوسف:۷۵]

''(یوسف کے بھائیوں نے) کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامنے وہ پیالہ نکلے وہی اس کے بدلہ میں پکڑا جائے''۔

سپاہیوں نے یہ ضابطہ بتایا کہ پیمانہ جس کے قبضہ سے نکلے گا۔ اس کے چور ہونے کی وہی دلیل ہوگی اور وہ بھی اس کے چور ہونے کو اسی صورت میں تسلیم کریں گے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو کسی انکار یا اعتراض کے بغیر نقل کر دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ

(گزشتہ سے پیوستہ) اور اللہ تعالیٰ نے قسم سے منع نہیں فرمایا ہے قرآن پاک نے حق کے اثبات کے لیے اس قدر کہا کہ ''ایک مرد اور دو عورتیں'' اتنا کہہ کر قرآن پاک تو خاموش ہو گیا اس کے آگے سنت نبوی نے وضاحت کی اور بتا دیا کہ حق کے اثبات کا اور کیا طریقہ ہے؟ اور یہ واقعہ ہے کہ سنت نبوی کتاب اللہ کی تفسیر اور اس کی ترجمان ہے۔ چنانچہ اکثر احکام کی توضیح اسی طرح کی گئی ہے۔ جیسے ''وارث کے لیے وصیت نہیں'' شادی شدہ کو سنگسار کر دیا جائے گا'' رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ وغیرہ پھر گواہ اور قسم کے بارے میں اس قدر تذبذب کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ سچ تو یہ ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مالیات کے سلسلے میں شہادت کے یہ تین درجے ہیں ان میں دو کا ذکر کتاب اللہ میں ہے اور تیسرے کی وضاحت سنت رسول کے ذریعہ کر دی گئی اور وہ گواہ اور قسم کا طریقہ ہے۔

[1] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۴۵۳' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۵۸۸' الجرائم فی الفقہ الاسلامی' ص: ۲۱۵' الطرق الحکمیہ ص ۱۷۴۔

[2] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۴۵۳' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۵۸۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کن ہے۔ نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول حدیث پاک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ خیبر جانے لگے تو آپ نے ان سے کہا: وہاں جب تم میرے وکیل کے پاس جانا تو اس سے پندرہ وسق (تقریباً ۲۹۴ کوئنٹل) طلب کرنا اور اگر وہ نشانی طلب کرے، تو اپنا ہاتھ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر رکھ دینا.....!

محض علامت کے ذریعہ طلب کرنے والے کو ادائیگی کی یہ ایک لائق اعتماد صورت تھی اور اس علامت کو ہی گواہ کے طور پر تصور کر لیا تھا۔ [1] قطعی قرینہ اور یقینی ثبوت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ رشوت لینے والے کو مقررہ رقم دی جائے، لیکن پہلے سے اس پر نشان لگا یا جائے، یا کرنسی نوٹوں کے نمبر اپنے پاس درج کر لیے جائیں، اور جونہی نوٹ اس کے ہاتھ میں پہنچیں، اس پر چھاپہ مار کر انہیں اپنے قبضہ میں لے لیا جائے، اس طرح نشان زدہ نوٹ اس کے قبضہ سے فوری برآمد ہوں گے، لیکن یہ طریقہ قطعی اور سود مند اسی وقت ہوگا، جبکہ یقین سے یہ معلوم ہو کہ لینے اور دینے والے کے درمیان پہلے سے کوئی دشمنی نہیں، یا گزشتہ یا موجودہ کوئی مالی لین دین ان کے درمیان نہیں اور رشوت کے علاوہ کسی اور قسم کا مالی لین دین کرنے کے لیے دونوں میں کوئی کسی تیسرے کے ایجنٹ یا ہرکارے نہیں ہیں، مثلاً کسی کے مال کی ادائیگی کے لیے دونوں اس کے نائب نہیں۔ جب اس بات کا بخوبی ثبوت فراہم ہوگا کہ ان کے درمیان کسی قسم کا مالی ربط، یا روپیہ پیسہ کا لین دین نہیں ہے، تب اس جرم کے ثبوت کے لیے نشان زدہ نوٹوں کا لین دین ان کے خلاف بطور ثبوت کافی ہوگا۔

[1] الطرق الحکمیہ: ص ۱۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل

رشوت لینے دینے والے اور بیچ میں واسطہ بننے والے کی تعزیر اور اس کی دلیلیں

میری نظر میں..... یہ تعزیر حسب ذیل صورتوں سے ہوگی۔

۱۔ مالی تعزیر ۲۔ قید کی تعزیر ۳۔ کوڑے مارنے کی تعزیر ۴۔ ملازمت سے برطرفی کی تعزیر۔

ان حقوق اور رعایتوں سے محرومی کی تعزیر جو حکومتیں افراد کو دیتی ہیں..... ذیل میں اس بارے میں مختلف اقوال' اختلافات' راجح اقوال' اور دوبارہ رشوت لینے کی سزائیں مفصل ذکر کی جاتی ہیں' راقم بتوفیق خداوندی عرض پرداز ہے۔

اس میں شک نہیں کہ شارعؑ نے جرم رشوت کے ارتکاب پر کوئی مخصوص سزا تجویز نہیں فرمائی ہے۔ اس لیے اس کی حیثیت تعزیری سزاؤں کی سی ہوگی' جس کو حاکم..... شریعت اسلامی کی روشنی میں..... از خود تجویز کرتا ہے' اور اس بات کا بطور خاص لحاظ رکھتا ہے کہ یہ سزائیں' حالات' ماحول' اسباب' اور مواقع کے اعتبار سے سخت یا نرم حسب ضرورت ہوں۔ اور مختلف جرائم کی تعزیری سزاؤں کے عین مطابق ہوں۔

جرم رشوت کے ارتکاب پر تعزیری سزا اس لیے عائد ہوتی ہے کہ اس کا مرتکب اسلامی احکام کی خلاف ورزی اور خدا کی نافرمانی کا گناہ کرتا ہے۔ اور یہ وہ گناہ ہے جو شخص مذکور کو ایسی سخت سزا کا مستحق قرار دیتا ہے' جس سے وہ جرم سے باز آجائے' اور اس کی گندگی سے معاشرہ محفوظ رہے' اس گناہ پر اس لیے بھی سزا دینا ضروری ہے کہ اس کا شمار ان ناگوار ترین چیزوں میں ہے' جسے معاشرہ سے کھرچ کر دور کیا جانا ضروری ہے' چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَاٰی مِنکُمْ مُنکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ))[مسلم' ترمذی' نسائی' احمد] [1]

---

[1] المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی' زیر مادہ نکر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

''تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے دور کرے''

ان حالات میں ہاتھ یعنی طاقت سے دور کرنے کی ذمہ داری سب سے زیادہ حکومت کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حکومت ہی اس خرابی کے ازالے کے لیے مناسب سزا وضع کر سکتی ہے۔

مالی تعزیر

مالی تعزیر ایک مالیاتی جرمانہ ہے' جس کے جواز کی بابت علما کے دو مختلف قول ہیں۔

اول:۔ مال کے ذریعہ تعزیر جائز نہیں ہے۔ ❶ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محمد رحمۃ اللہ علیہ ❷ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جدید مذہب ❸' بعض مالی تعزیر کے سلسلے میں حنابلہ کی ایک روایت اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ❹

ان لوگوں کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ❺

[۴/النسآء:۲۹]

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو''۔

② نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ﴾ ❻ [۲/البقرۃ:۱۸۸]

---

❶ صحیح مسلم بشرح النووی: ج۵ ص۱۵۳' ج۱۳ ص۹۴' سبل السلام: ج۲ ص۱۷۵' نیل الاوطار: ج۴ ص۱۳۸' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص۳۲۴۔

❷ رد المختار علی الدر المختار: ج۳ ص۱۷۸' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص۳۲۴۔

❸ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج۷ ص۱۷۴۔ ❹ المغنی مع الشرح الکبیر: ج۱۰ ص۳۴۸۔

❺ نیل الاوطار: ج۴ ص۱۴۰۔ ❻ نیل الاوطار ج۴ ص۱۴۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ' اور نہ مال کو حاکموں کے پاس (رشوت کے طور پر) پہنچاؤ''۔

استدلال کی وجہ

مال کے ذریعہ سزا دینا لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھانے کے مترادف ہے' اس لیے کہ ان اموال کا مقابل کوئی موجود نہیں' جن کے عوض مال وصول کیا جائے' لہٰذا یہ بھی باطل طریقہ سے مال کھانا ہے' اور باطل طریقہ سے مال کھانے کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں ہے۔

③ امام بخاری امام مسلم اور امام احمد رحمہم اللہ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یہ فرمایا تھا۔

((إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ)) [1]

''تمہارا خون اور تمہارے اموال تم پر حرام ہیں''۔

استدلال کی وجہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مال پر دست درازی کو حرام قرار دیا ہے' اور مالی تعزیر مقرر کرنا مال پر دست درازی کرنے اور اس کو چھین لینے کے مترادف ہے' کیونکہ یہ بھی ناحق لینا ہے۔ اس لیے مالی تعزیر بھی حرام ہوگی۔

④ امام احمد' دار قطنی' اور طبرانی نے کبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِيٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ مِّنْ نَفْسِهِ)) [2]

''مسلمان آدمی کا مال اس کے دل کی خوشی کے سوا حلال نہیں ہے''۔

---

[1] سبل السلام: ج ۳ ص ۹۹' نیل الاوطار: ج ۳ ص ۳۴۹' ج ۴ ص ۱۴۰۔

[2] نیل الاوطار: ج ۵ ص ۳۸۰' کنز العمال: ج ۴ ص ۱۰۱' نیل الاوطار: ج ۵ ص ۲۵۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

بطور سزا مال لینے سے سزا پانے والے کا جی خوش نہیں ہوتا' لہٰذا ایسی کسی صورت میں مال لینا جائز نہیں' جس میں اس کا جی خوش نہ ہو' اس لیے مال لینے کی سزا بھی جائز نہیں ہے۔

⑤ اس بات پر اجماع ہے کہ مال لینے کی تعزیر جائز نہیں ہے۔ [1]

بحث

پہلی چاروں دلیلوں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ عام ہیں۔ اور ان کو ان احادیث سے عام کیا گیا ہے' جن سے دوسرے فریق نے استدلال کیا ہے' رہا اجماع منعقد ہونا تو یہ صحیح نہیں' کیونکہ آئندہ آنے والی وضاحت سے اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔

دوم:۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''مالی تعزیر جائز ہے''۔ [2] یہ قول امام مالک کا مشہور مسلک ہے۔ یہی حنابلہ اور امام شافعی کا قدیم قول ہے' [3] اسی کو خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطور مذہب اختیار کیا ہے' [4] احناف میں سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ [5]

مالی تعزیر سے متعلق امام ابو یوسف کے موقف کی تاویل بعض احناف نے یہ کی ہے کہ اس تعزیر میں حاکم جرمانہ لگا کر رقم وصول کرے گا۔ اور کچھ دنوں روکا رہے گا' پھر رقم واپس اسی کو لوٹا دے گا۔ اس طرح اس شخص کو تنبیہ ہو جائے گی' اور وہ باز آ جائے گا۔ امام ابو یوسف کا یہ مطلب نہیں کہ حاکم اس کو اپنے لیے جمع کرے گا۔ یا بیت المال میں جمع کرا دے

---

[1] حاشیہ عرفۃ الدسوقی علی شرح الدردیر: ج ۴ ص ۴۱۶۔

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۶ ص ۴۶' نیل الاوطار: ج ۵ ص ۲۷۱' ج ۳ ص ۱۴۰۔

[3] نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹' ۱۳۸' الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ ص ۴۱' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۲۵' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۵' الطرق الحکمیہ: ص ۲۴۵۔

[4] الطرق الحکمیہ: ص ۲۴۶۔

[5] رد المحتار علی الدر المختار: ج ۳ ص ۱۷۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا' جیسا کہ ظالم کرتے ہیں۔ یہ اس لیے بھی جائز نہیں کہ مسلمانوں کا مال کسی شرعی سبب کے بغیر نہیں لیا جا سکتا' ہاں اگر شخص مذکور کی توبہ سے حاکم بالکل مایوس ہو جائے' ❶ تو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے گا۔ صرف کر دے گا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاویل بعید از قیاس ہے' کیونکہ اس طرح تنبیہ نہیں ہو سکتی' یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شخص دکھاوے کے لیے توبہ کرے گا' تاکہ اس کا مال اسے واپس مل جائے اور وہ پھر پلٹ کر حسب سابق اسی طرح گناہ میں ملوث رہے گا۔

اور اس موقعہ پر مال لینا یا اس کو برباد کر دینا یہی مطلوبہ سرزنش ہے' اس کی تائید فتح القدیر ❷ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ: ''مالی تعزیر اس وقت جائز ہے' جب قاضی یا والی کی نظر میں ایسا کرنا مناسب ہو۔'' تعزیر کے لائق منجملہ لوگوں میں ایک وہ شخص بھی ہے جو جماعت سے نماز نہیں پڑھتا' تعزیر کے طور پر اس سے مال لینا جائز ہے' اس قول کی بنیاد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہے۔ نیز ان لوگوں نے حسب ذیل روایات سے استدلال کیا ہے۔

① امام بخاری اور مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ بھڑکتی ہوئی دیکھی' آپ نے فرمایا: آگ پر کیا پکایا جا رہا ہے لوگوں نے کہا: پالتو گدھوں کا گوشت پک رہا ہے' آپ نے فرمایا' ہانڈیاں توڑ دو انھیں انڈیل دو' صحابہ نے عرض کیا' کیا انہیں انڈیل کر ہم انھیں دھو نہ ڈالیں؟ آپ نے فرمایا اچھا دھو ڈالو۔ ❸

استدلال کی وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ دینے کا جو حکم فرمایا' یہ ایک قسم کی مالی تعزیر تھی' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالی تعزیر عائد کرنا درست ہے۔

② امام ترمذی' دار قطنی' احمد' ابوداؤد اور امام مسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

---

❶ ایضاً۔ ❷ ج ۴ ص ۲۱۲۔

❸ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۲۰۲' صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۳ ص ۱۳۲' کتاب الحج باب فی الاسلام ابن تیمیہ ص ۱۶۷

www.KitaboSunnat.com

کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے اپنے زیر پرورش چند یتیموں کے لیے کچھ شراب خریدی ہے' آپ نے فرمایا۔ شراب بہادو' اور مٹکے توڑ ڈالو۔ ❶

③ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ایک چھری لانے کے لیے کہا' میں نے چھری مہیا کر دی' پھر آپ نے اسے تیز کرنے کے لیے کہا' چھری تیز کر لی گئی' پھر آپ نے مجھے چھری دی اور فرمایا' صبح اسے لے کر میرے پاس آؤ' میں نے ایسا ہی کیا' اگلے روز صبح آپ اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ کے بازاروں میں پہنچے' وہاں شام سے لائے گئے شراب کے مشکیزے رکھے ہوئے تھے' آپ نے مجھ سے چھری لی اور وہاں جس قدر مشکیزے تھے' سبھوں کو چاک کر دیا۔ پھر آپ نے مجھے چھری دی' اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ میرے (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے) ساتھ جائیں اور میری مدد کریں اور مجھے حکم دیا کہ میں پورے بازار میں گھوموں' اور جہاں کہیں شراب کا مشکیزہ دیکھوں' اسے پھاڑ دوں' میں نے حکم کی تعمیل کی اور جو مشکیزہ سامنے آیا' میں نے اسے چاک کر ڈالا۔ ❷

سابقہ روایتوں سے استدلال کی وجہ

پیغمبر ﷺ نے مٹکے توڑ کر اور مشکیزہ پھاڑ کر شرابیوں کو سزا دی' پھاڑنا اور توڑ دینا مالی سزا ہے۔ جب حضور ﷺ نے یہ سزا دی تو اس سے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مال کے ذریعہ سزا دینا جائز ہے۔

④ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں' اور لکڑیاں جمع ہو جائیں' پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دوں چنانچہ اذان کہہ دی جائے' پھر ایک شخص کو امامت کے لیے کہوں' اور خود ایسے لوگوں کے

---

❶ فتح الباری: ج ۶ ص ۴۶' نیل الاوطار: ج ۵ ص ۱۷۳' الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۰۔

❷ نیل الاوطار: ج ۵ ص ۱۷۳' فتح الباری: ج ۶ ص ۴۶' الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاس چلا جاؤں' (جو نماز با جماعت میں شریک نہیں ہوئے) اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں' ❶ امام احمد کی روایت میں یہ بھی درج ہے کہ اگر گھر میں موجود بال بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز کھڑی کرا دیتا' اور اپنے نوجوان ساتھیوں سے کہہ دیتا' کہ وہ گھر سمیت تمام چیزوں کو آگ لگا دیں۔ ❷

استدلال کی وجہ

گھروں کو جلانا مالی سزا ہے' حضور ﷺ نے اس سزا کا ارادہ فرمایا' اگر مالی سزا ناجائز ہوتی' تو حضور ﷺ ہرگز اس کا ارادہ نہ فرماتے۔ ❸

❺ بہز بن حکیم سے بروایت احمد' اور ان کے باپ اور انہوں نے اپنے دادا سے بروایت نسائی اور ابوداؤد نقل کیا ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا' آپ نے فرمایا: ہر چرنے والے چالیس اونٹوں میں ایک بنت لبون ہے۔ اس حساب سے کوئی اونٹ کسی بھی صورت میں کم نہ ہوگا جس نے ثواب کی نیت سے یہ دیا' اسے اجر ملے گا اور جس نے روک رکھا اور نہ دیا' تب بھی میں اس کو وصول کرلوں گا۔ اور اس کے اونٹ کا ایک حصہ ہمارے پروردگار کی طرف سے جدا نہیں کیا جائیگا اس پر عائد ہوگا۔ آل محمد کے لیے اس میں سے کچھ حلال نہیں ہوگا' ایک روایت میں اونٹ کے حصہ کے بجائے' مال کا حصہ درج ہے۔ ❹

استدلال کی وجہ

زکوۃ روک لینے والوں سے اس کے مال کا کچھ حصہ لے لینا مالی سزا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے اس سزا کو نافذ کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مالی جرمانہ جائز ہے۔

---

❶ فتح الباری: ج ۲ ص ۲۶۹' صحیح مسلم بشرح النووی: ج ۵ ص ۱۵۳' نیل الاوطار: ج ۳ ص ۱۳۹' ج ۴ ص ۱۳۹۔

❷ نیل الاوطار: ج ۳ ص ۱۳۹۔

❸ نیل الاوطار: ج ۳ ص ۱۴۰ قدرے تصرف کے ساتھ۔

❹ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۸' الجمیعۃ فی الاسلام بما فیہ من التعازیر والاحکام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

⑥ امام ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں کوئی ایسا شخص ملے جس نے خیانت کی ہو تو تم اس کے اسباب کو جلا ڈالو۔ ❶

⑦ امام ابوداؤد' حاکم اور بیہقی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیانت کرنے والے کا مال جلا دیا' اور اسے مارا۔ ❷

استدلال کی وجہ

خیانت کرنے والے کا مال جلا دینا مالی سزا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلیفہ نے اس پر عمل کیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا جائز ہے۔

⑧ امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کسی غلام کو مدینہ منورہ کی حدود حرم میں شکار کرتے ہوئے دیکھا' تو اس کا سامان چھین لیا' اور فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے' جسے تم یہاں شکار کرتے ہوئے پاؤ اس کا سامان چھین لو۔ ❸

استدلال کی وجہ

سامان کا چھین لینا مالی جرمانہ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا' اس سے ثابت ہوا کہ مالی جرمانہ کرنا جائز ہے۔

⑨ امام نسائی اور ابوداؤد حضرت عمرو بن شعیب سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھلوں کی بابت پوچھا گیا' آپ نے فرمایا' جو کچھ کسی ضرورتمند نے کھا لیا اور دامن میں نہیں چھپایا اس پر کوئی چیز عائد نہیں اور جو کچھ لے کر نکلا' اس کا دوگنا جرمانہ اور سزا عائد ہوگی' ایک دوسری روایت

---

❶ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹' ج ۷ ص ۳۱۸۔

❷ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹' الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۱' نیل الاوطار ج ۷ ص ۳۱۸۔

❸ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ہے اسے اس کی دوگنی قیمت اور عبرت ناک سزا ہے۔

عمرو بن شعیب ہی سے منقول ہے کہ میں نے قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص کو سنا' وہ رسول ﷺ سے رات [1] میں اپنی چراگاہ سے چوری کی گئی بکری کی بابت سوال کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس پر دوگنی قیمت ہوگی۔ اور اسے عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ [2]

استدلال کی وجہ

لٹکے ہوئے پھل اور چوری کی گئی بکری کے عوض دوگنا تاوان عائد کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مالی تاوان جائز ہے۔

[10] امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن بن جبیر سے اور انہوں نے اپنے والد عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک حمیری شخص نے دشمن کے ایک آدمی کو مار ڈالا اور اس کا سامان چھیں لینا چاہا' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے' آپ نے مقتول کا مال قاتل کو نہ دیا' عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا' حضور ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے مقتول کا سامان اس کو کیوں نہیں دیا۔ خالد نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری نظر میں وہ مال بہت ہے' فرمایا: اس کو دے دو! اس کے بعد خالد' عوف کی طرف سے گزرے' عوف نے خالد کی چادر پکڑ کر کھینچی' اور کہا' کیا میں نے اپنی بات رسول اللہ ﷺ سے پوری نہ کرالی؟ حضور ﷺ کے کانوں میں یہ بات پہنچ گئی' سن کر غضبناک ہو گئے' اور فرمایا: خالد اب نہ دینا..... الخ (اور عوف کی طرف رخ کر کے کہا' تم لوگ میرے حکام کو میرے لیے رہنے نہیں دیتے..... الخ۔ [3]

استدلال کی وجہ

حضور ﷺ نے مقتول کا سامان مارنے والے کو دے دینے کا جو حکم صادر فرمایا اس

---

[1] حریسہ وہ بکری ہے جو چرواہے کے ماتحت چرتی ہو' بعض نے کہا: وہ ریوڑ یا قافلہ جسے اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے پہلے رات آ لے۔

[2] نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۳۰ [3] صحیح مسلم بشرح نووی: ج ۲ ص ۱۰۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت ہوا کہ مارنے والا اس کا مالک بن گیا' لیکن جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو طعنہ دے کر اذیت پہنچائی گئی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ اسے سامان نہ دو۔ اپنے امیر کو ستانے کی وجہ سے ستانے والے کو سامان سے محروم کر دینا ایک سزا تھی' اس سے ثابت ہوا کہ مالی جرمانہ کرنا جائز ہے۔

⑪ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو زرد رنگ میں رنگی ہوئی دونوں چادروں کو جلا دینے کا حکم فرمایا: انہوں نے عرض کیا! کیا میں انہیں دھو ڈالوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ انہیں [1] جلا ڈالو!

⑫ بیہقی نے اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت سے کوئی عمارت بنائی' اسے زمین کی قیمت دینی ہوگی' اور جس نے بغیر اجازت کوئی تعمیر کی' اسے عمارت توڑ لینی چاہئے۔ [2]

⑬ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو منہدم کرا دینے کا حکم فرمایا۔ [3]

⑭ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے والے کو اسے نکال پھینکنے کا حکم فرمایا انہوں نے نکال پھینکا' پھر اس کو کسی شخص نہیں اٹھایا! [4]

⑮ امام مسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت نقل کیا ہے کہ آپ نے یہود کو طیش دلانے کے لیے ان کے درختوں کو کٹوا دیا' اور اس میں آگ لگا دی۔ [5]

ان روایتوں سے استدلال کی وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ چیزوں کو جلا دینے' گرا دینے' پھینک دینے' اور کاٹ دینے کا جس طرح حکم فرمایا: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مالی جرمانہ عائد کرنا جائز ہے۔

---

[1] الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۱۔
[2] کنز العمال: ج ۱۰ ص ۴۲۴۔
[3] الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص ۴۱۔
[4] الطرق الحکمیہ: ص ۲۴۶۔
[5] الطرق الحکمیہ: ص ۲۴۶' صحیح مسلم بشرح النووی: ج ۱۲ ص ۵۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

⑯ مالی جرمانہ کے جواز کا علم اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے غلے اور شراب بیچنے والوں کے گھروں کو جلا دینے کا حکم فرمایا' نیز جریر بن عبداللہ کے گھر کو منہدم کرنے کا حکم فرمایا۔ ❶

⑰ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کام کے لیے بھیجا' وہ آئے تو کچھ مال ساتھ لائے' آپ نے اس کے دو حصے کرنے کا حکم فرمایا' حاطب بن ابو بلتعہ کے غلاموں نے ایک اونٹنی غصب کر کے ذبح کر ڈالی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی دوہری قیمت ان پر عائد کی حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر سختی کے ساتھ دیت کا حکم لگایا' جو بلد حرام میں حرمت والے مہینوں کے اندر قتل کے مرتکب ہوں۔ ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگلی کتابوں کے جلا دینے کا حکم فرمایا' نیز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب محل بنوا کر لوگوں سے بچ کر علیحدہ رہنا چاہا تو آپ نے اس محل کو آگ لگانے کا حکم فرمایا' اور محمد بن مسلمہ کو اس کام کے لیے مامور فرمایا' محمد گئے' حضرت سعد کے نہ چاہتے ہوئے بھی محل کو آگ لگا دی' یہ تمام فیصلے اہل علم کے نزدیک مشہور و معروف ہیں' ان سے مالی جرمانے کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ ❸

مباحثہ

جمہور علما کی دلیلوں پر حسب ذیل طریقہ سے مباحثہ کیا گیا ہے۔

اول

① پالتو گدھوں کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت استدلال کے لائق نہیں' اس لیے کہ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑنے کا حکم دے کر پھر انہیں دھونے کے لیے فرمایا اور دھونا کوئی

---

❶ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹۔

❷ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹۔

❸ کتاب الوسائل الاسلامیہ والوثائق التسمیہ میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مالی سزا نہیں ہے۔؟

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے توڑنے کا حکم اس لیے واپس لے لیا کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم آپ کے حکم کے غایت درجہ مطیع اور پابند تھے۔ ❶

② دوسری روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے اندر آپ نے آگ لگانے کا ارادہ فرمایا اور یہ واقعہ ہے کہ احادیث پیغمبر ﷺ کے اقوال' افعال اور تقریرات کا نام ہے اور ارادہ ان تینوں میں سے کسی کا نام نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی ارادہ کسی جائز چیز کا ہی فرماتے تھے۔ ناجائز کا نہیں۔ ❷

③ بہز کی روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے استدلال درست نہیں' امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ بہز حجت کے لائق نہیں ہے۔ ❸

نیز اس کو اہل علم حدیث تسلیم نہیں کرتے' اگر یہ روایت ثابت ہوتی' تو ہم اس کے قائل ہوتے' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی بابت پوچھا گیا' تو انہوں نے کہا' میں اس کی توجیہہ نہیں جانتا' ابن حبان نے کہا ہے' اگر یہ روایت نہ ہوتی' تو میں بہز کا شمار ثقہ راویوں میں کرتا ابن حزم کہتے ہیں کہ بہز کا عدل مشہور و معروف نہیں' ابن طلاع نے کہا' کہ وہ مجہول ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شطرنج کھیلا کرتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' بہز بن حکیم کے بارے میں اختلاف ہے' ابن کثیر کہتے ہیں: اکثر محدثین اسے لائق حجت نہیں تسلیم کرتے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ٹھیک ہے۔ اور علما کی ایک جماعت نے بہز کو ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے' میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی' امام ذہبی نے کہا' کسی عالم نے ان کو نہیں چھوڑا ہے۔ ابن قطان نے کہا اس شخص کا شطرنج کھیلنا اتنا مضر نہیں' اس لیے کہ شطرنج کا مباح ہونا مشہور فقہی مسئلہ ہے' حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۴ ص ۴۶' نیل الاوطار: ج ۵ ص ۳۷۱۔
❷ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹۔
❸ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترمذی نے اس کی بعض حدیثوں کو حسن کہا ہے۔ نیز اس کی توثیق کی ہے۔ امام احمد' اسحاق' اور امام بخاری نے صحیح کے علاوہ میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اور اس پر رائے زنی کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک حجت ہے' ❶ اور یہ ایسی روایت نہیں' جس پر تنقید کی جائے' ❷ نیز نفس موضوع پر کلام کرتے ہوئے اس روایت کے ذریعہ بھی اس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ جس کو علامہ ابن الجوزی نے جامع المسانید میں اور حافظ نے ابراہیم حربی سے تلخیص میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس موضوع کی مناسبت سے کہا' اس حدیث کے الفاظ میں راوی کو وہم ہو گیا ہے' الفاظ یہ ہیں۔ ((فَاِنَّا اٰخِذُ وْ هَا مِنْ شَطْرِ مَالِهٖ)) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ملکیت کے دو حصے کر لیے جائیں' اور صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہو گا کہ چونکہ شخص مذکور ادائیگی سے مانع تھا' اس لیے وصول کرنے والا بہتر مال سے صدقہ وصول کرے' لیکن جس کی زکوۃ عائد نہ ہو گی' اس کو وصول نہیں کرے گا۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ ((شُطِرَ مَالُهٗ)) شین پر پیش اور طاء پر زیر کے ساتھ دراصل فعل مجہول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مال کے دو حصے کیے جائیں گے' اور وصول کرنے والا دونوں میں سے جو حصہ چاہے گا' وصول کر لے گا۔

لیکن حربی کی اس عبارت اور اس سے متصل کلام کا جواب یہ ہے کہ دونوں حصوں میں سے جو بہتر ہو' اس میں وصول کرنا مالی سزا ہے' کیونکہ وہ واجب سے زائد ہے جب کہ واجب درمیانی حصہ ہے۔ اس کا انحصار وصول کرنے والے کے اختیار پر مبنی نہیں ہے۔ ❸

❹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ❹ کہ اس کی اسناد میں صالح بن محمد بن زائدہ المدینی ہیں۔ جن کی بابت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہمارے اکثر

---

❶ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۳۸۔

❷ ایضاً ج ۴ ص ۱۴۰۔

❸ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۴۰۔ ❹ ایضاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصحاب ان سے حجت نہیں پکڑتے' لیکن یہ قول باطل ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ صالح کو محدثین نے منکر بتایا ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور محفوظ ترین بات یہ ہے کہ مذکورہ حکم سالم نے ایک شخص کی بابت دیا تھا' جس نے ولید بن ہشام کی سرکردگی میں ایک غزوہ میں رہ کر خیانت کی تھی' امام ابوداؤد نے اس کے مرفوع ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔

عمرو کی روایت کی سند میں ایک صاحب زبیر بن محمد ہیں' بعض نے کہا کہ وہ خراسانی ہیں' بعض نے کہا وہ ان کے علاوہ کوئی اور صاحب ہیں۔ بہر حال وہ مجہول ہیں' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے زبیر سے موقوفاً روایت کی ہے۔ ''فتح'' میں لکھا ہے' یہ روایت راجح ہے۔ [1] اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن مالی جرمانے کی بابت جو صحیح روایتیں منقول ہیں۔ ان سے خائن کے اسباب جلا دینے کی تائید ثابت ہوتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ علما کا اس پر اجماع ہے کہ نماز سے پیچھے رہنے والے اور مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے علاوہ کسی اور شخص کے اسباب جلانے کی سزا ممنوع ہے اور اسلاف صالحین نے ان دونوں کے اسباب جلانے کی بابت بھی اختلاف کیا ہے' لیکن عام علما ان کے اسباب جلانے سے بھی منع کرتے ہیں۔ [2]

⑤ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت پر یہ اعتراض کیا گیا کہ وہ ایک قسم کا فدیہ تھا' جو مکہ میں شکار کرنے والے پر واجب ہوتا ہے' اور صورت مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری پر اسی فدیہ کو واجب قرار دیا' لہٰذا اسی سبب پر وہ فدیہ منحصر ہوگا۔ کیونکہ احترام میں خلل ڈالنے کی جو علت پائی گئی' وہ کمزور ہے۔ [3]

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حرم کے شکار کا فدیہ تلف شدہ چیز کے اعتبار سے ہوتا ہے' جبکہ زیر بحث صورت میں وہ مالی جرمانہ ہے اور یہ جرمانہ اس لیے عائد کیا گیا کہ مدینہ کے احترام کو توڑنے کی کوشش کی گئی۔

⑥ حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث اور خالد کے ساتھ عوف والے واقعہ پر یہ

[1] نیل الاوطار: ج۴ ص۱۴۰۔ [2] صحیح مسلم بشرح النووی: ج۵ ص۱۵۳۔
[3] نیل الاوطار: ج۴ ص۱۴۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتراض کیا گیا کہ یہ ایک خاص سبب کی بابت وارد ہے' لہٰذا اس کے علاوہ یہ ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا' نیز اس لیے بھی کہ خود یہ روایت اور باب سے متعلقہ تمام احادیث خلاف قیاس ہیں ۔ کیونکہ کتاب وسنت سے یہ ثابت ہے کہ غیر کا مال حرام ہے' اور یہ پہلے گزر چکا ہے۔ ❶

اس کا جواب دو طریقہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے' کسی خاص سبب سے مخصوص ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ جیسا کہ علما اصول کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔ دوسرے یہ روایتیں خلاف قیاس نہیں ہیں' کیونکہ ہر چند کہ مسلمان کا مال لینا حرام ہے لیکن اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے' جب کہ کسی مسلمان پر مالی جرمانہ عائد کیا جائے' چنانچہ زور زبردستی کے ساتھ کسی مسلمان کا مال نہیں لینا چاہئے۔ لیکن اگر جرمانہ کی نوبت آ جائے' یا کسی کو سزا دینی پڑے' تو اب اس کا مال لیا جاسکتا ہے اور صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

⑦ ذخیرہ اندوزوں کے غلے' اور شراب فروشوں کے گھروں کو جلانے' اور جریر کے گھر کو منہدم کرنے پر..... بشرطیکہ روایت کی اسناد صحیح ہوں' اور ان کا فعل لائق حجت ہو۔ یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ایسا اس لیے کیا گیا تا کہ فساد کے وسائل کو روک دیا جائے' جیسے مسجد ضرار کو منہدم کیا گیا' اور بانسریوں کو توڑ دیا گیا۔ ❷

اس کا جواب یہ ہے کہ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ جلوانا' اور منہدم کرانا دونوں ہی سد باب کا ذریعہ تھا' لیکن یہ سد باب کرنا مالی جرمانے کی شکل میں ہوا۔ اور یہ بھی ایک قسم کی تعزیری سزا ہے' لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ مال کے ذریعہ تعزیری سزا دینا جائز ہے۔

⑧ اور یہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے حضرت سعد کے مال کا حصہ لگایا' حاطب پر تاوان عائد کیا' بلد حرام میں حرمت والے مہینوں کے دوران خونریزی کرنے والے پر بھاری جرمانہ عائد کیا اور اگلی کتابوں اور حضرت سعد کے محل کو جلا دیا' اس

❶ نیل الاوطار: ج ۴ ص ۱۴۰۔

❷ ایضاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روایت پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ اور صحابی کا قول کتاب وسنت کے عموم کے سامنے لائق حجت نہیں رہ جاتا' یہی جواب اس روایت کا دیا جاتا ہے۔ جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ شہر حرم میں خونریزی پر آپ نے بھاری جرمانہ عائد کیا تھا۔ ❶

حالانکہ اس کا جواب ہم یہ دے سکتے ہیں کہ صحابی کا قول اس وقت تک حجت کے لائق نہیں ہوتا' جبکہ اس کے مقابلہ میں کوئی صحیح حدیث آ جائے اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں اس کی کوئی سند نہ ہو۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے فعل سے حجت کیوں نہ لی جائے گی' جبکہ گزشتہ صحیح اور صریح روایتیں ان دونوں کے فعل کی تائید کرتی ہیں' اور انہیں احادیث نے کتاب وسنت کے عموم کو خاص کیا ہے جن سے پہلے فریق نے استدلال کیا ہے۔

دوم

مالی جرمانے کے دلائل پر دوسرے طریقہ سے اس طرح اعتراضات کیے گئے ہیں کہ مالی جرمانے ابتدائے اسلام میں ہوا کرتے تھے' پھر وہ منسوخ ہو گئے' اور ان کا نسخ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی اونٹنی والی ❷ روایت سے معلوم ہوا ہے۔ اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ ابوداؤد رحمہ اللہ ابن ماجہ رحمہ اللہ' مالک نسائی رحمہ اللہ دار قطنی رحمہ اللہ حاکم رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حرام بن محیصہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک باغ میں گھس گئی اور اس میں کافی نقصان کیا' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ باغ والے دن میں اپنے باغوں کی نگہداشت کریں' البتہ رات میں جو مویشی گھس کر خرابی پیدا کریں' اس کا تاوان مویشی والوں کو دینا ہوگا۔ ❸

اس قضیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت براء رضی اللہ عنہ پر کسی تاوان کا واجب ہونا منقول نہیں ❹ ہے' اور اس پر اجماع منعقد ہے۔

---

❶ نیل الاوطار: ج۴ ص۱۴۰۔ ❷ نیل الاوطار: ج۴ ص۱۳۸' ۱۳۹۔
❸ نیل الاوطار: ج۵ ص۳۶۴۔ ❹ ایضاً: ص۱۳۸' ۱۳۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس اعتراض کا جواب بطور خلاصہ چند نکتوں میں پیش کیا جاتا ہے۔

الف..... عبدالحق اور ابن حزم کا قول ہے کہ حرام بن محیصہ نے براء سے سماعت نہیں کی۔ ❶

ب.....تاریخ میں جہالت کی وجہ سے نسخ کا دعوی قابل قبول نہیں ہے۔ ❷

ج.....اس معاملہ میں اگر حضور ﷺ نے مالی جرمانہ عائد نہیں کیا' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جرمانہ مطلقاً چھوڑ دیا گیا۔ یا جرمانہ لگانا جائز نہیں' یا یہ منسوخ ہے۔ ❸

د.....نسخ کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس کتاب وسنت سے نسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے اور تقریباً یہی حال ان تمام لوگوں کا ہے' جو کسی حجت کے بغیر صحیح نصوص اور ثابت شدہ سنتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بیچارے چھوٹتے ہی منسوخ ہونے کا دعوی تو کر دیتے ہیں لیکن ان سے نسخ کی دلیل طلب کی جاتی ہے۔ تو وہ سب ناسخ کو پیش نہیں کر پاتے' اس گروہ کا طریق کار یہ ہے کہ ان کے نزدیک بعض نصوص کو چھوڑ دینا' یا ان پر عمل نہ کرنا اجماع کی دلیل سمجھا جاتا ہے' اور اسی نام نہاد اجماع کو وہ نسخ کی دلیل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس میں شک نہیں کہ اگر اجماع منعقد ہوا تو یہ منسوخ ہونے کی دلیل ہوتا ہے' کیونکہ امت کبھی گمراہی پر یکجا نہیں ہوئی ہے۔ لیکن تاریخ میں ایسا کوئی اجماع معروف نہیں' جس میں نص کو سرے سے ترک کر دیا گیا ہو اور اگر کوئی نص چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرا کوئی نص ضرور موجود ہوتا ہے' جس کی وجہ سے پہلا نص منسوخ ہوا' اور یہاں ایسے کسی نص کا دور دور پتہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کسی نص کی منسوخی کا دعوی کرتے ہیں' اور اس کی حجت کے طور پر اجماع کو پیش کرتے ہیں۔ جب اس معاملہ کی تفتیش کی جاتی ہے۔ تو وہاں کسی صحیح اور صاف ستھرے اجماع کا نام ونشان بھی نظر نہیں آتا اور انتہا یہ کہ کبھی وہاں کوئی نزاع بھی نہیں ہوتا' اسی قسم کی ذہنیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر اہل علم کا مسلک اقوال ❹ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف جاتا ہے۔

---

❶ ایضاً: ج۵ ص۳۶۵۔ ❷ ایضاً: ج۴ ص۱۳۸۔

❸ ایضاً: ج۴ ص۱۳۹۔ ❹ الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص۴۲' الطرق الحکمیہ: ص۲۴۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلے ذکر کی گئی بیشتر سزائیں وہ ہیں جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ [1] اس لیے صاحب کشاف القناع نے کہا ہے کہ مالی تعزیر: مال چھین لینے' اور مال برباد کر دینے ہر دو طریقہ سے ہوتی ہے۔ [2] نیز بہترین سزائیں وہ ہیں جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں عام طور پر پائی گئی ہیں [3] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سزاؤں کی جس طرح تعمیل کرائی' اس سے بھی نسخ ہونے کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔ [4]

چہ جائیکہ ان کی منسوخیت اور غیر مشروعیت پر اجماع منعقد ہونا سمجھا جائے یہ اس لیے بھی کہ متعدد مقامات پر حضرات صحابہ سے ان سزاؤں کا اجراء مشہور ہوا' اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گروہ صحابہ کے سامنے ان کو جاری فرمایا اور ان نفوس قدسیہ نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا' ان کی معاونت کی' اور ان کے اقدام کو صائب اور درست کہا۔ [5]

ترجیح

گزشتہ بحث مباحثہ کی روشنی میں میرے نزدیک دوسری رائے زیادہ ترجیح کے لائق نظر آتی ہے' یعنی یہ کہ مالی جرمانہ جائز ہے۔ اور ایسے مالی جرمانے خصوصیت سے عائد کرنا بہتر ہیں' جن سے لوگ ناجائز کے ارتکاب سے باز آئیں' کبھی مالی جرمانے کا وہ اثر ہوتا ہے' جو کسی اور سزا کا نہیں ہوتا' اور مشروع عمل کا ذریعہ بھی مشروع ہوتا ہے۔ لیکن مالی جرمانے کی روح امت کا مفاد اور معاشرہ کی بھلائی کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ اس طرح دیکھا جائے تو جرم رشوت کے مرتکب کی سزا بھی مالی جرمانے کی شکل میں ہوگی' یہ ان کی کرنی کی سزا ہے اس لیے انہیں سرزنش کرنے کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں' جیسا کوئی کرتا ہے' ویسا ہی بھرتا ہے۔

---

[1] الطرق الحکمیہ: ص ۲۴۶۔ [2] ایضاً: ج ۳ ص ۱۲۵۔
[3] الطرق الحکمیہ: ص ۲۴۶۔ [4] ایضاً: ص ۲۴۸۔
[5] ایضاً: ص ۲۴۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مال کے ذریعہ تعزیر کی قسمیں

① تلف کر دینا: یعنی توڑ پھوڑ کر برباد کر دینا' جیسے شراب کے برتنوں' اور لہو ولعب کے سامان کو توڑ پھوڑ دیا گیا۔

② بدل دینا: کبھی کسی چیز کو توڑ دینے سے مالی سزا عائد نہیں ہوتی' اس لیے اس کے اندر تبدیلی کرا دی جاتی ہے' جیسے حضور ﷺ نے چلمن کے اس پردے کو دو ٹکڑے کر کے اس کے تکیئے بنانے کے لیے کہا' جس میں تصویر بنی ہوئی تھی'

③ مالک بنا دینا: جب ایک شخص نے لٹکے ہوئے پھلوں کو ان کے کھلیان میں لے جائے جانے سے پہلے چرا لیا' تو آپ نے اس کو کوڑے مارنے کی تعزیر کی اور جس قدر اس نے لیا تھا' اس کے دوگنا اس سے لینے کی سزا دی۔ [1]

(حبس) قید کی سزا

حبس لغت میں روکنے اور بند کرنے کو کہتے ہیں' یہ تخلیہ کی ضد ہے' اسی سے محبس بنا ہے' جس کے معنی قید خانے اور جیل کے ہیں' اسی کو ''سجن'' بھی کہا جاتا ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

﴿ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ ﴾ [۱۲/یوسف:۳۳]

''اے میرے رب قید خانہ میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے''۔

حبس کی شرعی تعریف یہ ہے کہ ''کسی شخص کو نقل وحرکت اور از خود تصرف سے روک دینا۔ [3]

قید کرنے کی مشروعیت کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے' امام احمد کے بعض ساتھی اور کچھ دوسرے علما کہتے ہیں کہ قید کرنا جائز نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ

---

[1] الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ: ص۴۴ تا ۴۷ باختصار۔

[2] تاج العروس شرح القاموس: ج۴ ص۱۲۴۔

[3] الطرق الحکمیہ کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کتاب و سنت

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قید خانہ نہیں تھا' نہ ہی انہوں نے کسی کو قید کیا' نہ نقل و حرکت سے انہیں منع کیا' [1] نہ کسی کو ان پر نگران مسلط کیا' نہ ہر قرض خواہ کو اپنے مقروض سے چمٹے رہنے کا حکم فرمایا' اس کی دلیل امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ سے منقول وہ روایت ہے جس میں ہرماس بن حبیب نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا' میں نے اپنے مقروض کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اسے روکے رکھو' پھر فرمایا! بنو تمیم بھائی' تم اپنے قیدی کا کیا کرو گے؟ [2]

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قید نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قید کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان دنوں قید کی اتنی حاجت اور ضرورت نہیں ہوتی تھی' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا' اور رعایا پھیل کر آباد ہوئے' اور قید کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی' تب قید خانے بنائے گئے۔

جمہور فقہا نے قید کیے جانے کی مشروعیت کو اختیار کیا ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلائل اول:۔ قرآن کریم سے

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وَاللّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآءِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ ﴾ [۴/النساء:۱۵]

''اور (مسلمانو) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان پر چار آدمیوں کی گواہی لو' پس اگر وہ گواہی دے دیں تو (سزا کے طور پر) ان کو گھروں میں بند رکھو' یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے' یا اللہ ان

---

[1] اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لعبداللہ القرطبی: ص۵' الطرق الحکمیہ: ص۱۰۲۔

[2] اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ص۵' الطرق الحکمیہ: ص۱۰۲' نیل الاوطار: ج۷' ص۱۶۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کوئی اور سبیل نکال دے۔''

اس آیت سے گھروں میں روک رکھنے' اور قید کرنے کی رہنمائی ملتی ہے' ابتدا اسلام سے یہ حکم یوں ہی برقرار ہے'[1] اس سے بھی جیل خانے کی مشروعیت کا پتہ چلتا ہے۔

② ارشاد باری ہے۔[2]

﴿اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ [۵/المائدۃ:۳۳]

''یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے''۔

امام مالک اور علمائے کوفہ کہتے ہیں کہ نکال دینے کا مطلب قید کر دینا ہے' چنانچہ انہیں دنیا کی کشادگی سے' قید خانے کی تنگی کی طرف نکال پھینکا جاتا ہے۔ یوں بھی جس شخص کو قید کیا جاتا ہے' وہ دنیا سے نکل کر ایک محدود جگہ میں گھر کر رہ جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کسی قیدی شاعر کے اس شعر سے استدلال کیا ہے کہ:

خَرَجْنَا مِنَ الدُّنْيَا وَنَحْنُ مِنْ اَهْلِهَا — فَلَسْنَا مِنَ الْاَمْوَاتِ فِيهَا وَلَا الْاَحْيَا

ہم اسی دنیا کے باسی ہیں' اس کے باوجود ہم دنیا سے نکل چکے ہیں۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ نہ ہم زندوں میں ہیں نہ مردوں میں۔

اِذَا جَاءَ نَا السَّجَّانُ يَوْمًا لِحَاجَةٍ — عَجِبْنَا وَقُلْنَا جَاءَ هٰذَا مِنَ الدُّنْيَا

جب داروغہ کسی دن ضرورت سے ہمارے یہاں آتا ہے۔

تو ہمیں حیرت ہوتی ہے' اور ہم کہتے ہیں کہ ارے دیکھو! یہ دنیا سے آیا ہے۔

آیت شریفہ میں ''ارض'' سے مراد وہی بستی ہے جہاں حادثہ پیش آیا' بہرکیف سابقہ دلائل سے جیل خانے بنائے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔[3]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۵ ص۸۴' احکام القرآن لابن العربی: ج۱ ص۳۵۷۔

[2] حاشیہ ابن عابدین: ج۵ ص۳۷۶۔

[3] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۵ ص۱۵۲' ۱۵۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلائل دوم احادیث

① علاوہ ابن ماجہ کے جملہ پانچوں محدثین (احمد' ابوداؤد' نسائی' اور ترمذی) نے حضرت بہز بن حکیم سے' انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے کسی تہمت کے سلسلے میں ایک شخص کو قید کر دیا' پھر اسے رہا کیا۔ [1]

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے..... بروایت حاکم..... منقول ہے کہ حضور ﷺ نے کسی تہمت کے سلسلے میں ایک شخص کو ایک رات دن قید رکھا' [2] آنحضرت ﷺ کے اس فعل سے قید کیے جانے کا جواز ملتا ہے۔

③ عبدالرزاق نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے دوسرے شخص کو روکے رکھا' یہاں تک کہ اس کو مار ڈالا' آپ نے فرمایا تھا ((اُقْتُلُوا الْقَاتِلَ وَاصْبِرُوْا الصَّابِرَ)) قاتل کو قتل کر دو۔ اور روکنے والے کو روک دو' ابوعبیدہ نے کہا ہے ((اِصْبِرُوْا الصَّابِرَ)) :کا مطلب یہ ہے کہ جس نے قید کر رکھا' اس کو تم بھی قید کر دو۔ تا آنکہ وہ بھی مر جائے' اسی قسم کا مفہوم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ [3] اس سے بھی قید کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

اجماع

اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے جیل خانے بنائے اور ان کے اس فعل پر صحابہ میں سے کسی نے کوئی [4] اعتراض نہیں کیا' اس سے یہ ثابت ہے کہ جیل خانے بنوائے جانے' اور اس میں قید کرنے پر اجماع منعقد ہے۔ [5]

---

[1] نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۵۸' الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۴۲' اقضیۃ الرسول ﷺ: ص ۲۔

[2] نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۵۹' الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۲۴۲'

[3] اقضیۃ الرسول ﷺ: ص ۶'۷۔ [4] نیل الاوطار: ج ۷' ص ۱۶۰۔

[5] ردالمحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۱۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم کا ایک مکان خریدا' اور اسی کو قید خانہ میں تبدیل کر دیا' [1] آپ ہی سے یہ روایت بھی پایہ ثبوت کو پہنچی کہ آپ کا ایک جیل خانہ اور تھا' جس میں آپ نے حطیہ شاعر کو اس کی کثرت ہجو گوئی پر قید کر دیا تھا۔ ضبیع التمیمی کو آپ نے اس لیے جیل میں ڈال رکھا تھا' کہ وہ سورہ ذاریات' مرسلات' اور نازعات وغیرہ سورتوں کی بابت لوگوں سے سوالات کیا کرتا تھا۔ مشکل آیتوں پر غور وفکر کے لیے لوگوں کو اکسایا کرتا تھا' اس شخص کو آپ نے بارہا سزائیں دیں۔ پھر اسے عراق جلاوطن کر دیا' اور عراقیوں کے نام یہ خط لکھا کہ کوئی اس شخص کے پاس نہ بیٹھے' چنانچہ کہنے والے یہاں تک کہتے تھے کہ اگر کسی مجلس میں ہم سینکڑوں کی تعداد میں بیٹھے ہوتے اور وہ شخص آ جاتا تو ہم اٹھ کر چلے جاتے تھے' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے۔ اور بہتر طریقہ سے توبہ کر لی ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے لوگوں کے بائیکاٹ کو ختم فرمایا' اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اولین شخص ہیں' جنہوں نے جیل خانوں کی بنیاد ڈالی.....! [2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ضابی بن حارث کو جیل خانے کی سزا دی' کیونکہ یہ شخص بنو تمیم کے چوروں اور قاتلوں میں سے تھا' بالآخر جیل میں ہی یہ شخص مر گیا' [3] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے بھی قید کیا' [4] اور آپ حضرات جائز کام ہی کیا کرتے تھے' اوپر مذکور دلائل سے جیل خانوں کے جواز کا ثبوت ملتا ہے' ان جیل خانوں میں مجرم کا منتظر ایسا نظام ہوتا ہے' جو اس کی رہنمائی کرتا اور اسے راہ راست پر لاتا ہے' اس کے لیے روک تھام اور رہنمائی کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اسی صورت میں جیل خانوں کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر اسلام نے ان کو مندوب قرار دیا ہے۔ جیل خانوں

---

[1] الطرق الحکمیہ: ص ۱۰۲۔ [2] اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۲' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۹۶۔
[3] ایضاً۔ [4] ایضاً۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اصلاح و درستی کا جو نظام برپا ہوتا ہے' وہ ایک مطلوب چیز ہے۔ اور اس کا بہتر نتیجہ برآمد ہوتا ہے' کیونکہ اس نظام کو چلانے والے ایسے داعی اور علمائے کرام ہوتے ہیں' جن سے لوگ متاثر ہوتے ہیں ان کی باتوں کو مانتے اور ان پر کان دھرتے ہیں' جرم رشوت کا مرتکب بھی سرزنش اور اصلاح و درستی کا محتاج ہوتا ہے' اس لیے جیل جانا اس کے لیے موزوں اور مناسب ہے' تاکہ اسے لوگوں سے تنہائی کا احساس ہو' اور جس طرح رشوت لے کر اس نے افراد اور گروہوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا' اسے بھی انسانی سوسائٹی سے الگ کر دیا جائے گا' تاکہ وہ بھی قید کی تنہائی کا مزہ چکھ سکے۔

ہاتھ اور کوڑے مارنے کی سزا

جن سزاؤں سے مجرم کو سرزنش ہوتی ہے' ان میں ہاتھ اور کوڑے سے مارنے کی سزائیں شامل ہیں' یہ وہ سزائیں ہیں جن کی مشروعیت کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ کیونکہ ان سزاؤں سے مجرم جرائم سے باز آتا ہے اور جرائم سے باز رکھنا قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

ا۔ قرآن پاک سے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾[۲۴/النور:۲]

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والے مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔''

نیز فرمایا:

﴿ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ﴾ [۲۴/النور:۴]

''پھر اس پر چار گواہ نہ پیش کر سکیں' تو ایسے لوگوں کو کوڑے مارو۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

خداوند قدوس نے خود کوڑے مارنے کا حکم فرمایا ہے۔اس سے کوڑے مارنے کا جواز نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وَالّٰلِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَ هُنَّ فَعِظُوْ هُنَّ وَاهْجُرُوْ هُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ [۴/النسآء:۳۴]

''اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو' تو انہیں پہلے بخوبی سمجھا دو' (اور اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو (اور اس پر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو''۔

استدلال کی وجہ

بیوی کی سرکشی اور شوہر کی نافرمانی پر اس کو مارنا اصلاح و درستی کے لیے مارنے کے جوز کو ثابت کرتا ہے۔

احادیث کی دلیلیں بکثرت ہیں

چند حسب ذیل ہیں۔

① امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو'' تم نے اللہ کی امانت کے طور پر انہیں لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ کے ذریعہ حلال کیا ہے' تمہارے ان پر حقوق یہ ہیں کہ تمہارے کسی ناپسندیدہ شخص کو اپنے بستروں کے قریب پھٹکنے نہ دیں' اگر انہوں نے ایسا کیا تو تم انہیں مارو' لیکن اس طرح کہ مار کا نشان نہ ہو۔[1] اس حدیث سے استدلال کی صورت

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج۵ ص۱۷۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعینہٖ وہی ہے جو اوپر آیت میں مذکور ہے۔

② امام احمد اور نسائی نے اور اسی کے ہم معنی امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ میں نے مزنیہ کے ایک شخص سے سنا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے چراگاہوں سے چوری کی گئی بکری کی بابت پوچھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کی سزا دوہری قیمت اور عبرت کے لائق مار ہے۔ پھر اس نے پوچھا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھلوں کی بابت کیا حکم ہے۔ جنہیں آستینوں میں بھر لیا جائے آپ نے فرمایا: جس نے منہ سے کھالیا' اور چھپا کر نہیں رکھا' اس پر کچھ نہیں ہوگا اور جو اٹھالے گیا' اسے دوہری قیمت اور عبرت ناک سزا ہے۔ [1]

استدلال کی وجہ

بکری اچک لینے والا اور پھلوں کو اٹھا لینے والا چور نہیں مانا گیا' جب ہی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا' لیکن پھر بھی اسے مارنے کی جو سزا دی گئی اس کی حیثیت تعزیر کی ہے' اس سے ثابت ہوا کہ تعزیر کے طور پر مارنا درست ہے۔

③ پانچوں محدثین (احمد' ابوداؤد' نسائی' ترمذی' ابن ماجہ) نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ: ایک شخص ان کے پاس لایا گیا' جس نے اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کر لی تھی' انہوں نے کہا: میں اس قضیہ میں وہی فیصلہ کروں گا۔ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اگر بیوی نے باندی کو تیرے لیے حلال کر دیا' تو تجھے سو کوڑے ماروں گا' اور اگر اس نے حلال نہیں کیا' تو تجھے سنگسار کر دوں گا۔

ابوداؤد اور نسائی کی نعمان سے منقول ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے بارے میں کہا' جس نے اپنی بیوی کی باندی سے صحبت کی تھی' اگر اس نے تیرے لیے باندی کو حلال کر دیا تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا اور اگر اس نے حلال نہیں کیا

[1] نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۳۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو تجھے سنگسار کردوں گا۔ ❶

استدلال کی وجہ

کوڑا مارنا ایک تعزیری سزا ہے اگر یہ سزا جائز نہ ہوتی' تو حضور ﷺ اس کا حکم نہ فرماتے' پھر جب آپ نے حکم فرمایا' تو اس سے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

④ امام نسائی کے علاوہ ایک جماعت نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' خدا کی حدود کے علاوہ کسی اور سزا میں دس کوڑے سے زائد نہ مارا جائے۔ ❷

استدلال کی وجہ

دس سے کم کوڑے مارنا تعزیری سزا ہے' آنحضرت ﷺ نے اس سزا کی اجازت دی ہے' آپ کی اجازت سے اس کی مشروعیت کا پتہ چلتا ہے۔

⑤ امام احمد' ابوداؤد ❸ اور حاکم نے حضرت عمرو بن شعیب سے' انہوں نے اپنے والد سے' اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضور ﷺ کا ارشاد ہے'' بچے جب سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو' اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مارو' اور ان کے بستروں کو علیحدہ کردو۔ ❹

استدلال کی وجہ

نماز نہ پڑھنے پر دس سال کے بچوں کو مارنا ایک قسم کی تعزیری سزا ہے' آنحضرت ﷺ نے اس سزا کا حکم فرمایا' لہٰذا یہ سزا دینا جائز ہے۔

---

❶ نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۲۶۔

❷ نیل الاوطار: ج ۷ ص ۱۵۸۔

❸ نیز ترمذی اور دار قطنی نے عبدالملک بن ربیع بن سبرہ جہنی سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اس روایت کی تخریج کی ہے' لیکن بستر علیحدہ کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

❹ نیل الاوطار: ج ۱ ص ۳۴۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رہا اجماع!

تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ معن بن زائدہ نے بیت المال کے نقش والی ایک انگوٹھی بنائی پھر بیت المال کے نگران کے پاس آیا' اور اس سے کچھ نقد وصول کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا' تو آپ نے اسے سو کوڑے مارے' اور قید کر دیا' پھر اس کی بابت گفتگو کی' پھر سو کوڑے مارے' پھر دوبارہ بات چیت کی' اور اسے سو کوڑے مار کر جلاوطن کر دیا۔ ❶

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ: نجاشی کو رمضان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس طرح لایا گیا' کہ اس نے شراب پی رکھی تھی' آپ نے اس کو اسی کوڑے بطور حد کے' اور بیس کوڑے رمضان میں روزہ توڑ دینے پر مارے۔ ❷

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اس فعل کا کسی نے انکار نہیں کیا' اس سے سزاؤں میں ہاتھ سے اور کوڑے سے مارنے پر اجماع کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی کے مطابق حضرت ابو بکر' حضرت عثمان' اصحاب کرام اور بعد کے مسلم حکام عمل پیرا رہے۔ ❸

گزشتہ سطروں سے کوڑے کے ذریعہ تعزیر کا ثبوت ملتا ہے' اس کی بنیاد پر رشوت لینے والے' دینے والے اور اس کی دلالی کرنے والے کو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور قاضی یا حاکم عوام اور معاشرے کی مصلحت کے مطابق جیسے مناسب سمجھیں گے' سزا دیں گے' تاکہ سوسائٹی کے اندر سے رشوت کا روگ دور ہو' اور افراد اس ناپاک مرض سے باز رہیں۔

ملازمت سے معزولی کی سزا

معزول کرنے کے معنی ملازمت سے محروم اور برطرف کر دینے کے ہیں۔ ملازمت سے برطرفی کی صورت میں ملازم اپنی ماہانہ تنخواہ سے خود بخود محروم ہو جائے گا' جو

---

❶ المغنی مع الشرح الکبیر: ج ۱۰ ص ۳۴۸۔ ❷ ایضاً۔

❸ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۶۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہر ماہ اسے ملا کرتی تھی۔ ❶

اس تعزیری سزا کا مستحق ہر وہ ملازم ہوگا۔ جس نے حرام طریقہ سے رشوت یا کوئی اور چیز لی ہوگی' یا ایسا کوئی حرام کام کیا ہوگا' جس کے ارتکاب پر امانت داری اور دیانت پاش پاش ہو جاتی ہے۔ ❷

خیانت کی عادت اختیار کرنے والا اس کا مستحق ہے کہ اسے ماہانہ ملنے والی تنخواہ سے محرومی کی سزا دی جائے' تاکہ حکومتی اور خانگی سطح پر ہر محکمہ کے ملازمین اور عملے سے شر اور فساد کے خطرناک جراثیم کی بیخ کنی ہو سکے' اور مفید عناصر اور معزز عناصر میں بیگانگی اور فرق برقرار رہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ملازمت اور ذمہ داری سے علیحدگی کی سزا وہ ہے' جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بھی اپنے زمانے میں دیا کرتے تھے۔ ❸

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے' ❹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ابوسفیان کو وادی کی تنگنائے پر پہاڑی کے کٹاؤ کے پاس روکے رکھیں' تاکہ جب وہاں سے مردان باخدا کی فوجیں گزریں تو ابوسفیان انہیں دیکھ سکیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا' اتنے میں قبیلہ قبیلہ کے فوجی اپنے پرچم کے ساتھ گزرنے لگے' راوی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا' یہاں تک کہ انصار کا قبیلہ سامنے آیا' اس کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا' جب وہ ابوسفیان کے قریب سے گزرے' تو جوش میں آ کر انہوں نے یہ کہہ دیا! "**الیوم یوم الملحمه الیوم تستحل الحرمه ! الیوم اذل الله قریشاً** ! آج جنگ کا دن ہے۔" آج کعبہ کی حرمت اٹھ جانے کا دن ہے۔ آج اللہ نے قریش کو رسوا کیا ہے"۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ابوسفیان کے سامنے پہنچی' تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے سعد کی زبان نہیں سنی؟

❶ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۸۔ ❷ ایضاً۔

❸ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۳' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۸۔

❹ زاد المعاد لابن قیم: ج ۲' ص ۸۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

آپ نے فرمایا: کیوں سعد نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا: سعد نے یہ کہا ہے۔ اس پر حضرت عثمان' اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں اطمینان نہیں! کہیں وہ قریش پر اپنا بخار نہ اتارنے لگیں! حضور ﷺ نے کہا' نہیں' ((اَلْیَوْمُ تُعَظَّمُ فِیْهِ الْکَعْبَةُ ' اَلْیَوْمُ اَعَزَّ اللّٰهُ قُرَیْشاً)) آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہوگی آج ہی تو اللہ نے قریش کو معزز کیا ہے' پھر اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو بھیج کر ان سے جھنڈا لے لیا۔

اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کا انھیں معزول کر دینا' اور قیادت کو ان کے ہاتھ سے لے کر دوسرے کے ہاتھ میں دے دینا صحابی موصوف کے حق میں ایک تعزیر تھی آپ نے ایک ذمہ داری سے جس طرح انہیں برطرف کیا' اس سے تعزیر کا ثبوت ملتا ہے۔

یہ..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں' آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کا کوئی کارندہ شراب کے موضوع پر اشعار کہتا ہے' آپ نے اس کو فوراً برطرف کر دیا' [1] اگر شراب کے سلسلے میں اشعار کہنے کی سزا معزولی ہو سکتی ہے' تو اس میں شک نہیں کہ رشوت خوروں کی سزا اس سے کہیں سخت ہونی چاہئے۔

صاحب کشاف القناع کہتے ہیں: بطور تعزیر ملازمت سے معزولی کی سزا دینا جائز ہے۔ [2]

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ ''شراب پینے والے کو بطور تعزیر چالیس کوڑے کی حد مار کر اسے ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا' [3] بعض فقہا جیسے: احناف اور شافعیہ نے بھی اس امر کو قطعی قرار دیا ہے کہ رشوت لینے والے کو معزول کر دیا جائے گا' بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ رشوت خور کو رشوت لیتے ہی معزول کر دیا جائے گا' کیونکہ ملازم عادل ہو تو ملازمت کے لائق ہوتا ہے۔ اور رشوت لینے سے عدالت داغ دار ہو جاتی ہے۔

---

[1] السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۳' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۳۶۸۔

[2] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۴۔

[3] السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۰۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو فقہا اس کے قائل ہیں کہ رشوت خور معزول جانے کے لائق ہے' ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کو اسے معزول کر دینا چاہئے' اگر اس نے معزول نہیں کیا اور ملازمت پر باقی رکھا تو وہ خود گنہگار ہوگا۔ [1]

اور اگر بعض فقہا نے شک کی بنیاد پر یا کسی شک کے بغیر بھی قاضی کو برطرف کر دینے کی اجازت دی ہے۔ [2] تو یہ کوئی عجب بات نہیں..... اس لیے کہ رشوت لینا انتہائی گھناؤنا جرم ہے' اس جرم سے باطل کو تقویت ملتی ہے' اور حق ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ شخص رشوت لے کر اس منصب کا غلط فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جبکہ وہ مقام اس کے لیے ایک امانت تھا' اور رشوت لے کر اس نے امانت میں خیانت کی' اس لیے خیانت کے بعد وہ اس منصب کے لائق نہیں رہا۔

معزولی کے بعد' اس سزا پر مستزاد یہ کہ اس شخص کو ان حقوق سے محروم کر دیا جائے گا' جو حکومتیں افراد کو مہیا کرتی ہیں' جیسے قرض کی سہولتیں' کٹوتی کی رعایتیں' اور دوسری آسانیاں' یہ سزائیں اسے اس لیے دی جائیں گی' تاکہ جس کے نفس نے اسے فریب میں مبتلا رکھا' اور جو فاسد نفسانی خواہشات میں پڑ کر لوگوں کے حقوق کو رائیگاں کیا' اسے اذیت اور تکلیف پہنچ سکے۔

دوبارہ رشوت لینے کی سزا

قانون دان اس بات کے قائل ہیں کہ اگر رشوت خور نے دوبارہ اس جرم کا ارتکاب کیا' تو اسے دوبارہ سزا دی جائے گی' [3] میں سمجھتا ہوں کہ فقہا کے نزدیک بھی دوبارہ کیے جانے کی تعریف یہی ہے' اس لیے کہ انہوں نے بھی ہر اس مجرم کو دوبارہ سزا

---

[1] جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۴' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۶۸' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۲' ۸۳ الاحکام مما یتعلق بالقضاء والحکام: ص ۸۔

[2] جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۶' رد المختار علی الدر المختار ج ۴ ص ۳۰۶۔

[3] البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ج ۶ ص ۲۷۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینے کی تائید کی ہے' جو پہلی بار جرم سے باز نہ آئے۔ ❶

دوبارہ سزا کے وقت ہر اس مجرم کو سخت سزا دی جائے گی' جس نے پہلے بھی اس جرم کو کیا' اور اس کا شر پھیلتا گیا' اس کو روکنے کی ذمہ داری بڑھتی گئی' ایسے وقت میں یہ ضروری ہے کہ پہلی سزا سے کہیں زیادہ سخت سزا اسے دی جائے' کیونکہ پہلی مرتبہ کی سزا پر وہ تائب نہیں ہوا۔ حالانکہ جو کچھ ہوا' اس پر اسے نادم ہونا تھا' اور یہ تہیہ کر لینا تھا کہ اب سے دوبارہ یہ گناہ اس سے سرزد نہ ہو' اور آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرے' اس سبب کے باوجود اس نے اس کوتاہی کا ارتکاب کیا تو اس تکرار پر سزا میں بھی سختی کی جائے گی' کیونکہ نفس کو اس نے شرارت میں ڈبو دیا' اور اپنے آپ کو خطاؤں میں غرق رکھا۔ ❷

زمین میں فساد برپا کرنے والوں کے لیے تعزیرات کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا ہے خاص طور پر ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ایک قسم کے جرائم کو بار بار دہراتے ہیں' یا مختلف جرائم ایک ساتھ کیے جاتے ہیں۔ تعزیر کی صفت یہ ہے کہ اس کی کوئی حد یا مقدار نہیں ہوتی' کبھی سخت سے سخت تعزیر یہ ہوتی ہے کہ مجرم کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ بگاڑ اور شر و فساد کی جڑیں کٹ کر رہ جائیں۔ ❸

دوبارہ جرم کے ارتکاب کا موضوع فقہا کے نزدیک شدت سے زیر بحث رہا ہے' بعض اقوال ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

① مدعا علیہ ملزم اگر شریف آدمی ہے اور لوگوں میں اس کی وقعت رہی ہے' تو میری نظر میں مستحسن یہ ہے کہ اگر اس نے پہلی بار اس حرکت کو کیا' تو میں اسے تعزیر نہیں کروں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

❶ الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۴۳' حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۸۱' نہایۃ المحتاج لشرح المنہاج: ج ۷ ص ۱۷۵' السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۲۔

❷ الجریمۃ والعقوبۃ لابی زہرہ: ج ۶ ص ۳۱۷' ۳۱۸۔

❸ ایضاً: ج ۱ ص ۳۳۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

((تَجَافُوْا عَنْ عُقُوْبَةِ ذِی الْمُرُوْءَةِ اِلَّافِی الْحُدُوْدِ))

''شریف آدمی کے ساتھ حدود کے علاوہ دیگر سزاؤں میں درگزر سے کام لو''۔ ❶

بعض یہ کہتے ہیں کہ اسے نصیحت کی جائے گی تاکہ وہ دوبارہ یہ حرکت نہ کرے' اس سبب کے باوجود اگر اس نے دوبارہ وہی گناہ کیا تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی' کیونکہ دوبارہ جرم کے ارتکاب سے اس نے ثابت کر دیا کہ اس کا شمار اشراف اور بامروت لوگوں میں نہیں۔ ❷

② ابن عبدالسلام نے فتوی جاری کیا ہے کہ جو شخص لوگوں کے خلاف کثرت سے جرائم کرتا ہے' اور تعزیری سزا سے باز نہیں آتا' ایسے شخص کو تاحیات قید کر دیا جائے گا۔ ❸

③ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: ''السیاستہ الشرعیہ'' میں لکھا ہے اگر تعزیری سزا یافتہ عادی مجرم ہے۔ تو اس کی سزاؤں میں اضافہ کر دیا جائے گا' اور جو عادی نہیں' بلکہ اس سے یہ حرکت کم سرزد ہوئی ہے۔ ایسے مجرم کو کم سزا دی جائے گی' یوں ہی گناہ جتنا ہلکا یا بھاری ہو سزا میں اس کے لحاظ سے سختی یا نرمی برتی جائے گی' بنابریں جو مجرم لوگوں کی بہو بیٹیوں کو چھیڑتا ہو۔ ان کے بچوں کے پیچھے پڑ جاتا ہو' ایسے مجرم کو اس کی بہ نسبت زیادہ سخت سزا دی جائے گی' جس نے پہلی ہی بار کسی عورت یا بچہ کے ساتھ چھیڑ خوانی کی ہو' ❹ کیونکہ ان سزاؤں کا مقصد عبرت اور سرزنش ہے۔

علامہ موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ: جو شخص زمین میں فتنہ انگیزی سے باز نہ آئے

---

❶ احمد' ابوداؤد' نسائی' بیہقی نے اس حدیث کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

❷ حاشیہ ابن عابدین: ج ۴ ص ۸۱۔

❸ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۵ ص ۱۷۵۔

❹ السیاسۃ لابن تیمیہ: ص ۳۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور قتل کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو' ایسے مجرم کو قتل کر دیا جائے گا' جیسے مسلمانوں کا شیرازہ جو شخص منتشر کرنے کے درپے ہو۔ ❶ اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ شرابی کو چوتھی مرتبہ پینے پر قتل کر دیا جائے گا' کیونکہ اس نے جرم کو بار بار کیا' اس کی دلیل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول مسند کی وہ روایت ہے' جو دیلم حمیری سے منقول ہے' انہوں نے کہا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں کہ جہاں ہمیں..... سخت کاموں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس کے لیے ہمیں..... گیہوں کی شراب بنانی پڑتی ہے' تاکہ ہم میں کاموں کے لیے کچھ چستی پیدا ہو اور اپنے علاقے کی سردی پر قابو پا سکیں' آپ نے پوچھا! آیا اس سے نشہ ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا' ہاں! آپ نے فرمایا پھر اس سے پرہیز کرو۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا' حضور! لوگ تو چھوڑ نہیں رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ نہ چھوڑیں تو انہیں قتل کر دو۔ ❷ یہ اس لیے بھی کہ فساد حملہ آور کی طرح ہوتا ہے۔ حملہ آور اگر باز نہ آئے اور قتل کرنا ناگزیر ہو' تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ ❸

❹ ابو یعلیٰ حنبلی کہتے ہیں' جو مجرم بار بار جرم کرے اور سزا کے باوجود' باز نہ آئے اور لوگوں کو اس کے جرائم سے اذیت پہنچے' تو امیر کو اس کی اجازت ہے کہ اسے موت تک دائمی قید کی سزا دے۔ ❹

❺ صاحب کشاف القناع کہتے ہیں' اگر سزا سے مقصد مفاسد کا دفعیہ ہو' لیکن سزا دینے کے باوجود بغیر قتل کے رفع فساد نہ ہوتا ہو' تو مجرم کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا کیونکہ ان حالات میں جس مجرم سے فساد کی نوعیت میں مسلسل اضافہ ہو' اور مقررہ حدود سے مجرم باز نہ آتا ہو' بلکہ اس کی سرکشی اور اس سے پیدا ہونے والا فساد جاری و ساری ہو' تو اس کی حیثیت حملہ آور کی سی ہوگی' حملہ آور بھی قتل کیے بغیر باز نہ آئے' تو اس کو مار ڈالا

---

❶ الحسبۃ لابن تیمیہ: ص ۳۹۔

❷ الحسبۃ لابن تیمیہ ص ۲۶۔

❸ السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ: ص ۱۱۶۔ ❹ الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ: ص ۲۴۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ ❶

صورت مذکورہ میں دوبارہ جرم رشوت کے ارتکاب پر ہم بھی تعزیر میں شدت کی سفارش کرتے ہیں' اور پہلی سزا سے زائد سزا کی تائید کرتے ہیں' تاکہ مجرم جرم سے بچے' اور اگر مجرم اشراف سے تعلق رکھتا ہو' تب بھی دوبارہ جرم پر اسے سزا دی جائے گی' کیونکہ دوبارہ ارتکاب کی وجہ سے اب وہ اشراف میں شامل نہیں رہا۔ ❷

❶ کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۱۲۴۔

❷ کتاب البحر الرائق: ج ۵ ص ۱۹۰ [illegible]

اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

جرمِ رشوت کے اثرات

اس باب میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل :۔ قاضی کے فیصلہ کرنے میں جرم رشوت کا اثر' عزل ونصب اور تحصیل منافع پر رشوت کے اثرات۔

دوسری فصل: رشوت لینے والے کا رشوت پر مالکانہ تصرف' اس کا اثر' اور اس رشوت سے متعلق عقد یا تصرف کو کرگزرنے پر رشوت کے اثرات۔

تیسری فصل :۔ رشوت دینے والے کی ملک سے رشوت کے نکل جانے میں رشوت کا اثر' اور کیا اگر رشوت دینے والا جانا پہچانا ہے' تو رشوت اسے لوٹا دی جائے گی؟

پہلی فصل

قاضی کے فیصلہ کرنے میں جرمِ رشوت کے اثرات'

عزل ونصب اور تحصیل منافع پر رشوت کے اثرات

اول: قاضی کے فیصلہ میں جرم رشوت کا اثر

منصب قضا پر کسی ایسے ہی آدمی کو فائز کیا جاتا ہے' جس کے اندر عدل وانصاف کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو' اور اس کی امتیازی شان یہ ہو کہ وہ جذبات اور احساسات سے بالاتر ہو کر محض اللہ کے لیے فیصلے کرے' تاکہ مجلس قضا میں فریقین کے درمیان' حق' صداقت اور انصاف جاری وساری ہو۔ اب اگر رشوت بیچ میں گھس آئے تو ظاہر ہے اس کے نتیجہ میں یہ عظیم صفت زائل ہو جائے گی' اور اس کی جگہ فسق وفجور کا دور دورہ ہوگا اور قاضی ذاتی اور شخصی مصلحت اور خواہشات کے تحت فیصلہ کرے گا۔ خود رشوت لے گا یا اس کا بیٹا یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے متعلق اسکا کوئی خویش وعزیز رشوت ستانی کا جرم کرے گا' اور قاضی بھی اس سے فائدہ اٹھائے گا۔

رشوت ستانی کے اس وقوعہ کے بعد یا کسی اور جرم کے ارتکاب کے بعد کیا قاضی صحیح فیصلہ دے گا۔ کیا اس کا فیصلہ نافذ ہونے کے لائق ہوگا۔ یا رشوت ستانی کا اس پر نمایاں اثر ہوگا؟ اس کا جواب دینے کے لیے ذیل میں مختلف نقطہ نظر پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا مسلک

رشوت ستانی کا واقعہ جس مقدمہ میں رونما ہو' اس مقدمہ یا دوسرے کسی مقدمہ میں اس قاضی کا فیصلہ نفاذ کے لائق ہوگا۔ بشرطیکہ فیصلہ کی شرائط سب درست ہوں' اس قول کو امام بزدوی نے اختیار کیا ہے۔ [1] یہ تو ہوا۔ ساتھ ہی علامہ ابن عابدین نے اپنی کتاب ردالمحتار علی الدرالمختار میں اس قول کی تائید کی ہے' اور قاضی کے حکم کے نفاذ کی بابت کلام کرتے ہوئے کہا ہے۔ ''اس زمانے میں اس قول پر مجبوری کے تحت اعتماد کرنا ہوگا ورنہ موجودہ بیشتر وقوع پذیر مقدمات کے فیصلے ٹوٹ جائیں گے' کیونکہ آج کونسا ایسا قضیہ ہے۔ جس میں قاضی رشوت نہ لیتا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا نام یافت' محصول' یا کچھ اور ہوتا ہے۔ غرض فیصلہ سے پہلے یا بعد میں اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے' لہٰذا اگر فیصلے نافذ العمل نہ مانے جائیں' تو سارے احکام ٹوٹ کر رہ جائیں گے۔ [2]

کتاب: ''العقود الدریہ'' میں لکھا ہے کہ جمال الدین بزدوی نے کہا: میں اس مسئلہ میں حیران اور ششدر ہوں' میں کیسے کہہ سکتا ہوں' کہ ان کے احکام جاری اور نافذ ہوں گے؟ کیونکہ میں ان کے اندر خلط ملط کرنے اور دیدہ دلیری اور جہالت سب کچھ کو اپنی

---

[1] فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵' معین الحکام: ص ۹' جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۴' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰' الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعی لعلی قراعہ: ص ۳۳۲۔

[2] ج ۴ ص ۳۰۴' المسئولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰' الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں سے دیکھتا ہوں' ساتھ ہی میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا ہوں کہ ان کے احکام نافذ نہیں ہوں' کیونکہ ہمارے اہل زمانہ سب ایسے ہی ہیں۔ اگر ان کے احکام کے باطل ہونے کا اعلان کر دیا جائے' تو اس سے جملہ احکام ہی ٹوٹ جائیں گے۔ ہمارے اور ہمارے زمانے کے ان قاضیوں کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی بہتر فیصلہ کر سکتا ہے' کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں' جنہوں نے ہمارے دین کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کو تہس نہس کر دیا ہے۔ اور آج اس کا صرف نام اور کچھ رسمیں باقی رہ گئی ہیں۔ [1]

کتاب ''لسان الحکام'' میں قاضیوں کی رشوت ستانی کے تذکرے کے بعد لکھا ہے ''فاسق کو جب منصب قضا دیا جائے گا۔ تو وہ قاضی ہو جائے گا۔ اور ایسا قاضی جس قسم کا حکم دے گا۔ نافذ ہوگا۔ البتہ دوسرے قاضی کو اس کا فیصلہ توڑ دینے کا اختیار ہوگا' جبکہ اس قضیہ میں پہلے قاضی کا فیصلہ اس کی رائے سے ٹکراتا ہوگا۔ دوسرا قاضی جب پہلے قاضی کے فیصلہ کو باطل قرار دے گا۔ تو اب کسی اور قاضی کو اس کے نفاذ کی اجازت نہیں ہوگی [2]۔

اس مسلک کے ماننے والوں کی دلیلیں

① فاسق رشوت ستانی کے باوجود قضا کا اہل ہے' کیونکہ اگر عدالت کا اعتبار کیا گیا تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کا فسق اس کی معزولی کا باعث نہ ہوگا۔ بنابریں اس کی ذمہ داری برقرار ہوگی' اس کا قضا پر فائز ہونا برحق ہوگا' پھر آخر اس کا فیصلہ نافذ کیوں نہیں ہوگا۔؟ بالخصوص اس لیے کہ اس کا یہ فسق اتنا اثر انداز نہیں' کیونکہ اس نے جو کچھ کیا' اس کی انتہائی صورت حال یہ ہے کہ رشوت لے کر اس نے اپنا ایک ذاتی کام کیا' جبکہ قضا کا جو کام وہ کر رہا ہے' اللہ کے لیے کر رہا ہے' [3] اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ رشوت لینا حرام ہے۔ لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس قاضی کو معزول کر دیا جائے' یا اس کا

---

[1] العقود الدریۃ: ج ۱ ص ۳۷۷' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰'

[2] لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام: ص ۶۔

[3] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰' الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیۃ: ص ۳۳۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ نا قابل نفاذ ہو۔

② جس شخص نے رشوت ستانی کا ارتکاب کیا' اگر فریقین اس کے سامنے اپنا مقدمہ لے جائیں' تو ان کا حکم بن سکتا ہے۔ اور جب رشوت خور حکم (ثالث) بن سکتا ہے' تو قاضی بھی بن سکتا ہے۔ [1]

اس نقطۂ نظر پر مباحثہ

اس نقطہ نظر کے حاملین پر یہ اعتراض واقع ہوسکتا ہے کہ جمہور فقہا کے نزدیک صحت قضا کے لیے عدالت شرط ہے۔ اور راجح قول بھی یہی ہے' اس لیے فاسق خصوصاً رشوت خور فاسق کا قاضی بنایا جانا درست نہیں ہے۔

رہا یہ قول کہ اگر عادل ہونے کا اعتبار کیا گیا' تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے گا' تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عدل پرور اور انصاف پسند قاضی بھی ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں' ان کے ہوتے ہوئے کسی فاسق کو اس منصب پر کیونکر فائز کیا جائے گا؟ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ عادل قاضی نہیں پائے جاتے تو جو کم سے کم فاسق ہوں' انہیں ذمہ داری سونپ دی جائے گی' کیونکہ ضرورت بقدر مجبوری ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس سبب کے باوجود اکثر علما کے نزدیک فسق' عزل کا باعث ہوتا ہے اور مصلحت بھی چھوڑے رکھنے میں نہیں' بلکہ معزول کر دینے میں ہے' تاکہ اس کے فسق کا سلسلہ دراز نہ ہو اور لوگ ظلم و ستم کا شکار نہ ہوتے رہیں۔

اور ابن عابدین رحمہ اللہ کا یہ قول کہ: ''خاص یہ فسق اتنا اثر انداز نہیں'' باطل ہے' کیونکہ آخر وہ بھی اس کی اپنی ذاتی غرض ہے۔ [2]

یہ تو ہوا' اور دوسری دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قاضی کو اس کا منصب اسے حکم مان کر' یا خود مختار سمجھ کر نہیں دیا گیا' بلکہ یہ سمجھ کر دیا گیا کہ فیصلہ کو لازمی طور پر نافذ کرے گا' اور عام طور پر ہر مدعا علیہ اپنی مرضی اور اختیار سے عدالت میں حاضر نہیں ہوتا' بلکہ بارسوخ

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۴۲۸ قدرے تصرف کے ساتھ۔

[2] کتاب ایضاً: ص ۴۶۳

روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

لوگوں کے دباؤ یا جبر کے زور سے حاضر ہوتا ہے' اس صورت میں قاضی حکم نہیں ہوتا' جس کے فیصلہ کو قبول کرنا یا چھوڑ دینا فریقین کے لیے لازمی ہو' کیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ''بیع'' ابتدا سے لین دین کی شکل میں منعقد ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس سے پیشتر بیع میں کوئی فساد یا بطلان طاری ہوا' اور اس کے فوری بعد لین دین کا عمل مرتب ہوا' تو اب وہی بیع منعقد نہیں ہوگی' کیونکہ وہ ایک اور سبب پر مرتب ہوئی ہے۔ یہی حال یہاں ہوگا۔ [1]

اور یہ جو اس نقطہ نظر کی تائید میں ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''اس زمانے میں اس قول پر مجبوری کے تحت اعتماد کرنا ہوگا' ورنہ موجودہ بہت سارے مقدمات کے فیصلے ٹوٹ جائیں گے' کیونکہ آج کونسا ایسا قضیہ ہے' جس میں قاضی رشوت نہ لیتا ہو' یہ الگ بات ہے کہ اس کا نام یافت' محصول' یا کچھ اور ہوتا ہے' غرض فیصلہ سے پہلے یا بعد میں اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر فیصلے نافذ العمل نہ مانے جائیں تو جملہ احکام ٹوٹ کر رہ جائیں گے''۔ [2]

یہ قول رد کیے جانے کے لائق اور میری نظر میں قابل گرفت ہے۔ کیونکہ اگر کسی فیصلہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے بجائے کسی اور کا حکم چلایا جائے تو ہم بھلا اسے کیونکر تسلیم کریں گے' پھر ہمارا یہ فرض ہے کہ اس فاسد عضو اور بگڑے ہوئے پرزے کی اصلاح و درستی کریں اور جس نے رشوت کا ارتکاب کیا' اسے سزا دیں' اور اس کے فیصلہ کو توڑ دیں' تاکہ رشوت لینے والے اور دینے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس قسم کے احکام کا انجام بالآخر ٹوٹ پھوٹ پر ختم ہوتا ہے' اور اگر ایسا ہوا تو رشوت دینے والا نہ رشوت دینے کی جرات کرے گا' نہ ہی لینے والا رشوت لینے کی جسارت کرے گا۔ ساری امت کی مصلحت بھی اسی میں ہے۔ کہ جس فیصلہ میں رشوت کا لین دین ہو' خواہ ان کی کتنی ہی کثرت کیوں نہ ہو۔ ان کو توڑ دیا جائے گا' تاکہ قاضی اور رشوت دینے والے کا منصوبہ خاک میں مل جائے اور منصوبہ ناکام بنا دینے کی سزا فقہا کے نزدیک بھی رائج ہے۔ جیسے مرض وفات میں کوئی شوہر اگر اس لیے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے' تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی اس کی وارث نہ ہو سکے'

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵' ص ۴۲۸۔

[2] ایضاً: ج ۵' ص ۳۶۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تب بھی فقہا بیوی کو اس کا وارث تسلیم کرتے ہیں' خواہ یہ بیوی اس کی مطلقہ کیوں نہ رہی ہو' اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں جو کوئی حقدار کو اس کے حق سے محروم کرنا چاہے' اس کے ارادے میں اسے ناکام بنا دیا جائے گا۔

یہ ایک رہی .....! مزید برآں علی قراعہ نے اپنی کتاب: ''الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ'' میں لکھا ہے' [1] ''جس کا متن حسب ذیل ہے۔

''علاوہ ازیں! ابن عابدین کی ذکر کردہ علت آج ہمارے زمانے میں اگرچہ پائی نہیں جاتی' کیونکہ ہمارے فیصلوں میں استقامت غالب ہے' اور اکثر فیصلے رشوت ستانی کے نقائص سے پاک صاف ہوتے ہیں' لیکن پھر بھی یہ تمیز کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ کہ کونسا فیصلہ رشوت کی بنیاد پر ہوا' اور کون سا فیصلہ رشوت کی بنیاد پر نہیں ہوا' اسلیے یہی پہلا قول دیگر اقوال کے مقابلہ میں راجح ہوگا۔ ورنہ فیصلوں میں شک پیدا ہوگا۔ کہ وہ نافذ ہیں' یا نافذ نہیں اور اس میں جو مضرت ہوگی' وہ پوشیدہ نہیں ہے''

اس سلسلے میں میرا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے علم کی بقدر مکلف ہیں' اور ہمیں اتنا معلوم ہوگیا ہے کہ فلاں معاملہ میں قاضی نے رشوت لی ہے۔ اور جو بات پہلے سے ہمیں معلوم نہ ہو تلاش و تفتیش اور غور و فکر کے بعد ہم اس کو معلوم کر سکتے ہیں' اس لیے قاضی کے بارے میں اصل حال یہ ہے کہ وہ راست' اور عادل ہے۔

دوسرا مسلک

کسی مقدمہ میں قاضی رشوت لے کر فیصلہ کرے تو اس قضیہ میں اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ [2] خواہ اس کا فیصلہ حق پر مبنی کیوں نہ رہا ہو' یا اس کا بیٹا یا اس کے کسی معاون نے رشوت لی ہو۔ اور قاضی کو معلوم ہو' اس طرح اگر اس نے فیصلہ میں ایسا کوئی حیلہ کیا کہ اس

---

[1] ص ۳۳۲۔ [2] بدائع الصنائع: ج ۷ ص ۸' فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵' الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۱۴' البنایہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۹' معین الحکام: ص ۹' جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۴' شرح الکنز لمحمود العینی ج ۲ ص ۸۳' لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام: ص ۶' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۳' الاحکام مما یتعلق بالقضاء والحکام: ص ۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مقدمہ کو کسی ایسی عدالت میں بھیجا۔ جہاں متعلقہ آدمی کے مسلک کے مطابق فیصلہ ہو تب بھی اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ شمس الایمہ [1] اور حضاف [2] نے اسی کو اختیار کیا ہے' اس مسلک کی مزید وضاحت کے لیے ذیل میں بعض فقہی کتابوں کے مزید حوالے درج کیے جاتے ہیں۔

① شرح الکنز میں نیشاپوری سے منقول ہے'' جب قاضی نے رشوت لی اور رشوت دینے والے کے حق میں صحیح صحیح فیصلہ کیا' جس میں ظلم کا شائبہ بھی نہیں' تب بھی اس کا فیصلہ باطل ہو گا' اور کسی قاضی کو اس کے فیصلہ کے نفاذ کا حق نہیں ہوگا۔ اور اس کو رد کر دے گا۔ اس لیے کہ رشوت لینے والے کا عادل ہونا جاتا رہا''۔ [3]

② فتاوی ہندیہ میں..... یہ بتانے کے بعد کہ اس مسلک کو سرخسی نے اختیار کیا ہے' یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر قاضی کے بیٹے نے رشوت لی' یا اس کے کسی معاون نے ایسی کوئی حرکت کی تو اگر قاضی کا حکم یا اس کی رضا مندی اس میں شامل ہے' تو ان کا رشوت لینا قاضی کا رشوت لینا تصور کیا جائے گا' اور اس کا فیصلہ رد ہوگا۔ اور اگر قاضی کو اس کا علم نہیں تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ اور رشوت لینے والے نے جس قدر رشوت لی ہوگی' اتنا اسے واپس کرنا ہوگا۔ [4]

③ فتح القدیر میں ہے' اگر قاضی نے رشوت لی' پھر اسے کسی (دوسرے مسلک کے قاضی جیسے) شافعی کے پاس بھیجا' تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دے' تو اس دوسرے قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ کیونکہ پہلے قاضی نے رشوت لے کر جانب داری برتی۔ [5]

دلائل

① جب قاضی رشوت لے کر فیصلہ کرتا ہے' تو وہ اپنے حق میں فیصلہ صادر کرتا ہے

---

[1] فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵۔

[2] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۱۴' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳۔ [3] لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳۔

[4] معین الحکام: ص ۹' جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۴۔

[5] معین الحکام: ص ۹' جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۴' لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام: ص ۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ کہ اللہ کے لیے فیصلہ کرتا ہے' اس لیے اس کا فیصلہ صحیح نہیں ہوگا۔ ❶

② قاضی کو حق کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہئے' اور حق کی خاطر فیصلہ کرنے کے لیے مال لینا حلال نہیں ہے۔ ❷ اور کسی قضیہ میں جس میں مال لے کر فیصلہ کرنا حلال نہ تھا' جب اس نے مال لے کر فیصلہ کیا' تو اس کی نا اہلیت ثابت ہوئی' لہٰذا اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ کیونکہ قاضی نا اہل رہا' اور اگر اس نے کوئی باطل آمیز فیصلہ کیا' تو وہ اور بھی برا ہوگا۔

③ اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ قاضی جس معاملہ میں رشوت لے لیتا ہے' اور فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا۔ ❸

بحث تمحیص

پہلی دلیل میں یہ جو کہا گیا کہ ''اس کا فیصلہ صحیح نہیں ہوگا'' میں اس کے جواب میں کہوں گا' کہ ہاں اس کا فیصلہ صحیح نہیں ہوگا' لیکن اس کے وہی فیصلے صحیح نہیں ہوں گے' جو رشوت ستانی کے بعد صادر ہوئے کیونکہ اب اس قاضی پر یہ الزام ہے کہ وہ فیصلہ کرنے میں جانب داری برتتا ہے' اور اپنے لیے فیصلہ کرتا ہے۔ اور جو کوئی ایک مرتبہ اپنے لیے فیصلہ کرتا ہے' آئندہ بھی لامحالہ اپنے لیے ہی فیصلہ کرے گا' اور جانبداری برتے گا۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس مقدمے میں جب وہ اہل نہ رہا' تو دیگر مقدمات میں بھی نا اہل ہوگا۔ اس لیے اس کے فیصلے نافذ نہیں ہوں گے۔ نیز اس لیے بھی کہ رشوت ستانی کے بعد یہ شخص خیانت کا مرتکب ہوتا ہے' لہٰذا اس کی منصب قضا پر تقرری ٹوٹ جائے گی' اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے فیصلے بھی لائق نفاذ نہیں رہیں گے۔

رہا یہ کہنا کہ اس پر اجماع ہوا ہے' باطل ہے' جیسا کہ امام بزدوی کے مسلک سے معلوم ہوتا ہے' امام موصوف کا مسلک یہ ہے کہ قاضی کے حق پر مبنی تمام فیصلے نافذ ہوں گے۔

---

❶ بدائع الصنائع: ج ۷ ص ۸' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۳۔

❷ فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵۔

❸ حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' المسؤولیۃ الجنائیہ فی الفقہ الاسلامی ص ۸۰' الاحکام مما یتعلق بالقضاء والاحکام ص ۸۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خواہ وہ رشوت لے کر کیوں نہ فیصلہ کرتا ہو۔ صاحب الفتح نے بزدوی کی اس رائے کو بہتر قرار دیا ہے' اس لیے اجماع نہیں رہا.....! ❶

تیسرا مسلک

یہ ہے کہ جس مقدمہ میں اس نے رشوت لی' اور اس کے علاوہ جس میں رشوت نہ لی اس کے تمام فیصلے نافذ نہیں ہوں گے' ❷ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ ❸ اسی کو قرطبی نے اختیار کیا ہے' ❹ مالکیہ کا صحیح مسلک بھی یہی ہے' ❺ اور یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔ ❻

یہ تو ہوا.....اور میری نظر میں زیادہ نمایاں بات یہی ہے' کہ جو احکام باطل ہوں گے' خواہ ان میں رشوت نہ لیا ہو..... یہ وہی احکام ہوں گے' جن کے فیصلے اس نے رشوت لینے کے بعد صادر کیے' یہاں ان احکام سے بحث نہیں کی گئی ہے' جو رشوت ستانی سے پہلے جاری کیے گئے' یہی قول اس مسلک کی دلیل سے میل کھاتا ہے' شرح کنز کے اس متن سے ہمارے اس قول کی مزید تائید ہوتی ہے کہ ''حسن بن زیاد کے رسالہ'' قاضی کے آداب'' میں لکھا ہے کہ ایک قاضی جو مدتوں منصب قضا پر عدل وانصاف کے ساتھ فائز رہا۔ لیکن اس کے بعد اس نے رشوت لے کر فسق کیا' اور اس کا حال یہ ہے کہ فاسق ہونے سے پہلے اس نے بہتیرے مقدمات کے فیصلے کیے' اور فاسق ہونے کے بعد بھی بہت سارے مقدموں کا فیصلہ کیا' تو فسق سے پیشتر کے جملہ فیصل شدہ مقدمات نافذ ہوں گے۔ لیکن فسق کے بعد

---

❶ حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' قدرے تصرف کے ساتھ' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰'

❷ فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵' معین الحکام: ص ۹' جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۴' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۸۰' الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۲' قرۃ عیون الاخیار: ج ۱ ص ۴۷' حاشیۃ الرہونی: ج ۷ ص ۱۲۸' احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵ قدرے تصرف کے ساتھ۔

❸ البنایہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۹' الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج ۶ ص ۱۸۳۔

❹ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج ۶ ص ۱۸۳۔

❺ التبصرہ لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۶۔ ❻ مطالب اولی النھی فی شرح غایۃ المنتھی: ج ۶ ص ۴۶۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمام مقدمات باطل قرار پائیں گے۔ ❶

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اگر کسی قاضی نے ایک زمانے تک لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا' اور بہتیرے مقدمات فیصل کیے' وہ جب سے اس منصب پر فائز ہوا۔ اس وقت سے فاسق اور رشوت خور ہے' تو جس قاضی کی عدالت میں اس کے مقدمات پیش ہوں گے' انہیں چاہیے کہ اس قاضی کے ایک ایک فیصلہ کو توڑ کر باطل قرار دیں۔ ❷

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر رائے زنی کرتے ہوئے قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے' خدا نے چاہا' تو اس قول سے کوئی شخص اختلاف نہیں کرے گا' کیونکہ اس کی رشوت ستانی کا فعل فسق تھا۔ اور فاسق کا حکم جائز نہیں ہے۔ ❸

دلائل

قاضی عدل اور انصاف پسندی کی بنیاد پر اس منصب پر فائز ہوتا ہے' لیکن جب وہ رشوت لیتا ہے' تو شرط ٹوٹ جاتی ہے' اور اس کا حکم باطل ہو جاتا ہے' خواہ اس کا یہ حکم حق کے موافق ہو یا موافق نہ ہو۔ ❹ باطل اس لیے ہوتا ہے کہ فیصلہ ایسے فرد سے صادر ہوتا ہے۔ جو اس ذمہ داری کا اہل نہیں' ❺ کیونکہ رشوت ستانی کی وجہ سے وہ معزول ہو چکا اور یہ ایسا ہوا جیسے کوئی نماز' زکوۃ روزے' اور حج وغیرہ کی ادائیگی پر اجرت وصول کرے۔ ❻

راجح قول

گزشتہ بحث تمحیص سے میرے نزدیک یہ واضح ہو جاتا ہے کہ میں اسی تیسرے مسلک کو ترجیح دوں یعنی جس مقدمہ میں قاضی نے رشوت لی' وہ اور اس کے بعد کے مقدمات

---

❶ شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۲۔ ❷ جلد سوم' ص ۲۶۹' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۲

❸ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ص ۱۸۳۔ ❹ حاشیۃ الرہونی: ج ۷ ص ۲۸۷ مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی: ج ۶ ص ۴۶۸ قدرے تصرف کے ساتھ۔ ❺ الاصول القضائیۃ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۲۔

❻ احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نافذ نہ ہوں گے' کیونکہ رشوت لے لینے کی وجہ سے اس کی تقرری باطل ہوگئی' اور فسق کی وجہ سے اس کے احکام لائق نفاذ نہ رہے۔ ساتھ ہی اس مقدمہ میں وہ فیصلہ کے لائق بھی نہیں رہا' جس میں اس نے رشوت لے لی ہے۔ یا آئندہ لے گا۔ خواہ وہ فیصلہ حق کا کرے یا ناحق کا' بنابریں ہم بھی اس کے ارادے کو توڑ دینے' اور اس فسق پر اسے سزا دینے کے لیے جیسی کرنی ویسی بھرنی کے مصداق اس کے جملہ احکام کو باطل ٹھہرائیں گے تاکہ اس شخص کو اور جس نے اسے رشوت دی۔ دونوں کو انجام کار معلوم ہو جائے کہ آخر میں جا کر ان کا فیصلہ لغو اور باطل ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد یقین ہے کہ رشوت کے انجام سے قاضی کے کان کھڑے ہو جائیں گے' اور وہ اس ذلیل حرکت کا ارتکاب نہیں کریں گے۔

مسئلہ

اگر کسی نے اس لیے رشوت دی' تاکہ قاضی کو معزول کر دیا جائے اور اس کو اس کے منصب پر فائز کیا جائے اور اس کا یہ منصوبہ کامیاب ہوگیا' تو اس کا قاضی بننا باطل اور اس کے فیصلے مردود ہوں گے۔ [1]

مسئلہ

اگر رشوت اس لیے دی' تاکہ موجودہ قاضی صرف معزول ہو جائے' اور آپ قاضی بن بیٹھے' تو اس صورت میں اگر محض معزولی کے لیے دیا' اپنی تقرری کے لیے نہیں' جیسے رشوت کے تحت قاضی اول معزول ہوا۔ اور اس نے بغیر رشوت کے اس کے مقام پر تسلط چاہا' تو معزول قاضی پر غور کیا جائے گا۔ اگر وہ عادل اور منصف مزاج تھا۔ تو اسے ہٹانے کے لیے رشوت دینا حرام ہوگا۔ اور معزول اپنے منصب پر بدستور برقرار رہے گا' ہاں اگر معزولی سے پہلے پہلے رشوت دینے والے نے رشوت لوٹا کر اس سے توبہ کر لی۔ تو کی تقرری درست ہوگی۔ اور جانشین کا فیصلہ باطل ہوگا۔ ہاں اگر تقرری سے پہلے اس نے

---

[1] التبصرہ لابن فرحون: ج ا ص ۱۰' معین الحکام: ص ۱۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

توبہ کرلی تو اس کا فیصلہ درست ہوگا' اور اگر معزول قاضی ظالم ہے۔ تو جانشین کا فیصلہ باطل نہیں ہوگا۔ [1]

عہدہ پر مامور کرنے میں رشوت کا اثر

عہدے اور منصب کو اسلام میں نمایاں مقام حاصل ہے' اس لیے کسی منصب پر ایسے ہی آدمی کو فائز کرنا چاہئے' جو علمی اور عملی صلاحیت کا مالک ہو۔ لیکن چونکہ نااہل کو عہدے پر پہنچانے' اور اہل کو اس سے محروم کرنے میں رشوت اہم پارٹ ادا کرتی ہے' جس کی وجہ سے معاملہ نااہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے' اس لیے اس قسم کا اقدام اسلام اور اس کی تعلیمات سے یکسر جداگانہ اور برعکس ہے۔ جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ۔

((اِذَاوُ سِّدَ الْاَ مْرُ اِلَی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ.))

''جب معاملہ نااہلوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو''۔

پھر حکومت کے محکموں اور سرکاری اداروں میں حسب ضرورت مختلف نوعیت کے عہدے ہوا کرتے ہیں۔ بعض عہدے عدالتی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ بعض کا تعلق مالیات سے اور بعض کا تعلیمات سے ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت عدالتی عہدوں کی ہوتی ہے۔ اب اگر حکومت کی مشینری کا یہی کل پرزہ بگڑ جائے' تو ظاہر ہے' اس کے نتیجے میں زبردست خطرہ اور ہمہ گیر بگاڑ رونما ہوگا۔ رعایا میں ظلم و زیادتی کا رواج ہوگا۔ اور خلقت اپنی دنیا کی چند روزہ زندگی میں شریعت الٰہیہ سے دور ہوتی جائے گی۔ اس لیے ہم حسب ذیل موضوع کے تحت اس عنوان پر سب سے پہلے گفتگو کریں گے۔

منصب قضا پر فائز کرنے میں رشوت کا اثر

فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ رشوت کے ذریعہ کسی کو منصب قضا پر فائز کرنا

---

[1] کتاب التبصرۃ لابن فرحون ج ۱ ص ۱۳ معین الحکام ص ۱۵

اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باطل ہے۔ اگر کسی نے اس منصب پر فائز ہونے کے لیے رشوت دی اور اس کی تقرری عمل میں آ گئی تو وہ شخص قاضی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ [1] یعنی اس کی تقرری باطل ہوگی۔

دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ [۴۹/الحجرات:۶]

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو''۔

استدلال کی وجہ

① اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فاسق جب کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کر لی جائے' اس کا تقاضا ہے کہ جب تک تحقیق نہ ہو جائے' فاسق کا قول لائق قبول نہیں ہو سکتا' اب اگر ایسے کسی شخص کی منصب قضا پر تقرری درست مان لی جائے' تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس قاضی کا ہر فیصلہ تحقیق تک ملتوی ہوگا۔ اور یہ جائز نہیں' کیونکہ اس طرح فیصلہ قضاء میں تاخیر ہوگی' جب کہ اس کا نفاذ فوری ہونا ضروری ہوتا ہے۔ [2] اور یہ بات بھی قطعی ہے کہ منصب قضا پر فائز ہونے کے لیے جو قاضی رشوت دیتا ہے۔ وہ فاسق ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم اس کے اوپر بھی نافذ ہوگا۔ اور جو بھی منصب قضا پر فائز ہونے کے لیے رشوت دے گا۔ اس کی تقرری' اور مقام پر اس کا فائز ہونا' ہرگز صحیح نہیں ہوگا۔

---

[1] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۱۴' نہایۃ المحتاج شرح المنہاج: ج ۸ ص ۸۱' البنایہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۸' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۳۳۲' معین الحکام: ص ۸' جواہر العقود: ج ۲ ص ۳۵۸' ۳۶۴' حاشیہ الرہونی: ج ۷ ص ۲۸۷ جامع الفصولین: ج ۱ ص ۱۳' التبصرہ لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۰' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۲۹۵' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵' مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی: ج ۶ ص ۴۶۶۔

[2] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۲۹۵' مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی: ج ۶ ص ۴۶۶' محاضرات فی طرق القضاء للاستاذ عبدالعال عطوہ: ص ۲۴

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

② قاضی اپنے منصب کی وجہ سے لوگوں کی جان مال' اور عزت وآبرو کا امین ہوتا ہے' لیکن اس مقام کے حصول کے لیے رشوت دینے والا کسی طرح اس کا امین نہیں ہوسکتا' کیونکہ رشوت دینا' امانت داری کے خلاف ہے' اس لیے منصب قضا پر اس کی تقرری صحیح نہیں ہوگی۔ ❶

③ گواہ کو عادل ہونا چاہئے۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے صراحت کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [٦٥/الطلاق:٢]

''اور اپنے میں سے دو عادل گواہ کرلو''۔

جب گواہ کے لیے عادل ہونا ضروری ہے' تو قاضی کو بدرجہ اولیٰ عادل ہونا چاہئے لہٰذا اس کی تقرری کے وقت عدالت کی شرط اس کے اندر موجود ہونا واجب ہے۔ لیکن منصب قضا کے حصول کے لیے رشوت دینا عدالت کے خلاف اور اس کی ضد ہے۔ اس لیے شخص مذکور قاضی نہیں بن سکے گا۔ ❷

④ قاضی بننے کے لیے رشوت دینا برائی کا خود ایک دروازہ کھول دینا ہے' اور جو شخص رشوت دے کر اس دروازے سے داخل ہوگا' آئندہ چل کر فریقین سے بھی وہ رشوت لے گا۔ اس لیے اس کے فیصلے سراسر ظلم وخیانت پر مبنی ہوں گے۔ ان مفاسد کی جڑیں کاٹنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس شخص کا اس منصب پر فائز ہونا صحیح نہ ہو۔

⑤ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ ' وَتَكُوْنُ حَسْرَةً وَّنَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❸

---

❶ محاضرات فی طرق القضاء للاستاذ عبدالعال عطوہ: ص ۲۴' فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵ بتصرف' المغنی الکبیر: ج ۱۱ ص ۳۸۲۔

❷ المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۳۸۲' حاشیۃ الرہونی: ج ۷ ص ۲۸۷۔

❸ التمہید لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۰' نیز یہ حدیث فتح الباری شرح (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''عنقریب تم لوگ امارت کی حرص کرو گے' حالانکہ یہ امارت اور سرداری قیامت کے دن حسرت اور ندامت کا باعث ہوگی۔''

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((یَاعَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّکَ اِنْ تُوْتَهَا عَنْ غَیْرِ مَسْأَلَةٍ تُعَنْ عَلَیْهَا وَاِنْ تُوْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ تُوَکَّلْ عَلَیْهَا))

''اے عبدالرحمٰن امارت کا سوال مت کرو۔ کیونکہ اگر بغیر سوال کیے تمہیں امارت ملی' تو تمہاری اعانت کی جائے گی' اور اگر سوال کرنے پر تمہیں ملی' تو وہ بس تمہارے سر ماردی جائے گی''۔ [1]

استدلال کی وجہ

پیغمبر ﷺ نے رشوت کے بغیر بھی امارت طلب کرنے سے منع فرمایا ہے' اور رشوت دے کر اس کا سوال کرنا اور اس پر قبضہ جمانا اور بھی لائق ممانعت ہوگا۔ اور نہی کے بعد ممنوعہ چیز اگر لی گئی تو فاسد ہوگی' اس لیے ممنوعہ طریقہ سے قضا پر قبضہ کرنا باطل ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

((اِنَّا لَانَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمِلَنَا هٰذَا مَنْ اَرَادَهٗ)) [2]

''ہم اپنے کاموں پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے' جو خود سے ان کو چاہتا ہو''۔

(گزشتہ سے پیوستہ) صحیح البخاری: ج ۱۶ ص ۲۴۳ میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے' کہ آپ نے فرمایا: اِنَّکُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَکُوْنُ نَدَامَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) یقیناً تم امارت کی عنقریب حرص کرو گے' حالانکہ وہ قیامت کے دن تمہارے لیے ندامت کا باعث ہوگی۔

[1] التمہید لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۰' اسی کے قریب قریب الفاظ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۶ ص ۲۴۲ میں مذکور ہیں۔ [2] التمہید لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۱' یہی روایت فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۶ ص ۲۴۴' ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میری قوم کے دو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ایک نے کہا حضور ﷺ مجھے امارت عطا کیجئے' دوسرے نے بھی یہی کہا' آپ نے فرمایا: ((اِنَّا لَانُوَلِّی هٰذَا مَنْ سَأَلَهٗ وَلَامَنْ حَرِصَ عَلَیْهِ)) ہم اس معاملہ کو کسی ایسے کو نہیں دیتے جس نے اس کا سوال کیا ہو۔ یا جس نے اس کی حرص کی ہو۔ نیز اسی طرح عون المعبود شرح سنن ابوداؤد: ج ۹ ص ۴۹۵' میں مذکور ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استدلال کی وجہ

یہ حدیث بتاتی ہے کہ رشوت کے بغیر بھی جو کوئی منصب کو طلب کرتا ہے وہ اس کا والی نہیں ہوسکتا' یعنی اس کا فائز ہونا جائز نہیں' جب بغیر رشوت یہ حال ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رشوت لے کر بدرجہ اولیٰ وہ منصب کا والی نہیں بن سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو کسی وفد میں دیکھا تو اس کی ہیئت کذائی آپ کو پسند آئی' پھر یک بیک اس نے قاضی بنائے جانے کی خواہش ظاہر کی' آپ نے اس سے کہا۔

(اِنَّ هٰذَا الاَمْرَ لَا یَقْوٰی عَلَیْهِ مَن یُّحِبُّهٗ) [1]

''اس کام کو جو شخص از خود چاہتا ہے۔ وہ اس پر دسترس نہیں رکھ سکتا''

استدلال کی وجہ

ولایت اور تقرری کے طلب گار کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منصب پر فائز نہیں کیا اس لیے رشوت دیکر اس کو حاصل کرنا اور بھی ناجائز ہوگا۔ اور اس رشوت ستانی پر جس چیز کی بنیاد ہوگی۔ وہ بھی فاسد ہوگی

⑥ منصب قضا پر فائز ہونے کے لیے رشوت دینے والا فاسق ہے۔ اور فاسق اس منصب کا والی نہیں بن سکتا' کیونکہ جب اس نے خود کو نظر انداز کیا' تو اوروں [2] کو بھی نظر انداز ہی کرے گا۔ اس لیے اس کی ولایت اور تقرری باطل ہوگی۔

یہ تو ہوا.....! اس کے باوجود فقہائے احناف کی رائے یہ ہے کہ فاسق' منصب قضا پر فائز ہوسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ رشوت لے کر اس منصب پر فائز ہونے سے اس کی تقرری درست ہونی چاہئے'.....! لیکن پھر انہوں نے فاسق کی دو قسم کی ہے۔ ایک

---

[1] التبصرہ لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۱۔

[2] الاحکام مما یتعلق بالقضاء والحکام للتمرتاشی: ص ۸ شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وہ فاسق جس نے رشوت لی' اور ایک وہ جس نے رشوت نہیں لی۔ (رہا وہ جس نے رشوت نہ لی اس کی تقرری تو درست ہے) اور جس نے رشوت لے لی بقول ان کے وہ اپنے اس عمل سے فاسق ہوا۔ اور اب اس کی تقرری باطل ہو جائے گی' کیونکہ رشوت ستانی کے سبب اس کی عدالت میں خلل واقع ہوا۔ اور لوگوں کو الگ مضرت لاحق ہوگی' اس لیے جملہ فقہا نے اس کی صراحت کی ہے۔ کہ قاضی رشوت ستانی کے بعد بالاتفاق قاضی باقی نہیں رہتا۔ اس پر اجماع منعقد ہے۔

عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ رشوت کی چار صورتیں ہیں۔ ایک صورت وہ ہے جس میں لینے اور دینے والے دونوں کے لیے رشوت حرام ہے۔ یہ وہ رشوت ہے۔ جو قاضی کی تقرری کے لیے دی جائے اس پر اجماع ہے کہ رشوت دے کر کوئی قاضی نہیں بن سکتا' خواہ قاضی بننا اس کا حق ہو یا نہ ہو۔ [1]

صاحب جواہر العقود کی اصل عبارت یہ ہے' اگر رشوت دے کر کوئی قاضی بننا چاہے تو وہ بالاتفاق قاضی نہیں بن سکتا۔ [2]

البتہ کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ احناف رشوت نہ لینے والے فاسق کو قاضی بنانے کی اجازت کیوں نہیں دیتے ہیں..... ویسے اس فاسق کو قاضی بنانے والا ان کے نزدیک بھی گنہگار ہوتا ہے'..... جبکہ رشوت لینے والے فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں سمجھتے' حالانکہ رشوت ستانی سے بھاری فسق زنا کاری ہے۔ رشوت لینے کا اتنا زیادہ گناہ نہیں' جتنا زنا کرنے میں گناہ ہوتا ہے.....؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رشوت لے کر منصب حاصل کرنے پر زبردست خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ اور بڑا ضرر ہوتا ہے۔ یہ خطرات اور مضرتیں منصب قضا کے لیے حلال کا باعث ہیں' کیونکہ اس منصب پر فائز ہونے والا لوگوں کی جان مال اور عزت و آبرو کی بابت فیصلے کرتا ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ جو شخص

---

[1] البنایہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۹۔

[2] جواہر العقود: ج ۲ ص ۳۶۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رشوت دے کر اس مقام تک پہنچا ہے۔ اس مقام پر فائز ہونے کے بعد بھی وہ رشوت لے گا۔ تاکہ اس منصب کے لیے اس نے جس قدر رقیم چکائی ہے۔ اصل مع سود کی طرح اتنا یا اس سے زائد ظلم و جور کر کے وہ وصول کر لے' اور جب وہ ایسا کرے گا۔ تو اس سے ظلم و زیادتی بڑھے گی۔ معاشرہ میں عدل و انصاف کی قدریں پامال ہوں گی' اور یہ وہ خطرہ ہے' جو فسق کے دیگر خطرات کے مقابلہ میں زیادہ ہمہ گیر اور بڑھا ہوا ہے۔

منصب قضا کے علاوہ دیگر منصب پر تقرری میں رشوت کا اثر

کافی غور و فکر اور جستجو اور تلاش کے باوجود مجھے ایسی کوئی بحث نہیں مل سکی جس میں قضا کے علاوہ دوسرے کسی منصب کی تقرری میں فقہا نے رشوت کے اثرات کی بابت کلام کیا ہو۔ ہاں ایک منصب امارت کا ہے۔ جس میں فائز ہونے کے لیے انہوں نے رشوت کو ذریعہ بنانے کی اجازت نہیں دی ہے' اور کوئی رشوت دے کر امیر بنا تو اس کی تقرری باطل قرار دی ہے۔ [1] رہے ان دو کے علاوہ منصب' تو اگر ان کی اہمیت قضا کی طرح ہے۔ جیسے لوگوں کے معاملات اور ان کی جان و مال کی بابت مشیر کار' مزکی اور محققین وغیرہ تو ہونا یہی چاہئے کہ ان منصبوں پر ان کی تقرری باطل ہو۔

رہے ان کے علاوہ دیگر عہدے جیسے دفتری لکھا پڑھی کی ڈیوٹی وغیرہ تو میری جہاں تک رائے ہے' ان عہدوں پر تقرری حلال نہیں' اور رشوت لینے والا۔ دینے والا اور درمیانی راستہ بننے والا۔ سب گنہگار ہوں گے' لیکن تقرری صحیح ہوگی' کیونکہ اس منصب سے ایسے خطرات مرتب نہیں ہوتے' جن کا امت پر اتنا گہرا اثر ہو' جتنا کہ منصب قضا اور اس کے متعلقات کا ہوتا ہے۔

---

[1] فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قاضی کو معزول کرنے میں رشوت کا اثر

جب کوئی شخص منصب قضا پر فائز ہو اور وہ عادل ہو پھر اس نے رشوت ستانی کا جرم کیا' تو محض اس جرم کے فوری بعد اسے معزول سمجھ لیا جائے گا' یا وہ معزول کیے جانے کے لائق مانا جائے گا۔ اور امام اس کو وجوباً معزول کرے گا۔ اس بارے میں فقہا کی دو رائے ہے۔

پہلی رائے

اگر تقرری کے وقت یہ شرط نہیں لگائی گئی تھی' کہ کسی حرام چیز کے ارتکاب پر معزول کر دیا جائے گا۔ تو صورت مذکورہ میں یہ قاضی از خود معزول نہ ہوگا۔ البتہ سلطان کا یہ فرض ہوگا کہ اس کو معزول کر دے یہی احناف کا مسلک ہے۔ جس پر ان کے نزدیک فتویٰ ہے' بخاری اور سمرقند [1] کے علما بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور یہی مالکیہ کا قول ہے۔ [2]

اس قول کا تجزیہ

اس قول کے دو اجزا ہیں' پہلا جزء تو یہ ہے کہ ''وہ از خود معزول نہ ہوگا'' کیونکہ تقرری کی ابتدا میں ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی' پھر شروع شروع میں جب یہ شخص نیک اور عادل تھا' تو والی کی طرف سے از روئے شرع اس کی تقرری درست تھی' لہٰذا اب اس کی اجازت اور حکم کے بغیر از خود معزول نہیں ہوگا۔ اور جب وہ حسب سابق برقرار رہے گا۔ تو اس کی تقرری اور ولایت بدستور رہے گی' اور ساتھ ہی اس کے احکام بھی یوں ہی نافذ رہیں گے۔

اس کا دوسرا جزیہ ہے کہ ''سلطان اس کو معزول کر دے'' کیونکہ یہ فسق بعد میں

---

[1] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳ بتصرف' حسب ذیل کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے' فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۴' البنا یہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۶۹' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳' العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ: ج ۱ ص ۲۷۷' الاحکام مما یتعلق بالقضاء والحکام: ص ۸۔

[2] التبصرہ لابن فرحون: ج ۱ ص ۱۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طاری ہوا' جبکہ وہ تقرری اور نصب کیے جانے کے وقت عادل تھا' اس کے بعد فاسق ہوا۔ اور فاسق ہونے کے بعد حقیقت میں وہ اس منصب کے لائق نہ رہا' اس لیے امام وقت اور والی کو اس کا معزول کر دینا لازم ہوگا۔ ❶

اور اس کا فاسق ہونا دو وجہ سے پایا گیا' ایک اس لیے کہ اس نے رشوت لی' دوسرے اس نے ناحق ❷ فیصلہ کیا'.....لیکن اس پہلے نقطہ نظر پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ شخص مذکور کی ولایت اور تقرری اسی وقت تک شرعی اور دستوری تھی' جب تک وہ عادل تھا لیکن رشوت لے کر اس نے جس فسق کا ارتکاب کیا' اس نے اس کی شرعی تقرری کو ختم کر ڈالا۔

دوسری رائے

منصب قضا پر جس کی تقرری عمل میں آئی' اگر وہ شخص عادل ہے' پھر اس نے فسق کیا' تو وہ از خود معزول ہو جائے گا' ❸ یہ حنابلہ کا مسلک ❹ اور مالکیہ کا ایک قول ہے۔ ❺

یہی امام کرخی سے منقول ہے' امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا' امام ابو یوسف کے شاگرد علی رازی' ❻ اور شافعیہ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ ❼

اس قول کا تجزیہ

اس قاضی کی تقرری اس کے عادل ہونے کے ساتھ مشروط تھی' کیونکہ تقرری کے وقت وہ عادل تھا۔ اور اس کی عدالت اعتماد کیے جانے کے لائق تھی' بنا بریں اس کی تقرری

---

❶ شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳' بتصرف۔ ❷ احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵۔

❸ فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵' حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۳' شرح الکنز لمحمود العینی: ج ۲ ص ۸۳' العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ: ج ۱ ص ۲۷۷' لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام: ص ۷' التبصرۃ لابن فرحون: ج ۱ ص ۶۱' مطالب اولی النہیٰ فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۴۶۸' احکام القرآن للجصاص: ج ۴ ص ۸۵' الاحکام مما یتعلق بالقضاء والحکام: ص ۸' البنایہ شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۲۲۹' ❹ مطالب اولی النہیٰ فی شرح غایۃ المنتہیٰ: ج ۶ ص ۴۶۸۔ ❺ التبصرہ لابن فرحون: ج ۱ ص ۶۱۔ ❻ فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۴۔

❼ کتاب الحج شرح المنہاج: ج ۲ ص ۸۶۔

کتابیں ڈاٹ کام دنیا کی سب سے بڑی مفت جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی شرط کے ساتھ برقرار تھی کہ وہ عادل ہے۔ لیکن جونہی عدالت زائل ہوگی' تقرری بھی ختم ہو جائے گی' [1] اور معاملہ کو کسی شرط پر معلق کرنا درست ہے۔ اس کی دلیل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کی ہوئی وہ روایت ہے' جس کی بموجب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جنگ موتہ کے لیے روانہ کیا' اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا اور فرمایا' ''اگر زید شہید کر دیئے گئے تو جعفر تمہارے امیر ہوں گے' اگر وہ بھی شہید کر دیئے گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔ (رضی اللہ عنہم) [2]

استدلال کی وجہ

مذکورہ بالا روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقرری کو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اور ابن رواحہ کی تقرری کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وفات پر معلق کیا تھا اور یہ بات واضح ہے کہ بعد کے ہر دو امرا کی تقرری اپنے سے پیشتر امیر کی وفات پر مبنی تھی' اس سے ثابت ہوا کہ کسی معاملہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا درست ہے' چنانچہ یہاں بھی اگر ایسا نہ ہوتا تو بعد کی تقرری درست بھی نہ ہوتی۔

ترجیح

میرے نزدیک دوسری رائے ترجیح کے لائق ہے' یعنی جب کوئی عادل' بطور والی مقرر ہو' پھر فسق کرے تو از خود معزول ہو جائے گا' کیونکہ قاضی نے جب رشوت لے لی' تو مسند قضا پر اب اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ گزشتہ صفحات پر ہم نے اس قول کو پہلے بھی لائق ترجیح مانا ہے۔ کہ رشوت ستانی کے بعد اس کے احکام نفاذ کے لائق بھی نہیں ہوں گے۔ نیز رشوت خور فاسق قاضی کی تقرری بھی ناجائز ہے۔ اس لیے کہ اس کی تقرری سے بیشمار خطرات اور مسائل کا آپ سے آپ دروازہ کھل جائے گا۔ اور

---

[1] شرح الکنز لمحمود العینی ج ۲ ص ۸۳۔

[2] فتح القدیر: ج ۵ ص ۴۵۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعینہٖ وہی حال یہاں ہوگا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس مجرم قاضی کو اس منصب سے نکال باہر کر دینے کی صورت میں درحقیقت ان فسادیوں کی جڑیں آپ سے آپ کٹ جائیں گی' جن کا یہ قاضی آلہ کار بنتا' اور ان کے اشاروں پر ناچتا تھا۔ غرض اس کے ہٹا دینے کے بعد ان خطرات کا از خود سدباب ہوگا' جس کا انجام کسی صورت بہتر نہیں ہو سکتا.....!۔

اس اختلاف کا نتیجہ

پہلی رائے کی بنیاد پر رشوت ستانی کے بعد جب قاضی کو معزول نہیں کر دیا جائے گا تو اس کے احکام نافذ ہوں گے' جب کہ دوسری رائے کی بنیاد پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔

منصب قضا کے علاوہ دیگر مناصب سے معزول کرنے کے لیے رشوت ستانی کے اثرات

کافی غور و فکر' جستجو اور تلاش کے بعد مجھے ایسی کوئی صراحت نہیں مل سکی کہ فقہا نے والی کو چھوڑ کر منصب قضا کے علاوہ کسی اور منصب پر عزل و نصب کے تعلق سے بحث کی ہو۔ رہا والی تو اس کے بارے میں احناف کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں والی معزول کیے جانے کے لائق ہے' لیکن وہ معزول نہیں ہوگا' کیونکہ اگر یہ شخص معزول ہوا تو اپنے سابقہ غلبہ اور قوت کی وجہ سے امیر بن بیٹھے گا' اس لیے اس کی معزولی بے سود ہوگی' ہاں اگر اس کے اندر کوئی غلبہ یا قوت نہیں تھی' تو اسے معزول ہونا پڑے گا۔ [1] حنابلہ اور شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ قاضی کے برعکس والی' باوجود فسق کے معزول نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ امام کی طرف سے اس شخص کو معزول کرنے میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ [2]

لیکن جہاں تک دوسرے عہدوں کا تعلق ہے..... اگرچہ منصب قضا اہم اور بڑا

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار: ج ۴ ص ۳۰۵۔

[2] کتاب الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ' لکھی جائے والی ارمو الاسلامی' نہایۃ المحتاج: ج ۷ ص ۴۱۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عہدہ ہے۔ اور اس پر نگاہیں مرکوز ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود میری رائے یہ ہے کہ جس طرح رشوت ستانی کے نتیجہ میں قاضی معزول ہوتا ہے اور اس کی تفصیل پہلے گزری۔ اسی طرح رشوت کے زیر اثر ان عہدوں سے معزولی بھی لازمی طور پر ہونی چاہئے' اس لیے کہ امت کا عام مفاد اسی میں مضمر ہے کہ اس کا مرکزی پرزہ فتنہ وفساد سے محفوظ ہو' اور رشوت فساد کی وہ جڑ ہے' جس سے بگاڑ رونما ہوتا ہے۔ حقوق برباد ہوتے ہیں' مظلوم اس کے نتیجہ میں شکست کھا جاتا ہے۔ اور ظالم فتح یاب ہوتا ہے' اس لیے رشوت ستانی کا انسداد ضروری ہے۔ اس لیے..... رشوت ستانی کا انسداد جہاں ضروری ہے..... خاص اس کے لیے اور قضا کے دیگر عہدوں میں جس چیز کی ضرورت ہے۔ ان میں ایک وصف امانت داری ہے' اس جوہر کا ہر ملازم میں رونما ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور رشوت ستانی اس امانت کے ساتھ خیانت کرنا ہے۔ دوسرے رشوت کا لین دین دھوکہ دہی اور امت کو فریب میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔

بنابریں میری رائے میں یہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح قضا کے منصب سے تعزیر کے طور پر اس کو الگ کرنے میں پہلے اختلاف گزرا ایسا ہی اس کے علاوہ دوسرے عہدوں میں بھی جاری ہو' لیکن جب ترجیح کا موقعہ آئے گا' تو سابق میں میں نے جس مسلک کو راجح قرار دیا' حالیہ مسئلہ میں اس کو ترجیح نہ دیتے ہوئے میں احناف کے مسلک کو ترجیح دوں گا..... جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان صورتوں میں ملزم معزول کیے جانے کا مستحق ہے۔ (یعنی میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ ازخود معزول ہو جائیں' جیسا کہ میں نے قاضی کی بابت کہا) اس لیے کہ قضا کے سلسلے میں رشوت لینے والا سخت سزا کا مستحق ہے۔ اس لیے بھی کہ قاضی کا معاملہ اہم ہے۔ اور اس سے اہم امور مرتب ہوتے ہیں۔ جبکہ قضا کے علاوہ دیگر امور میں رشوت ستانی بہ نسبت قضا کے کم خطرناک ہے۔ اور مستحسن معزولی ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ معزولی کا یہ معاملہ والی کے سپرد اور اس کی صوابدید پر منحصر ہوگا' اگر والی یہ دیکھے گا کہ امت کی مصلحت اور ان کا مفاد متعلقہ آدمی کی معزولی میں ہے' تو اس کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہرگز یہ حلال نہ ہوگا۔ کہ اس کو منصب پر مزید برقرار رکھے' اور اگر اس نے معزول نہیں کیا' تو وہ شخص حسب سابق دستوری طور پر اپنے منصب پر قرار رہے گا۔

نفع کمانے میں رشوت کا اثر

بعض لوگوں کو اس کی بڑی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی نہ کوئی نفع انہیں حاصل ہوتا رہے ایسے وقت میں وہ اس قسم کی تدابیر کرتے ہیں۔ کہ جن ہاتھوں میں منافع کا انحصار ہوتا ہے یہ ان کی مٹھیوں کو گرم کر دیتے ہیں' جیسے کوئی ایجنٹ ہوا' یا عام دفتری ملازم یا کلرک' ان اسامیوں کو رشوت دے کر وہ یہ چاہتے ہیں کہ رہائشی مکان کے سلسلے میں انہیں کچھ سہولت مل جائے اور عام کرایہ کی بہ نسبت کم سے کم کرایہ انہیں دینا پڑے' یا وہ مطلوبہ مکان کو بیچ سکیں' یا کسی کمپنی' یا ادارے کو بھاری کرائے پر دے دیں' یا کمپنی یا ادارے سے برائے نام قیمت یا معمولی کرائے پر خود حاصل کر لیں' کیونکہ انہیں اندیشہ ہے کہ اگر انہوں نے کوتاہ دستی کی' تو ان کا فریق یا دوسرا کوئی اسے بڑھ کر ہتھیا لے گا' کیونکہ اس کے ہاتھ لمبے ہیں' اور وہ تہی دست اور درماندہ ہیں۔ ایسے وقت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے منافع کے حصول کے لیے آیا رشوت کہاں تک اثر انداز ہوگی.....؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایجنٹ یا ملازم مذکور نے اگر اس لیے رشوت لی ہے' تا کہ اپنے موکل کا مال کم دام پر فروخت کرا دے..... جبکہ موکل نے کوئی دام نہیں بتایا تھا' یا اس نے یا مالک نے جتنی قیمت بتائی ایجنٹ نے رشوت لے کر اس سے کم دام میں اس کو فروخت کر دیا۔ تو بیع صحیح ہوگی۔ لیکن شخص مذکور کے سر اس کا گناہ برقرار رہے گا۔ کیونکہ جب برابر کی قیمت سے اس کی کی ہوئی بیع صحیح ہو جاتی ہے' تو اس کے علاوہ کسی قیمت سے بھی بیع درست ہوگی۔ اور اگر فروخت کردہ قیمت اور برابر کی قیمت میں حد سے زیادہ تفاوت ہے۔ تو اس پورے تفاوت اور فرق کو اس رشوت خور سے وصول کیا جائے گا' اور یہ جو عرض کیا گیا کہ ''بیع صحیح ہو گی'' یہ اس لیے کہ اس سودے میں مالک جو بیچ رہا ہے۔ اس کا بھی حصہ ہے۔ اور وہ بیچنے کا اختیار دیدینے اور بیع کے عمل میں آجانے کے بعد اب اس کو فسخ نہیں کر سکتا' اس لیے بیع تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گی۔ لیکن ایجنٹ نے مالک کو جتنا نقصان پہنچایا ہوگا۔ اس کی بھرپائی اسے کرنی ہو گی۔ رہا ایجنٹ تو اس کے حصہ کا اب کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے حدود سے تجاوز کیا' اور زیادتی کا مرتکب ہوا۔

اور اگر اس رشوت خوری کے نتیجہ میں معمولی غبن عمل میں آیا' تو وہ لائق معافی ہوگا اور ایجنٹ اس کا تاوان نہیں دے گا۔ کیونکہ معمولی نقصان سے بچاؤ ممکن نہیں ہوتا' لیکن یہ حکم تب ہے' جبکہ موکل' یا چیز کے اصل مالک نے ایجنٹ کو قیمت کی تعداد نہ بتائی ہو' اور اگر اس نے قیمت کا خاص ہندسہ بتا دیا' اور ایجنٹ نے اس سے بھی کم دام میں چیز کو بیچ ڈالا' تو نقصان کا تاوان اسے دینا ہوگا۔ خواہ یہ نقصان اور کمی کتنی ہی کیوں نہ ہو۔

اور اگر کسی خریدار نے آ کر برابر کی قیمت سے زائد دام پر فروخت کے لیے ایجنٹ کو رشوت دی' تا کہ ایجنٹ اس چیز کو اسی خریدار کے ہاتھوں فروخت کر دے' کسی اور کو نہ دے' تو اب ایجنٹ اس چیز کو برابر کی قیمت پر فروخت نہیں کرے گا۔ نہ ہی اجرت پر دے گا کیونکہ اب اسے احتیاط کرنی چاہئے۔ اور موکل کے نرخ کا لحاظ کرنا چاہئے' لیکن اگر اس ممانعت کے باوجود اس نے نہیں مانا اور چیز کو بیچ دیا' تو سودا درست ہوگا۔ اور ایجنٹ گنہگار ہوگا۔ لیکن اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا..... اور اگر موکل نے برابر کی قیمت یا مقررہ قیمت سے زائد کے عوض چیز کو اس لیے بیچ دیا کہ روپیہ والے خریدار یا کسی اور ایجنٹ نے خریدی ایجنٹ کو رشوت دے دی تھی' تب بیع صحیح ہو جائے گی۔ خواہ مقررہ قیمت سے زائد رقم اسی قیمت کی جنس سے ہو۔ یا اس کی جنس سے نہ ہو' یہ سودا اس لیے درست ہو جائے گا کہ موکل نے چیز کو روپیہ رکھ کر اور رشوت دے کر خریدنے والے کی منہ مانگی قیمت پر اسے فروخت کیا ہے' اور جتنا زائد دام وصول کیا ہے' وہ اس کے اپنے مفاد میں ہے۔ اور یہ صورت بعینہ ایسی ہے جیسے موکل نے ایجنٹ کو خریدی ایجنٹ بنایا' اور ایجنٹ نے برابر کی قیمت سے کم دام میں اس کے لیے خرید لیا' یا جس قدر قیمت نامزد تھی' اس سے بھی کم دام میں اس کے لیے خرید دیا' لیکن بہر صورت وہ گنہگار ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اگر موکل نے کسی کو خریدی ایجنٹ بنایا' اور ایجنٹ نے برابر کی قیمت سے زائد قیمت پر چیز کو خرید دیا' لیکن زائد قیمت اتنی ہے۔ جس کو عام طور پر غبن نہیں سمجھا جاتا' تو بیع صحیح ہو جائے گی' لیکن یہ اس وقت ہوگا۔ جبکہ موکل نے قیمت نہیں ٹھہرائی تھی' جیسے اس سے پہلے بیچنے کی صورت میں ہوا تھا' اور اگر زائد قیمت ایسی ہے جس کو غبن تصور کیا جاتا ہے' یا موکل کی ٹھہرائی ہوئی قیمت سے زائد قیمت پر ایجنٹ نے خرید دیا۔ تب بھی بیع اگرچہ درست ہوگی لیکن زائد قیمت کا تاوان خود ایجنٹ کو دینا ہوگا۔

اور اگر کسی دوسرے شخص کو کسی سامان کے فروخت کے لیے ایجنٹ بنایا' ایجنٹ نے آدھے سامان کو پوری قیمت سے کم میں ہی رشوت لے کر فروخت کر ڈالا' تو بیع صحیح نہیں ہوگی' کیونکہ آدھی چیز بیچنے کا وہ ہرگز مجاز نہ تھا' نیز اس لیے کہ اس میں ضرر کا اندیشہ ہے' جیسے موکل نے ایجنٹ کو کوئی چیز خریدنے کے لیے مقرر کیا' اور اس نے جا کر آدھی چیز خرید ڈالی' اور اگر ایجنٹ نے باقی ماندہ چیز بیچ ڈالی' تو اب بیع صحیح ہو جائے گی' اس طرح دیکھا جائے تو پہلی بیع موقوف رہے گی' اور اگر ایجنٹ نے باقی ماندہ کو بیچ دیا' تو پہلی بیع صحیح ہو جائے گی' ورنہ پہلی بیع کا باطل ہونا اپنی جگہ واضح ہے۔

دوسری فصل

رشوت لینے والے کا رشوت کا مالک بننے' اور اس رشوت سے متعلق عقد یا تصرف کو کر گزرنے پر رشوت کا اثر

چونکہ رشوت لینے والے کے لیے رشوت مطلق حرام ہے۔ اس لیے جب رشوت کا مال اس کے دسترس میں ہوگا' تو ایک حرام چیز پر اس کی ملکیت قائم رہے گی' کیونکہ اس ملکیت کی نسبت کسی ایسی چیز سے نہیں جو ملکیت کا صحیح فائدہ دیا کرتی ہے۔ لہٰذا رشوت پر اس کی ملکیت بحال نہیں ہوگی' اور جب کسی صورت اسے ملکیت حاصل نہیں ہوگی۔ تو اس کے تصرف کی بھی نہ کوئی قیمت ہوگی۔ نہ اس کے سودے نافذ ہوں گے' کیونکہ رشوت خور اس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرعی مالک نہیں' بس اس کی مثال ایسی ہے۔ جو دوسروں کی مملوکہ چیز پر آپ تصرف کرے۔

مفتی شہید فیض اللہ آفندی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ''اگر زید نے اپنا کام بنانے کے لیے بکر کو رشوت کے طور پر کوئی غلام (بنام عمر) دے دیا' ادھر بکر نے زید سے اجازت لیے بغیر غلام کو آزاد کر دیا' تو زید آزادی کی اجازت کو روک سکتا ہے اور عمر کو بدستور غلام برقرار رکھ سکتا ہے'' [1]

اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشوت لینے والے کا آزاد کرنا نافذ نہیں ہوتا' اور اگر غلام کے بجائے رشوت کے طور پر کسی کنیز کا لین دین ہوا' تو اس میں شک نہیں کہ شرافت اور مروت کا تقاضا ہے کہ رشوت لینے والے ان حرامی بچوں سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ جو رشوت خور کو لامحالہ کنیز سے ہمبستری کے بعد حاصل ہوں گے' کیونکہ رشوت خور یہی سمجھے گا کہ کنیز اسے تحفہ میں ملی ہے۔ ظاہر ہے اگر صورتحال یہی رہی' تو کس قدر پاپ اور بگاڑ رونما ہوگا.....!

فصل سوم

راشی کی ملکیت سے نکل جانے میں رشوت کا اثر

جب رشوت دینے والا' لینے والے کو رشوت دے' تو آیا رشوت کا مال دینے والے کی ملکیت سے نکل جائے گا؟ اس بارے میں فقہا کی دو رائے ہے۔

پہلی رائے

یہ ہے کہ دینے والے کی ملک سے رشوت نہیں نکلے گی۔ لہٰذا اس تک اسے لوٹانا ضروری ہوگا' یہی حنابلہ کا راجح مسلک ہے۔

ان لوگوں کی توجیہہ یہ ہے کہ رشوت کے نام سے اس مال کو ناحق لیا گیا' لہٰذا یہ ایسا ہوا جیسے عقد فاسد کے ذریعہ کوئی مال لیا گیا' [2] اس مال کو بھی اس کے مالک کی طرف

---

[1] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۲' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۸' المقنع: ج ۳ ص ۶۱۲۔

[2] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۲' الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۱۴' المسؤولیۃ الجنائیہ فی الفقہ الاسلامی لبہنسی: ص ۹۷' معین الحکام: ص ۹۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوٹانا ضروری ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ دینے والے نے کسی شرعی سبب سے اس کو حوالہ نہیں کیا' لہٰذا مال کی ملکیت اس کے ہاتھ سے نہیں نکلے گی' اور اس کی حیثیت سودی مال کی ہوگی' مزید برآں مال جب مالک کو لوٹا دیا جائے گا' تو اس پر کیا گیا ظلم ہلکا ہوگا۔ اس کے ساتھ انصاف ہوگا' اور یہ واجب ہے۔ اس لیے لوٹا دیا جانا بھی واجب ہوگا۔ احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر مالک جانا پہچانا آدمی ہے تو اس کو لوٹانا واجب ہے' اور اگر جانا پہچانا نہیں' یا جانا پہچانا ہے لیکن دور کی مسافت پر ہے' جس تک رسائی خاصی مشکل ہے' تو اب اس کا حکم لقطہ (پڑا ہوا مال) کا ہوگا۔ [1] اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ تمام تر تفصیل حنابلہ کی رائے کے خلاف نہیں ہے۔

دوسری رائے

یہ ہے کہ رشوت' دینے والے کی ملکیت سے نکل جائے گی' اور والی اسے بیت المال میں جمع کرا دے گا' یہی بیت المال اس کا مالک ہوگا' یہ مالکیہ کا مسلک [2] اور احناف [3] اور حنابلہ کا قول ہے' [4] انہوں نے ذیل کی دلیلوں سے استدلال کیا ہے۔

① نبی کریم ﷺ نے ابن لتبیہ کو یہ حکم نہیں دیا کہ جو ہدیہ انہیں دیا گیا' وہ اس کے مالک کو لوٹا دیں' [5] اور پھر آپ نے جس طرح انہیں ڈانٹا غصہ ہوئے' اور ان کے اس جملہ پر ناگواری کا اظہار کیا کہ ''یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے تحفہ کے طور پر دیا گیا'' اس کے باوجود آپ نے مال کو مالکوں کے حوالہ کرنے کا حکم نہیں دیا' اس سب میں یہ اشارہ موجود ہے کہ آپ نے

---

[1] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ: ص ۴۳۰

[2] حاشیۃ الرہونی: ج ۷ ص ۳۱۰' ۳۱۲۔

[3] الفتاوی الہندیہ: ج ۳ ص ۲۲۶' الاصول القضائیہ: ص ۳۳۰۔

[4] کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۲' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۸' المقنع: ج ۳ ص ۶۱۲۔

[5] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج ۱۶ ص ۲۹۰' عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج ۱۱ ص ۴۰۷' المغنی والشرح الکبیر: ج ۱۱ ص ۴۳۸' کشاف القناع عن متن الاقناع: ج ۶ ص ۳۱۷' الانصاف: ج ۱۱ ص ۲۱۲

محدث اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بہر حال یہ اقرار نہیں کیا' کہ ہدیہ ابن لتبیہ کا ہے' اس لیے اب یہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہدیہ کو داخل خزانہ کر دیا جائے۔

② انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب آپ کی اہلیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو تحفہ ملا' تو آپ نے اسے بھی بیت المال میں داخل کرا دیا۔ [1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی جو تحفے تحائف ملے آپ نے انہیں بھی بیت المال میں جمع کرا دیا' [2] اسی طرح اپنے بعض گورنروں کے احتجاج کے باوجود ان کی کثیر دولت کو باصرار طلب فرمایا' کیونکہ ان گورنروں نے تجارت اور کاشتکاری کے ذریعہ کافی دولت کمائی تھی' اور جن گورنروں اور کارندوں سے آپ نے سختی سے مال وصول کیا' یا ان کی دولت کے حصے بخرے کر ڈالے' اور اس کا محاسبہ کیا' ان میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صحابہ بھی شامل تھے۔

جب رشوت کے ہم معنی ہدیے اور تحفوں کا یہ حکم ہے کہ رشوت دینے والے کی ملکیت سے انہیں خارج تصور کر لیا جاتا ہے' اور بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے' تو حقیقی رشوت کا حکم بدرجہ اولیٰ یہی ہونا چاہیے۔

یہی فیصلہ میرے نزدیک راجح ہے۔ اس لیے بطور سزا ان تحفوں کو دوبارہ مالک کے حوالہ کرنا اب جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے خود حرام کام کا ارتکاب کیا' آخر اسے بھی اپنی اس کرتوت کا انجام معلوم ہو جانا چاہیے' کہ مال پہلے اس کا تھا' لیکن اس کی حرکت کے بعد وہ لوٹ کر اسے نہیں ملے گا۔

رہی پہلی رائے تو وہ اس وقت مناسب ہوتی جب کسی جائز غرض کے تحت رشوت دی جاتی تو اسے واپس مالک کے حوالہ بھی کیا جا سکتا تھا' لیکن اگر رشوت حرام طریقے سے دی گئی' تو اس حرکت پر اسے اس طرح سزا دی جانی چاہیے' کہ وہ مال بھی اب کبھی اسے واپس نہ ملے۔

---

[1] المسؤولیۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی للبہنسی: ص ۷۹۔

[2] حاشیہ ابن عابدین: ج ۵ ص ۳۶۲۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

حکومت سعودیہ عربیہ میں قوانین انسداد رشوت ستانی

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل.....قوانین انسداد رشوت ستانی کی دفعات اوران پر تبصرہ۔

دوسری فصل.....ان قوانین پر کی گئی اہم تنقیدیں۔

تیسری فصل.....ان قوانین کے اندر اسلامی رنگ میں رنگنے کی کہاں تک صلاحیت موجود ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مُقَدِّمَة

ان فصلوں پر گفتگو سے پیشتر یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکومت سعودیہ عربیہ میں انسداد رشوت ستانی کا نظام تمام تر قوانین تعزیرات مصر کا چربہ ہے[1] یہی قانون جرم رشوت کے مرتکب تمام لوگوں پر نافذ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی قدر و قیمت جاننا' اس پر نقد و نظر کرنا' اور اس کا گہرا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اور یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اس نظام کے اندر اسلامی رنگ میں رنگنے کی کہاں تک صلاحیت موجود ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قوانین مناسب ہیں۔ یا نہیں' یا ان کی کچھ اصلاح و درستی کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ قوانین اسلامی فقہی احکام کے عین مطابق ہو جائیں' اور ہم محض توفیق الٰہی کے سہارے اس جرم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

---

[1] قانون تعزیرات مصر: دفعہ نمبر ۵۸ کا نفاذ ۱۹۳۷ء میں ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلی فصل

قوانین انسداد رشوت ستانی کی دفعات اور ان پر تبصرہ [1]

دفعہ نمبر ۱

عام ملازم جس نے اپنی ڈیوٹی سے متعلقہ کسی کام کی انجام دہی کے لیے' یا ایسے کسی کام کی ادائیگی کے لیے جس کو وہ اپنا فرض منصبی خیال کرتا ہے۔ خاص اپنے لیے یا دوسرے کے لیے رشوت طلب کی یا رشوت وصول کی' یا لینے کا وعدہ کیا' اور وہ کام شرعاً جائز ہے' تو وہ شخص مرتشی (رشوت لینے والا) شمار ہوگا۔ اور اسے ایک تا پانچ برس قید اور پانچ ہزار تا ایک لاکھ ریال جرمانے کی سزا دی جائے گی' یا ان میں سے کوئی ایک سزا دی جائے گی' اور ملازم کے اس عذر کے باوجود جرم ثابت ہوگا' کہ اس نے انجام دہی کا صرف وعدہ کیا تھا' کام انجام نہیں دیا ہے۔ [2]

دفعہ نمبر ۲

''عام ملازم جس نے اپنے فرائض سے متعلقہ کسی کام کو انجام نہ دینے کے لیے یا کسی ایسے کام کی عدم ادائیگی کے لیے جس کو وہ اپنا فرض منصبی خیال کرتا ہے' اپنے لیے' یا دوسرے کے لیے رشوت طلب کی' یا رشوت وصول کی' یا لینے کا وعدہ کیا' خواہ وہ کام شرعاً

---

[1] حکومتی سرکلر نمبر: ۱۵/۷/۳/۱۳۸۲ھ میں جاری ہوا۔

[2] نظام انسداد رشوت ستانی پر پیش کی گئی وضاحتی یادداشت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ ''عمومی ملازم اسی وقت سزایاب ہوگا۔ جب وہ رشوت طلب کرے گا' خواہ اپنے لیے یا دوسرے کے لیے بطور رداد و دہش طلب کرے گا۔ یا اس کو وصول کرے گا۔ یا اس کا وعدہ لے گا۔ اور وہ کام بھی ایسا ہوگا۔ جس کی انجام دہی اس کی ڈیوٹی ہوگی' یا ایسا کوئی عمل ہوگا۔ جس کو ملازم اپنی ڈیوٹی کے ساتھ مخصوص سمجھے گا۔ اس دفعہ کے تحت ملازم کو جو سزا ملے گی' وہ دست بدست رشوت لینے یا اس کے وعدہ کرنے پر ہوگی' خواہ ادائیگی دیر میں ہو' اور خواہ ملازم نے کام پورا کر دیا ہو' یا نہ کیا ہو' یا پورا کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ یا نہ کیا ہو' یا وہ کام سچا تھا' یا نہ تھا اور خواہ رشوت دینے والے نے سچا وعدہ کیا تھا' یا اس نے محض سبز باغ دکھایا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے تو وہ شخص مرتشی (رشوت لینے والا) شمار ہوگا۔ اور اس قانون کی دفعہ نمبرا کی سزاؤں کا مستحق اور ملازم کے اس عذر کے باوجود جرم ثابت ہوگا۔ کہ اس نے انجام دہی کا صرف وعدہ کیا تھا کام انجام نہیں دیا ہے''۔ ❶

مذکورہ بالا ہر دو دفعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جرم رشوت کی تین بنیادیں ہیں۔

ا۔ قانونی بنیاد

اس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قانون اس جرم کو کھلے بندوں حرام قرار دیتا ہے' اس کے ارتکاب پر سزا سناتا ہے۔ یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اس حرام کام کے ارتکاب کے ساتھ ہی مجرم پر سزا نافذ ہوگی' اور سزاوہیں اور اسی شخص کو دی جائے گی' جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے' اور اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جائے گی' تو اس حرام کام کی سزا بھی رک جائے گی' ❷ اسی لیے دفعہ نمبرا اور دفعہ نمبر۲ میں اس عام ملازم کے فرض منصبی کی صراحت کر دی گئی ہے کہ وہ اس کی خاص ڈیوٹی ہو' جس کا انجام دینا اس کے لیے ضروری ہے' یا اس کام کا انجام نہ دینا اس کی ڈیوٹی میں داخل ہے' یا وہ سمجھتا ہے وہ اس کا خاص کام ہے۔ معلوم ہوا کہ رشوت عام ملازمت کا ایک جرم ہے۔ اس کا حقیقی مجرم وہی ہوتا ہے جو ڈیوٹی والا ملازم ہوتا ہے' ❸ اور آئندہ آنے والی دفعہ نمبر۹ سے یہ واضح ہو جاتا ہے' عام ملازم کون ہے' جس پر اس نظام قانون کا نفاذ عمل میں آئے گا۔ ❹

---

❶ اس دفعہ کی وضاحتی یادداشت (میمورنڈم) میں صاف صاف یہ بھی کہا گیا ہے کہ'' سابقہ متعدد صورتیں اس وقت ہوں گی' جب ملازم نے اپنے فرض منصبی کو انجام نہیں دیا' یا جو کام اس کی دانست میں اس کے فرض منصبی میں شامل تھا' اس کے انجام دینے سے باز آیا' خواہ اس کے لیے اس نے رشوت طلب کی تھی یا اس کو وصول کر لیا تھا' یا وصول کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

❷ التشریع الاسلامی لعبدالقادر عودہ: ج ا ص ۱۱۲۔

❸ القانون الجنائی القسم الخاص للدکتور لافی: ص ۱۶۸' ۱۶۹ (معہد الادارۃ العامۃ' و جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۲۱۱)

❹ دفعہ نمبر۹ ملاحظہ ہو' جو آئندہ آ رہی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ترکیبی اجزاء کی بنیاد

یہ جرم وعدہ کر لینے یا تحفہ لے لینے سے وجود میں آتا ہے۔ اور محض تحفہ طلب کر لینے پر بھی وجود میں آ جاتا ہے' اور نظام انسداد رشوت ستانی کی صراحتوں میں اس جرم کے ترکیبی اجزاء کو جس تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ کچھ دے کر دھندہ کرانے کی جملہ صورتیں بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس کی رو سے ملازم کا شمار رشوت لینے والوں میں محض اس شرط سے نہیں ہوگا۔ کہ وہ فی الوقت اجرت وصول کر رہا ہے' نہ ہی یہ شرط لگائی جائے گی کہ وہ اور ضرورت مند باہم متفق ہیں..... اس لیے کہ رشوت کے ترکیبی اجزاء کی شکلیں یہی تین ہیں کہ لینے والے نے رشوت اخذ کی (لی) ہے' اس کو قبول کیا ہے' یا اس کو طلب کیا ہے۔ [1]

اخذ کرنے سے مراد یہاں لین دین ہے۔ رشوت لینے والا اس عمل کو اپنے منصب کی قیمت اور اپنے فرائض پر کلیہ دسترس کے تحت کرتا ہے' جس پر وہ مامور ہوتا ہے' مرتشی جو رشوت لیتا ہے اس میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دینے کا عمل راشی (رشوت دینے والے) کی طرف سے سرزد ہوا۔ بلکہ کبھی بیچ کے کسی آدمی کے ذریعہ محض نیک نیتی کے ساتھ بھیج دیا جاتا ہے۔ یا بذریعہ ڈاک ارسال کیا جاتا ہے' حالانکہ ان صورتوں میں بھی لین دین اس وقت بھی صاف واقع ہو جاتا ہے۔ جبکہ ملازم اس رقم کی علت اور بھیجے جانے کی غرض کو سمجھ لیتا ہے' اور پھر فریق ثانی کے مفاد کی نگہداشت کا لحاظ کرتا ہے' کبھی ادائیگی اشاروں اشاروں میں بھی ہوتی ہے۔

اور اگر رشوت پر دی گئی چیز فطرتاً مادی نہیں' تو وہ سراسر نفع ہوگی۔ اور اس کا لینا اس وقت متحقق ہوگا۔ جب مرتشی (رشوت لینے والا) اس نفع کو حاصل کر لے گا' جیسے رشوت کی جگہ جنسی ملاپ کی پیش کش کی تھی' اور رشوت لینے والے نے اپنا منہ کالا کر لیا۔ [2]

---

[1] دفعہ نمبر ۹ ملاحظہ ہو لا لفی ص ۱۶۸' ۱۷۷ جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری ص ۲۲۱۔

[2] شرح قانون رشوت ستانی و بدعنوانی جنبی: ص ۵۸۴

اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اٹلی کے ملک میں اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ آیا جنسی ملاپ کو منفعت اور نفع تصور کیا جائے گا یا نہیں' بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کو منفعت تصور نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اس نفع کو حاصل کرنے والا ملزم کوئی ایسا نفع نہیں پاتا' جس کی مادی طور پر قیمت لگائی جا سکے' اور اس کی وجہ سے شخص مذکور کو رشوت خور کہا جا سکے' بالخصوص اس لیے بھی اس شخص کو رشوت لینے والا نہیں کہا جا سکتا کہ اس قسم کی حرکت سے کبھی اسے جنسی امراض لاحق ہوتے ہیں' یا جو لطف اسے ملتا ہے' رشوت دینے والی' یعنی اس عورت کو بھی اتنا ہی لطف آتا ہے۔ پھر جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں' وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس جنسی ملاپ کا عوض کوئی مادی قیمت ہو تو اس قیمت کو بھی رشوت تصور کر لینا چاہئے' مثلاً کسی بازاری عورت نے زنا کاری کی اجرت نہ لیتے ہوئے اس عہدہ دار سے اپنا کوئی مطلب نکالنے کے لیے کہا اور اجرت کو اس مطلب برآری کا عوض قرار دیا' اور دوسروں کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کا منافع بھی رشوت تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ حقیقی طور پر آخر وہ ایسا ہی فائدہ ہے جیسا رشوت سے متحقق ہوتا ہے' کیونکہ قانون نے اس جرم کے بالمقابل کو فائدہ ہی کہا ہے اور قانونی صراحت کسی تخصیص کے بغیر سراسر عام ہے۔ رمسیس بہنام نے اسی دوسری رائے کو ترجیح دی ہے کیونکہ جنسی ملاپ منفعت کے لحاظ سے جنسی ملاپ ہے۔ خواہ بازاری عورتوں کے ساتھ ہو' یا ان کے علاوہ کسی عورت سے ہو۔ [1]

قبول کرنے کی تعریف یہ ہے کہ فرض کی انجام دہی کے صلہ میں مستقبل میں جو عوض ملنے والا ہے۔ اس کو قبول کر لینے کا ارادہ کیا' قبول کرنے کا کام ملازم کرتا ہے۔ اور معاوضہ کے طور پر حاجتمند کی طرف سے کوئی پیشکش یا کوئی ضروری چیز فرض کر لی جاتی ہے۔ پھر پیش کش کو جب قبول کیا جاتا ہے' تو باہم موافقت پائی جاتی ہے۔ اور اس طرح رشوت کے اجزاء ترکیبی وجود میں آتے ہیں۔

قبول اصلاً ارادے کا نام ہے' جو راست طور پر عمداً پایا جاتا ہے۔ اور ظاہری طور

---

[1] القسم الخاص فی قانون العقوبات لرمسیس بہنام: ص ۱۴۳' ۱۴۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر ایسی کسی چیز کے کھلم کھلا نمایاں کرنے کا نام ہے' جس سے اس ارادے کا اظہار ہو' اور اگر پیش کش بظاہر غیر مفید شکل میں ہو' جیسے ایک شخص نے کسی عہدہ دار کو کام کی انجام دہی کے صلہ میں اپنی مملوکہ کل اشیاء دینے کا وعدہ کیا' تو یہ اسباب قبولیت کے لائق نہیں ہو سکتے اور اگر عہدہ دار نے سر دست اس کو قبول کر لیا' تب بھی اسے رشوت نہیں کہا جا سکتا۔ [1]

طلب کرنا ملازم کی طرف سے اس کے ذاتی انفرادی ارادے کا نام ''طلب'' ہے۔ اس کا رخ اس ارادے کی طرف ہوتا ہے۔ جس کو ملازم اپنے فرض منصبی کا عوض ٹھہراتا ہے' عہدیدار محض طلب کر لے تب بھی رشوت وجود میں آ جاتی ہے۔ خواہ غرض مند جس کو رشوت دینی ہے' اس نے دینا منظور نہ کیا ہو' یا دینے کی بجائے اس نے بڑھ کر حکام بالا کو خبر کر دی ہو۔ اس صورت میں رشوت ملازم کا عمل ہوگا' غرض مند کا کام نہیں ہوگا' کبھی رشوت کے ثبوت کے لیے محض طلب کر لینا بھی بطور علت کافی ہوتا ہے' اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ملازم ابتدا سے تاجرانہ ذہنیت اور ڈیوٹی سمجھ کر کام کرتا ہے۔ تاکہ اس کو اس کا معاوضہ ملے۔ [2]

۳۔ معنوی رکن

ارتکاب جرم کا ارادہ جس کے نتیجے میں ملازم جان جاتا ہے کہ اس نے جو پایا' یا قبول کیا' یا طلب کیا وہ اس کی کارکردگی کا صلہ' یا عدم کارکردگی کی قیمت ہے اور کام کر دینے سے پہلے اسے جو دیا گیا' بغرض رشوت دیا گیا' یہ جان لینے کے بعد بھی وہ سب رشوت میں شمار ہوگا اور اب جو وہ کرے گا اس کی بدولت اسے رشوت لینے والا مانا جائے گا۔ [3]

اور رشوت لینے اور دینے والے کا ارتکاب جرم کا ارادہ ان کا وہ اقدام ہے جس کے تحت انہوں نے جرم رشوت کے لیے باہم اشتراک کیا' اس اشتراک کے بعد عام قواعد کی رو سے رشوت کے عناصر اس میں شریک لوگوں کی ہیئت میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس کی

---

[1] شرح قانون العقوبات لمحمود حسنی: ص ۵۴۔ [2] ایضاً: ص ۵۷۔

[3] شرح القانون لبنان القسم الخاص لیس کتو کلوفی: ج ۸ و ۳ و ۳ و جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری: ص ۱۱۲

کتاب التانون لبنان القسم الخاص لیس کتو کلوفی: ج ۸ و ۳ و ۳ و جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری: ص ۱۱۲ مکتبہ مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے ہر حصہ دار کو یہ معلوم ہونا ضروری ہو جاتا ہے کہ جو پیش کش کی گئی' اس کا مقصد یہ ہے کہ ملازم اس کو لے کر اپنے ہی فرض منصبی کو انجام دے یا اس سے باز آئے اور ارتکاب کا ارادہ ہر مثبت طریقہ سے ثابت ہو سکتا ہے' اس لیے یہ ضروری نہیں کہ رشوت لینے والا' یا اس کا حصہ دار زبانی یا تحریری اس کا اظہار کرے' اس لیے بھی کہ عطیہ کی پیش کش کرنے یا اسی قسم کی کسی مناسبت سے بھی نیت کا پتہ چل جاتا ہے۔ [1] اس طرح قانون کی زبان میں رشوت یہ ہوگی کہ عام ملازم اپنے کسی فرض منصبی کو انجام دینے یا اس سے باز رہنے کے لیے معاوضہ طے کر کے اس کا مطالبہ کرے یا معاوضہ قبول کرے۔ [2]

رشوت اس لیے حرام ہے کہ اس کی وجہ سے عام کارکردگی کی پاکیزگی داغدار ہوتی ہے اور فرائض منصبی کا معیار اس حد تک گر جاتا ہے کہ بازار کے مال کی طرح اس کا سودا ہوتا ہے۔ اس کی قیمت لگائی جاتی ہے' ملکی باشندوں کے درمیان علیحدگی اور دوری پیدا ہو جاتی ہے اور حکومت کی پاکیزہ کارگزاری پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ [3]

دفعہ نمبر ۳

عام ملازمین جس نے اپنے لیے یا اپنے علاوہ کسی اور کے لیے رشوت طلب کی' یا رشوت قبول کی' یا اس لیے عطیہ قبول کیا' تاکہ اپنے فرض منصبی میں کوئی کوتاہی کر لے' یا اپنی کارکردگی کا صلہ پائے اور خواہ یہ سب سابقہ کسی اتفاق یا معاہدے کے بغیر بھی کرے تو وہ شخص رشوت لینے والا تصور کیا جائے گا' اور ان قوانین کی دفعہ نمبر ا کے تحت سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ [4]

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للد کتور لالفی: ص ۱۸۴۔

[2] القانون الجنائی فی القسم الخاص للالفی: ص ۱۶۷۔ جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری: ص ۱۔

[3] القانون الجنائی فی القسم الخاص للالفی: ص ۱۶۷۔ شرح قانون العقوبات لمحمود حسنی: ص ۱۵۔

[4] اس دفعہ کی یادداشت کی وضاحتی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سزا اس لیے ہوگی کہ فرض منصبی کا غلط فائدہ اٹھایا گیا۔ اگرچہ پہلے سے اس کے لیے رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان کوئی معاہدہ عمل میں نہیں آیا یعنی کارکردگی یا باز آنے یا کسی قسم کا عمومی نقص پیدا کرنے کے لیے رشوت لینے یا دینے کی بات چیت عمل میں نہیں آئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متذکرہ قوانین نے ''فرض منصبی کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کی وضاحت کرتے ہوئے'' فرض منصبی میں کوتاہی کرنے'' کو تیسری صورت قرار دیا ہے۔جس کو رشوت لینے والا معاہدے کے مطابق عمل میں لاتا ہے۔جبکہ ان دفعات کا مطالعہ کرتے ہوئے جو بات ذہن میں آتی ہے۔وہ یہ ہے کہ ''فرض منصبی میں کوتاہی'' کا مطلب قانون ساز کی نظر میں یہ ہے کہ ملازم رشوت لے کر اپنی ڈیوٹی کے کاموں کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کو اس جذبے کے ساتھ نہیں کرتا' جو ملازمت کی روح اور اس کی اسپرٹ کے عین مطابق ہونی چاہئے۔ [1]

اور ''معاوضہ لینا جرم ہے'' اس کی علت یہ ہے کہ اس قسم کا معاوضہ فرض منصبی کے عام اعزاز اور ملازم کے مقام سے فروتر ہے۔اس قسم کا لین دین اس ملازم کو ان لوگوں کی صفوں میں جا کھڑا کرتا ہے۔ جو اپنی محنت کا فوری صلہ چاہتے ہیں اور جو اپنی کسی کارکردگی کا ایسا عوض لینے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔جس کے اندر بالآخر رشوت کی جھلکیاں نمایاں ہوتی ہیں' اور اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قسم کی کارکردگی سے اس کی دولت میں اضافہ ہوگا اور انجام کار پیوستہ معاوضہ سے ملازم کے سامنے معاوضہ دینے والے کو رسوخ حاصل ہوگا۔اور نفع خوری کی اس حرکت کے بعد ملازم بھی ڈرے گا۔کہ دینے والا آئندہ چل کر اس کو تکلیف پہنچانے کے درپے نہ ہو.....ڈاکٹر محمود حسنی کی رائے یہ ہے کہ ملازم نے اگر اپنے فرض منصبی کو سمجھ کر ٹھیک ٹھیک انجام دیا اور.....دستوری طور پر.....ضرورت مند کی حاجت پوری ہوئی' اور اس نے اس ملازم کی فرض شناسی کا اعتراف کرتے ہوئے اسے کچھ بدلہ دیا' یا دینے کا وعدہ کیا تو اس کا یہ عمل رشوت میں شمار نہیں ہوگا' اس لیے کہ معاوضہ طے کرنے کا معنی نہیں پایا گیا۔ [2]

دفعہ نمبر ۴

عام ملازم جس نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی برتی مثلاً پہلے سے کسی شخص کی خواہش اس کی تاکید' یا اس کی وساطت سے اپنے فرض منصبی کو انجام دیا' یا سرے سے انجام نہیں دیا'

---

[1] شرح قانون العقوبات للدکتور محمود حسنی: ص ۴۹ [2] ایضاً: ص ۹۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو وہ رشوت لینے والا متصور ہوگا اور جیل میں ایک سال کی مدت سے کم کے لیے ڈال دیا جائے گا۔ یا اس قدر تاوان اس پر عائد ہوگا کہ جو دس ہزار ریال سے زائد نہیں ہوگا' یا ان دونوں میں سے کوئی ایک سزا دی جائے گی۔ [1]

ملازم کو یہ سزا اس کی علت فاعلی کی وجہ سے دی جائے گی' لیکن جس طرح اس کو یہ سزا دی جائے گی' اسی طرح خواہش کرنے تاکید کرنے یا واسطہ بننے والے کو بھی یہی سزا دی جائے گی' کیونکہ آخر وہ بھی شریک کار ہے' اس لیے شریک کار بھی سزا کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح حاجت مند اگر کوئی اور آدمی ہے تو اسے بھی سزا دی جائے گی' بالخصوص جبکہ ساجھے داری کی علامتیں اس کے اندر موجود ہوں' اور اگر خواہش تاکید' یا وساطت تو پائی گئی' لیکن ملازم نے ان کو قبول نہیں کیا تو اس پر کوئی سزا عائد نہیں ہوگی' کیونکہ رشوت دینے والے کی خواہش' اس کی تاکید' یا اس کا وساطت اختیار کرنا ایک قسم کی ساجھے داری کا آغاز تھا' لیکن ملازم نے قبول نہیں کیا' اس لیے یہ دفعہ اس پر منطبق نہیں ہوگی' اور اگر ملازم نے کسی ذریعہ سے رشوت دینے والے کی خواہش' اس کی وساطت' یا اس کی تاکید کو قبول کرنے کا رخ ظاہر کیا اور اس کے فرض منصبی کو انجام دینے کی بابت اس کی نیت کا پتہ چلا کہ وہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی وجہ سے اس نے کام کو نہیں کیا' تو وہ جوابدہ اس وقت ہو گا۔ جب وہ کام کو شروع کرے گا۔ اور ہر چند کہ نص وارد نہیں لیکن اس کو سزا ہوگی' کیونکہ اس نے بدعنوانی کا ارتکاب بہر حال کیا ہے۔ [2]

ہاں جرم رشوت کے اجزاء ترکیبی خاص اس جرم کے ارکان کے لحاظ سے مہیا نہ ہو سکے کیونکہ اس جرم کا ایک رکن عطیہ ہے۔ یا تحفہ دینا ہے اور وہ اس حال میں پایا نہیں گیا لیکن قوانین نے اس کو جرم تسلیم کرنے کے نظریے کو زیادہ اہمیت دی' بالخصوص ایسے سماج اور

---

[1] اس دفعہ کی وضاحتی عبارت اس کی صراحت کرتی ہے کہ فرض منصبی میں کوتاہی پر یہ سزا اس وقت ہوگی' جبکہ یہ کوتاہی اس خواہش تاکید' یا وساطت کا نتیجہ ہو۔ نیز یہ امر بھی واضح ہے کہ سزا بھی اسی وقت عمل میں آئے گی' جبکہ کوتاہی بھی عملی طور پر ظہور پذیر ہوگی۔

[2] قانون العقوبات للدکتور محمود حسنی: ص ۱۰۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاشرے میں یہ بطور خاص جرم ہوگا' جہاں داد و دہش' سفارشات اور تعلقات اہم پارٹ ادا کرتے ہیں۔ اور یہ چیزیں ملازمین اور عہدیداروں کے فرائض منصبی میں مداخلت اور عام اضطراب کا باعث ہوا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قوانین نے بدعنوانی کی اس ذہنیت کو بھی جرم قرار دینے کی شدت سے خواہش کی ہے۔ [1]

دفعہ نمبر ۵

کوئی عام ملازم جس نے اپنے لیے' یا کسی اور کے لیے رشوت طلب کی' یا اپنے اور دوسرے کے لیے رشوت کا وعدہ لیا' یا کوئی عطیہ لیا' تاکہ اپنے کسی کام کی بابت اس کو کرنے کے لیے' کسی فرض کو انجام دینے کے لیے' کوئی حکم صادر کرنے کے لیے' کسی تجویز کو روبکار لانے کے لیے' کوئی الزام عائد کرنے کے لیے' کسی قسم کی رعایت بہم پہنچانے کے لیے' کسی چیز کی درآمد کے لیے' کسی ڈیوٹی کوئی خدمت' یا کسی امتیاز کو بحال کرنے کے لیے اپنے حقیقی رسوخ' یا نمائشی حیثیت کو استعمال کیا' تو وہ شخص بھی رشوت لینے والے کے حکم میں ہوگا۔ اور ان قوانین کی دفعہ نمبر ا میں جو سزا رشوت لینے والے کو دی جائے گی' شخص مذکور کو بھی وہی سزا دی جائے گی۔ [2]

جرم رشوت اور اجرت خوری اور رسوخ کے ذریعہ نفع اندوزی کے جرائم کے درمیان فرق یہ ہے کہ رشوت لینا فرض منصبی کی ادائیگی کا معاوضہ لینا ہے۔ جبکہ رسوخ کا فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ مجرم نے اپنے حقیقی یا موہوم تسلط کا کام کرنے والے پر بیجا دباؤ ڈالے (اور یہ ایک قسم کی بدعنوانی ہے) جبکہ رشوت کے اصل اجزاء یہ ہیں کہ خاص رشوت لینے والا اپنی ڈیوٹی یا اپنی دانست کے مطابق اپنے فرض منصبی سے متعلق کوئی کام خود کرے اور رسوخ کے ذریعہ نفع اندوزی تخصیص کو لازم نہیں کرتی' مزید برآں دستور سازی کی بعض دفعات

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور احمد الالفی: ص ۱۸۱۔

[2] وضاحتی یادداشت اس موقعہ پر اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ یہ دفعہ "عام دسترس ہوتے ہوئے حقیقی یا موہوم رسوخ کو منافع کے حصول یا مقصد برآری کے لیے قرار دیا ہے' بالخصوص جبکہ کارگزار کے دائرہ کار یا اس کی سرگرمی میں اس کا شمار نہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس جرم کا بھی تعاقب کرتی ہیں خواہ اس کا مرتکب عادی قسم کا ہو اور بارسوخ مجرم ہو یا اس کی دانست میں وہ بارسوخ ہو لیکن قوانین انسداد رشوت ستانی نے اس کو عام ملازم کی سطح پر پہنچا دیا ہو۔ اس کے اس فعل کے جرم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ بدکرداری عام ملازمتوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتی ہے۔ مجرم حاجتمندوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ عام حکام اور عہدیداران قانون کی روح اور غیر جانبداری کی اسپرٹ کے ساتھ کام کرنا نہیں چاہتے' وہ اس وقت کام کرتے ہیں جب بارسوخ کا رسوخ اور مالداروں کا مال انہیں حرکت میں لائے' اور جب اس قسم کی گندہ ذہنیت عام ہوگی' تو مجرم اپنے فرض منصبی اور عہدے کا ناجائز فائدہ لازمی طور پر اٹھائے گا۔ اور اگر جیسا کہ اس کو گمان ہے۔ اسے رسوخ حاصل ہے' تو لامحالہ کھوٹ مکاری' فریب کاری' ایذا رسانی اور عام ملازمتوں کی بابت عوام کے اعتماد کو مجروح کرنے کے درپے ضرور ہی ہوگا۔ [1]

دفعہ نمبر ۶

رشوت دینے والا' درمیانی ایجنٹ اور سابقہ دفعات میں درج جرائم کے ارتکاب میں ادنیٰ حصہ لینے والا ہر مجرم اس دفعہ کے اندر درج سزاؤں کا مستحق ہوگا' اور ہر وہ مجرم بھی جرم میں شریک متصور ہوگا' جس نے جان بوجھ کر دوسرے مجرم کے ساتھ اتفاق کیا ہو' یا کسی صورت اس کی مدد کی ہو اور اس کے تعاون اور اتفاق کی وجہ سے ہی جرم' جرم کے طور پر منصۂ شہود پر آیا ہو۔ [2]

رشوت دینے والا یا درمیانی ایجنٹ رشوت خور ملازم کے جرم میں برابر کا ساجھی اور حصہ دار تسلیم کیا جائے گا' اور ان کا اشتراک ہر ایسے ذرائع کے استعمال کی صورت میں اشتراک مانا جائے گا' جس سے شرکت عمل میں آتی ہے' جیسے اکسانا' موافقت کرنا' اور ہاتھ بٹانا وغیرہ اور جن صراحتوں میں رشوت خور' اور درمیانی ایجنٹ کو سزا کی تاکید درج ہے'

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور احمد الالفی: ص ۱۷۵۔

[2] وضاحتی یادداشت سے اس کی صراحت ہوتی ہے" کہ رشوت دینے والے اور حصہ دار کو ہر اس فعل کی سزا نص میں مذکور صراحت کے مطابق ملے گی' جس میں ان مجرمین نے شرکت کی ہو' اور مذکورہ دفعات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ کہ حصہ دار کون ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی حیثیت تاکید کی ہے۔ البتہ اختلاف رونما ہونے کی صورت میں کوئی صراحت نہیں پائی گئی ہے۔

ساجھی اور حصہ دار اس جرم میں شریک تب ہوگا' جب کہ اس نے جان بوجھ کر اس قسم کا ارتکاب کیا ہو' مثلاً وہ جان رہا ہے کہ وہ جو تحفہ دے رہا ہے۔ یا جو قیمت چکا رہا ہے' وہ فلاں کام کا صلہ اور اس کا معاوضہ ہے۔ یا اس کے فرض منصبی میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے دیا جا رہا ہے۔ ساجھی کو بھی اتنی سزا دی جائے گی' جتنا اصل مجرم سزا کا مستحق ہوتا ہے' اور یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ اگر ملازم نے تحفہ یا قیمت قبول نہیں کی' تو جرم رشوت ثابت نہیں ہوگا' اور جب وہ مجرم نہیں ہوگا۔ تو اسے تحفہ یا قیمت دینے والے کو بھی سردست مجرم تصور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ ایک جرم کا مجرم ضرور تصور کیا جائے گا' اور وہ رشوت کی پیش کش کرنا اور اس کی لالچ دلانا ہے۔ [1]

دفعہ نمبر ۷

ان قوانین کی دفعہ نمبر ۱ کے تحت ہر وہ مجرم سزا کا مستحق ہوگا' جو کسی عام ملازم کے بارے میں طاقت' شدت' یا ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے گا۔ اور اس طرح اس سے غیر دستوری کام کرانا چاہے گا۔ یا قانونی طور پر جس کام کا وہ پابند ہے اس کو اس سے باز رکھنا چاہے گا۔ [2]

جب جبر و اکراہ' اور ڈانٹ ڈپٹ کا مقصد ملازم پر بیجا دباؤ ڈال کر ناحق کوئی کام کرانا ہو یا اس کے فرائض منصبی سے متعلقہ کوئی ایسی خدمت لینا ہو۔ جس کا نفع خود اس کو ملے گا۔ تب بھی جبر و اکراہ کرانے والے کا یہ عمل جرم اور رشوت کے حکم میں داخل سمجھا جائے گا۔

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور الالفی: ص ۱۸۲۔

[2] وضاحتی یادداشت سے پتہ چلتا ہے کہ رشوت دینے والے' اور رشوت کا ارتکاب کرنے والے ہر دو کی اغراض بڑی حد تک مشابہ ہیں' اور دونوں کا مقصد ملازم یا عہدیدار پر کوئی دباؤ ڈالنا ہے۔ لہٰذا یہ دفعہ اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ کسی غیر دستوری کام کی ادائیگی کے لیے یا فرض کو انجام نہ دینے کے لیے جو کوئی اس قسم کی حرکت کا ارتکاب کرے گا' قانونی طور پر ہر ایسا آدمی مجرم ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن جبر کرنے والا' معنوی طور پر جرم کا مرتکب اس وقت متصور ہوگا' جب اس نے مقصد وارادے کے ساتھ جبر میں حصہ لیا ہو۔ اس لیے اگر محض اس نے ڈانٹ ڈپٹ یا ایذاء رسانی کے لیے مجبور کیا ہو' تو رکن معنوی موجود نہ ہونے کی وجہ سے وہ مجرم تصور نہیں کیا جائے گا' بلکہ اس کا یہ ارادہ پایا جانا ضروری ہے کہ اس طرح درحقیقت وہ ملازم کو ناحق فعل کی انجام دہی کے لیے مجبور کر رہا ہے' یا اس کے فرائض سے روکنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ غرض اس حال میں قانون ارادے کو وزن دیتا ہے۔ اور ارتکاب جرم کے لیے اس کے پائے جانے کو شرط ٹھہراتا ہے۔

نیز اس جرم کے اندر یہ بھی دیکھا جائے گا۔ کہ اس زور وزیادتی اور سرزنش کا مقصد ملازم سے ناحق کام کرانا' یا اس کو اس کا کام نہ کرنے دینا بھی ہے۔ اب اگر کسی نے ملازم کو اس کی ڈیوٹی سے نہیں روکا' یا حق کی انجام دہی کے لیے اسے آمادہ کیا تو یہ دفعہ اس پر لاگو نہیں ہوگی۔ [1]

دفعہ نمبر ۸

جس نے رشوت پیش کی' لیکن قبول نہیں کی گئی' یا جس نے زور زبردستی' سختی' اور درشتی کو استعمال کیا' لیکن گوہر مقصود حاصل نہ کر پایا' ایسے شخص کو چھ ماہ سے ڈھائی سال کی قید یا ڈھائی ہزار تا پچاس ہزار ریال جرمانہ یا دونوں یا کوئی ایک سزا دی جائے گی۔ [2]

پھر یہ بات عام قواعد کی رو سے جانی پہچانی ہے کہ اگر رشوت دینے والے نے رشوت کی پیشکش کی اور ملازم نے قبول نہیں کیا' تو جرم رشوت میں وہ شخص شریک کار نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ ملازم کے قبول کرنے سے اس جرم کا وجود عمل میں آتا اور سابقہ اس اصول کے تحت ہوسکتا ہے کہ رشوت دینے والے سے اس کے اس فعل کی بابت کچھ نہ کہا جائے'

---

[1] جرائم الرشوۃ' فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۸۹' ۹۰۔

[2] توسیعی یادداشت بتاتی ہے کہ دفعہ نمبر ۸ کی رو سے وہ شخص بھی مجرم ہوگا۔ جس نے رشوت پیش کی مگر وہ قبول نہیں ہوئی یا جس نے زور آزمائی یا سختی کی' لیکن اپنا مقصود حاصل نہ کر سکا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن قانون کی نظر میں اس کا یہ فعل بڑا نازک ہے۔ کیونکہ جہاں اس کے اس اقدام سے ملازمین کا اعتماد متزلزل ہو جاتا ہے۔ اور ان کے فرض منصبی میں کوتاہی کا خدشہ پیدا ہوتا ہے' وہیں دینے والے کی یہ حرکت ملازمین کو ایسے گڑھے میں اتار دیتی ہے' جس کے بعد وہ رشوت کی دلدل سے بچ نہیں سکتے' اس لیے قانون نے ایسی بھی صراحت کی ہے کہ رشوت دینے والا اپنی اس حرکت کی سزا سے بچ نہ سکے اور اگر اس کے ساتھ کسی حصہ دار نے بھی اس جرم میں ساجھے داری کی' تو رشوت دینے والے کے ساتھ ساتھ اس سے بھی باز پرس ہوگی جیسے اصل رشوت لینے والا اور اس کا شریک کار دونوں ملوث ہو جائیں تو ان سے ان کی کار گزاری اور اس آلودگی کی بابت باز پرس ہوتی ہے۔ [1]

دفعہ نمبر ۹

ان دفعات کی رو سے عام ملازم کے زمرے میں ہر ایسا شخص شمار ہوگا' جو.....!

① حکومت یا اس کے ذیلی اداروں یا عام محکموں میں برسر خدمت ہو خواہ اس کی ملازمت مستقل ہو یا عارضی ہو۔

② حکومت' یا اس کے کسی خاص محکمہ کی طرف سے مقررہ جج' یا واقف کار مشیر ہو جسے کامل قانونی سوجھ بوجھ حاصل ہو۔

③ معالج' (ڈاکٹر) یا نرس (دایہ) جو سرٹیفکیٹ وغیرہ جاری کریں' خواہ ان کو سرکاری ملازمت حاصل نہ ہو۔

④ ہر وہ شخص جو حکومت کی طرف سے مامور ہو' یا کسی دوسرے ادارے کی طرف سے کسی کام کا پابند ہو۔

⑤ امداد باہمی کے اداروں کے ملازمین' جو عام مفاد کے لیے کام کیا کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور احمد الالفی: ص ۱۸۵۔

[2] وضاحتی یادداشت آگاہ کرتی ہے کہ قانونی دفعات کا مخاطب عام ملازم وہ ہوگا۔ جو دفعات میں درج سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ مزید وضاحت یہ کہ مفاد عامہ میں وہ ادارے بھی شامل ہیں جن کے مستقل کھاتے وغیرہ ہوں عام کمپنیوں میں تجارتی برانچیں اور سیونگ بینک وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور حکومت یا اس کے ماتحت اداروں یا عام کمپنیوں میں برسر خدمت ملازمین پر ان قوانین کی دفعات لاگو کرنے کا حکم بطور تاکید پیش کیا گیا ہے' خواہ ان ملازمین کی حیثیت عارضی ہو۔ یا مستقل ہو۔ یہ اس لیے کہ ان دفعات کی حیثیت ہمہ گیر ہے۔ ان کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے۔ جو حکومت کے محکموں' اس کے کسی شعبے' یا کمپنی سے منسلک ہو اور خواہ کتنا ہی معمولی حصہ کیوں نہ لیتا ہو اور اسی بنیاد پر خواہ یہ شخص حکومت کو وزارت کے شعبہ میں ہو' یا اس کے ذیلی اداروں میں ہو' جیسے امور عامہ کی نگراں کمیٹی میں ہو محنت اور ملازمین کے دفتر میں' انسداد مظالم کی کچہری میں' میونسپلٹی آفس میں' انتظامی بورڈ میں' زراعتی قرضہ جاتی بنک میں' ریلوے لائن سے متعلقہ دفاتر میں' یا پڑولیم کے محکمہ میں یا سعودی عربی کرنسی کے ایکسچینج آفس میں ہو پھر اس معاہدے میں شامل سعودی باشندے اور غیر ملکی سب ہی ان قوانین کی پابندی کریں گے' اسی طرح یہ قوانین ان حکام اور معاون مشیروں پر بھی یکساں نافذ ہو ں گے' جو حکومت یا اس کے ماتحت اداروں کی طرف سے متعین ہیں۔ اور جنہیں قانون کی خصوصی معلومات حاصل ہے یہ افراد بھی اس لیے ان قوانین کے پابند ہوں گے کہ وہ بھی عدالتی کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ [1]

یوں ہی یہ آئین عام ملازمین کے علاوہ ڈاکٹروں اور نرسوں پر بھی نافذ ہوں گے اور ان کا اطلاق ان تصدیق ناموں اور سرٹیفکیٹوں پر بھی ہوگا' جن کو یہ اپنی ذمہ داری کے ساتھ اپنے متعلقہ امور کی بابت وقتاً فوقتاً پیش کرتے ہوں' جیسے موت' بیماری یا پیدائش کی سرٹیفکٹ وغیرہ اور جو شخص حکومت یا کسی اور کمپنی کی طرف سے کبھی کسی اہم ذمہ داری کے لیے مامور کیا گیا ہو' اس کے اور عام ملازم کے درمیان ایک فرق یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر باقاعدگی کے ساتھ مسلسل کام کو انجام نہیں دیتا ہے۔ [2]

اسی طرح ان قوانین کا نفاذ امداد باہمی کی انجمنوں یا مفاد عامہ کے تحت مصروف اداروں کے ملازمین پر بھی ہوگا اور باہمی اداروں کے ملازمین کو عام ملازمین

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور الالفی: ص ۱۷۰۔
[2] ایضاً: ص ۱۷۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے زمرے میں اس لیے شریک کیا گیا' تا کہ قانون کی ٹھیک ٹھیک تطبیق عمل میں آئے' اور یہ امر نمایاں ہو سکے کہ ان قوانین نے نجی اداروں کے رشوت خور ملازمین کی سزاؤں کو امداد باہمی کے شعبہ جات ملازمین کی بہ نسبت ہلکی رکھا ہے۔ کیونکہ ان شعبوں کی کارکردگی زیادہ گہرائی اور گیرائی لیے ہوتی ہے۔ لیکن اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ قانون رشوت کے سرریشتہ کو پھیلنے سے روکنا چاہتا ہے۔ جب ہی تو نجی اداروں کے ملازمین کو بھی اس دائرے میں شامل رکھا ہے۔ [1]

دفعہ نمبر ۱۰

ہر وہ شخص جس کو رشوت لینے والے یا دینے والے نے اس لیے متعین کیا تا کہ جو دیا گیا' اس کو وہ وصول کرے' یا مقررہ فائدے کو وہ حاصل کرے' اور اسی سبب سے اس نے اس داد ودہش کو قبول کیا' تو اس شخص کو ایک ماہ تا چھ ماہ قید کی سزا دی جائے گی' ساتھ ہی ایک ہزار تا پانچ ہزار ریال کا جرمانہ اس پر عائد ہوگا۔ یا ان میں سے کوئی ایک سزا اس کو دی جائے گی' لیکن یہ اسی وقت ہوگا' جب اس نے اس کام کو بلا واسطہ نہ کیا ہوگا۔ [2]

---

[1] ایضاً: ص ۱۷۱۔ [2] وضاحتی یادداشت اس کی صراحت کرتی ہے کہ اگر رشوت لینے والے نے غیر کے لیے رشوت طلب کی جیسے مثلاً اپنے بیٹے یا بیوی کے لیے رشوت طلب کی' یا دینے والے نے از خود فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور رشوت دینے یا لینے والے نے جس کو رشوت لینے کے لیے مقرر کیا' اس نے اس کو قبول کر لیا تو دفعہ نمبر ۱۰ اس پر سزا کا نفاذ کرتی ہے۔ بشرطیکہ یہ درمیانی شخص رشوت لینے والے کے پیش کردہ عطیہ یا بخش دیئے گئے فائدے سے واقف ہو' جس کے لیے رشوت دی گئی' البتہ اس کی اور رشوت لینے اور دینے والے کی سزا کی بابت یہ رعایت کی جائے گی کہ اس کی سزا ان دونوں کی بہ نسبت کچھ ہلکی ہو۔ اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ ان دونوں نے شخص مذکور کو از خود رشوت ستانی کے لیے مقرر نہ کیا ہو۔ اور درمیان میں رہ کر جس نے فائدہ حاصل کیا ہوگا۔ اس کا یہ جرم مستقل اور اس کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اس کی وجہ سے اسے بھی سزا دی جائے گی۔ اور اس کا ثبوت ذیل کی تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ہوگا' ۱۔ رشوت لینے والے ملازم نے شخص مذکور کو رشوت لینے کے لیے متعین کیا ہو' ۲۔ رشوت لینے والے کی تعیین اور تشخیص کے بغیر اس نے رشوت کی رقم یا فائدہ حاصل کیا ہو اور اس آخری بات کا علم اسی کے ذریعہ ہو گا' اور پھر اس پر اتفاق کیا جائے گا۔ ۳۔ شخص مذکور نے رشوت لی ہو' یا اس کو قبول کیا ہو' جبکہ ملازم مذکور اس سے نہ ملا ہو' یا وہ جانتا ہو' لیکن اس نے اس کو مقرر نہیں کیا ہو۔ سابقہ کسی سمجھوتے کے بغیر ملازم کے بیٹے یا اس کی بیوی نے رشوت وصول کی' پھر ملازم نے اس کو جانتے ہوئے رشوت کو قبول کیا' جس غرض یا مقصد کے تحت پیش کش کی گئی تھی حالانکہ بیوی نے اس غرض کو اپنے شوہر یا بیٹے نے اپنے باپ کو بتایا نہیں نہ اس کے سامنے اس کا اقرار کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس دفعہ کے اندر دو حالتیں درج ہیں اور ان میں اس شخص کو سزا دی جائے گی' جس کے اغراض یا مفاد کے لیے شرط عائد کی گئی تھی' ایک حالت تو وہ ہے جس میں درمیانی شخص نے اس لین دین میں بیچ کا پارٹ ادا کیا ہو' اس کے بارے میں البتہ رشوت کے ارکان کامل دستیاب ہوں گے' اور دفعہ نمبر ۶ کی سزا کے مطابق یہ شخص بھی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اور دوسری حالت وہ ہے جس میں اشتراک کے اجزء پورے طور پر دستیاب نہ ہوئے تب بھی قانون کی رو سے یہ شخص سزا کا حق دار ہوگا' کیونکہ اس قسم کی حرکت کبھی رشوت کے وقوع پذیر ہونے میں حائل ہو جاتی ہے اور سزا سے رہائی مل سکتی ہے۔ لہٰذا اس دفعہ نے سزا واجب ہونے کو اس شرط کے ساتھ وابستہ کیا کہ لین دین کی غرض کو وہ پہلے سے جانتا ہو' اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی شخص کے ساتھ یہ جرم اسی وقت وابستہ ہوگا۔ جبکہ جرم رشوت سرزد ہو جائے' خواہ ہدیہ یا تحفہ تحائف کا لین دین ہو یا نہ ہو۔ اور اگر تحفہ دیا گیا' اور ملازم نے اس کی غرض کو جان لیا لیکن مطلوبہ کام کو اس نے انجام نہیں دیا' تو اب یہ شخص سزا یاب نہیں ہوگا۔ [1]

دفعہ نمبر ۱۱

اس قانون کی تطبیق اور اس کے نفاذ کے لیے وعدے اور عطیے کی ضمن میں ایسے ہر فائدے یا امتیاز کو بھی شامل کیا جائے گا' جیسے رشوت دینے والا بقدر امکان حاصل کرے گا' خواہ اس فائدے یا امتیاز کی نوعیت کوئی سی ہو۔ اور خواہ اس کی حیثیت مادی ہو' یا مادی [2] نہ

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور احمد الالفی: ص ۱۸۰۔

[2] وضاحتی یادداشت سے اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ "وعدے یا عطیہ کی نوعیت کیا ہو سکتی ہے؟ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ عطیہ' وعدہ' یا فائدہ کیا صورت اختیار کرے گا۔ یا اس کا کیا نام ہوگا۔ یہاں اس سے بحث نہیں' کیونکہ رشوت دینے والا رشوت کو چھپانے کا قصد بھی کرتا ہے جیسے جو دینا چاہتا ہے اس کو وہ ہدیہ کی شکل میں پیش کر رہا ہے' اور کبھی لینے اور دینے والے دونوں سرے سے ہی جرم رشوت کے نقوش کو چھپانا چاہتے ہوں اور اپنے درمیان وقوع پذیر کسی معاہدے کے مطابق اس کی کوئی شکل دینا چاہتے ہوں' جیسے رشوت لینے اور دینے والے نے ایک گھر کا سودا کیا ہو' اس کی قیمت ۳۰ ہزار ریال ہو۔ لیکن سودا پندرہ ہزار ریال پر ہوا ہو' یا رشوت دینے والے نے رشوت لینے والے سے ایک گھر کا سودا تیس ہزار ریال میں کیا ہو۔ جبکہ اس کی قیمت صرف بیس ہزار ہی ہو' یا رشوت کو مکان کے کرائے میں ضم کر دیا ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو‘اس دفعہ کے اندر یہ اشارہ موجود ہے کہ رشوت کا صرف مادی ہونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ رشوت معنوی یا غیر مادی بھی ہو سکتی ہے‘ جیسے رشوت دینے والے کے کسی عزیز کو ملازمت دینا یا اس کی ترقی کے لیے کوشش کرنا‘ کبھی رشوت کا معاوضہ ایسی بھی چیزیں ہو سکتی ہیں جو سراسر غیر شرعی اور غیر دستوری ہوتی ہیں‘ جیسے کوئی نشہ آور چیز یا جنسی اختلاط کا موقعہ پیش کرنا یا رشوت دینے والی عورت رشوت لینے والے کو اس کی اجازت دے کہ وہ اس کے جسم کے ساتھ کوئی حیا سوز اقدام کرے‘ اور یہاں اس امر کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی‘ نہ یہ دیکھا جائے گا کہ رشوت معاوضہ اور ملازم سے مطلوبہ کام کے درمیان کوئی مناسبت یا ایک کے مقابلہ میں دوسرے کی کوئی قیمت یا اہمیت بھی موجود ہے یا نہیں‘ البتہ انتہائی حقیر چیزیں اس سے از خود مستثنیٰ ہوں گی۔ [1]

دفعہ نمبر ۱۲

اس نظام میں شامل جرائم کے اندر قرض کا لین دین کرنا بھی بطور جرم ان قوانین میں شامل ہوگا‘ اور اس پر بھی ان قوانین کا نتیجہ ظاہر ہوگا۔ ان قوانین کو حاصل قوت میں سے ایک ملازمت سے برطرفی‘ اور عام ڈیوٹی سے اس کو محروم کرنا بھی ہے۔ ساتھ ہی اس ٹھیکہ لینے‘ کوئی چیز سپلائی کرنے‘ یا برآمد کے مواقع بھی نہیں دیئے جائیں گے‘ جن کو حکومت یا مقامی‘ بااختیار عمومی ادارے انجام دیا کرتے ہیں۔ خواہ یہ عمل مسلسل پریکٹس کے طور پر ہو۔ یا براہ راست اس کا معاہدہ کیا ہو اور کابینہ کو اس کی اجازت ہوگی کہ ان ذیلی اور ضمنی سزاؤں پر اصل سزاؤں کے پانچ سال گزر جانے کے بعد مزید غور و خوض کرے۔ [2]

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور احمد الالفی: ص ۱۸۰۔

[2] اس دفعہ کی وضاحتی عبارت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ ان قوانین کے ذیل میں شامل دفعات کے تحت قرض کے لین دین کا جو حکم ہے۔ وہ بھی ان کے اندر حتمی طور پر شامل ہے۔ اور قوانین کے تحت صادر سزائیں اس مجرم کو بھی ہوں گی‘ اگر چہ متذکرہ دفعہ میں اس قسم کا حکم صادر نہیں ہوا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دفعہ نمبر ۱۳

جرم رشوت سرزد ہونے پر تمام حالتوں میں مال ضبط کر لینے اور رسوخ یا مخصوص فوائد کے حصول سے مجرم کو بقدر ممکن محروم کر دینے کا حکم نافذ کیا جائے گا۔ [1]

اگر اس کو حاصل شدہ فائدہ از قسم مال ہو' اور اس کو ضبط کیا جا سکتا ہو' تو چھاپہ مار کر اس کو چھین لیا جائے گا۔ اور اگر رشوت دینے والے کو کوئی اور فائدہ حاصل ہو' جیسے برآمد کرنے کی سہولت اسے حاصل ہو۔ تو یہ سہولت اس سے اس طرح چھین لی جائے گی' کہ اس کا مضر اثر کسی اور پر واقع نہ ہو سکے۔ [2]

دفعہ نمبر ۱۴

رشوت دینے والے اور درمیانی ایجنٹ کو سزا سے اس وقت معافی دی جائے گی' جبکہ اس نے خود حکام کو جرم سے باخبر کیا ہوگا۔ یا اس کا اعتراف از خود کیا ہوگا' خواہ جرم ابھی متحقق اور منکشف نہ ہوا تھا۔ اور اس وقت بھی مال ضبط کرنے' اور رسوخ یا حاصل شدہ مفاد کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا' جبکہ جرم کے ظہور سے پہلے رشوت دینے والے نے حکام کو خود اسی کی خبر دی ہو۔ [3]

---

[1] اس دفعہ کا وضاحتی نوٹ اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ چھاپہ مار کر قبضہ کر لینے کا حکم لازمی طور پر صادر ہوگا۔ ہر چند کہ دفعہ نمبر ۱۲ میں اس کی بابت کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ البتہ حکام بالا کی صدر نشینی مجلس کو چھاپہ مار کر قبضہ کر لینے کی سزا معاف کرنے کا بھی اختیار رہے گا' جیسا کہ دفعہ نمبر ۱۴ میں آ رہا ہے۔

[2] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور احمد الالفی: ص ۱۸۵۔

[3] وضاحتی نوٹ میں یہ صراحت ملتی ہے کہ ''رشوت دینے والے یا درمیانی شخص نے حکام کو اطلاع دے دی تو اس کی سزا اس لیے معاف کر دی جائے گی' جرم رشوت عام طور پر خفیہ عمل میں آتا ہے اور خفیہ طور پر ہی عملی زندگی میں اس کی ڈھکی چھپی خبر ملا کرتی ہے۔ لہٰذا اس وقت سزا کو معاف کر دینا در حقیقت خود سزا کے قائم مقام ہے' اسی وجہ سے قانونی دفعات نے جرم کے انکشاف سے قبل اس کو معاف کر دینے رشوت دینے اور واسطہ بننے والے کی طرف سے اس کے اعتراف کر لینے کی حالت کو یکساں قرار دیا ہے۔ بلکہ خبر دے دینے کے بعد بھی اگر اعتراف کیا تب بھی یہ تمام حالتیں یکساں شمار ہوں گی' کیونکہ جرم رشوت کا انکشاف الگ ایک چیز ہے اور اس کو دلائل سے ثابت کرنا الگ ہے۔ اور قوانین کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے' کہ ارتکاب جرم پر دلائل قائم کیے جائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس عمل نے یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ رشوت دینے والے اور درمیانی شخص کو جرم کے انکشاف کے بعد معاف کر دینے کی جو وسعت دی گئی' اس کے ذریعہ انہیں کوئی خاص فائدہ حاصل ہونے والا نہیں' کیونکہ بسا اوقات یہ دونوں اشخاص کورٹ کے سامنے جرائم کی تفتیش کے سلسلے میں کامل دار و گیر کے بعد جرم کا صرف اعتراف کرتے ہیں اور اس اعتراف کے بعد جیوری بھی انھیں معاف کر دینے پر اکتفا کرتی ہے' کیونکہ دفعات کی صراحت سادہ [1] اور عام ہے یہی وجہ ہے کہ اس دفعہ کی تشریح وزرا کی کابینہ کی قرارداد نمبر ۳۹۳' مجریہ ۱۳/۶/۱۳۸۷ھ میں موجود ہے۔ اور دفعہ نمبر ۱۴ میں اس مقررہ معافی کی شرط' اس طرح درج ہے۔

① اعتراف کرنے والے کو صراحت کے ساتھ اس کا اقرار کرنا ہوگا کہ ملزم جواب معافی کا خواستگار ہے اس نے رشوت دینے کا یا درمیانی شخص کا پارٹ انجام دیا ہے' لیکن اس نے اپنی ذات کے لیے رشوت ستانی نہیں کی تھی۔

② ملزم نے حکام بالا کو جرم کی یا اپنے اعتراف کی اطلاع خود دی' خواہ یہ اطلاع انکشاف کے بعد دی گئی تھی۔

نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ حکام بالا کو اطلاع جرم کے انکشاف سے پیشتر دی جاتی ہے۔ جبکہ اعتراف اور انکشاف سے حکام اور ان کے عملہ کے علم کے بعد عمل میں آتا ہے۔ لہٰذا اطلاع دینے اور اعتراف کرنے کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دفعہ نمبر ۱۴ کی ترمیم جو گورنمنٹ سرکلر نمبر ۳۵' مجریہ ۱۳/۱۰/۱۳۸۸ھ میں درج ہے' اس میں لکھا ہے۔

''رشوت دینے والے یا درمیانی پارٹ ادا کرنے والے شخص کو سزا سے اس وقت معاف کیا جائے گا جبکہ جرم کے انکشاف سے پیشتر اس نے حکام کو اپنے جرم کی اطلاع دی

[1] جبکہ وضاحتی یادداشت سے اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ دفعہ نمبر ۱۵ سے واضح طور پر اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ دفعات میں درج جرائم سے جو کوئی بھی آگاہ کرے گا' اور اس کی آگاہی سے جرم کے ثبوت میں مکمل مدد ملے گی' اس شخص کو انعام سے نوازا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوگی'' یہ تو ہوا.....! پھر اگر رشوت لینے والے پر غور کیا جائے جو عام ملازم ہے۔ اور جو در حقیقت جرم کا اصل مرتکب ہے' تو یہ معلوم ہوگا کہ اس رشوت لینے والے کے مفادات سے اس کے ایجنٹ کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہے' جیسا کہ دفعہ نمبر ۱۴ سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ اس کے بجائے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رشوت دینے والے کا ایجنٹ کچھ فائدہ اٹھاتا ہے' اور قانون کی رو سے وہ اصل مجرم نہیں ہے۔

دفعہ نمبر ۱۵

ان قوانین میں درج کسی ایک جرم سے.....جن کی صراحت اوپر وارد ہے..... کسی نے رہنمائی کی' اور اس کی فراہم کردہ معلومات سے جرم کا ثبوت دستیاب ہوا۔ اور وہ شخص رشوت دینے والا' اس کا شریک' یا درمیانی ایجنٹ بھی نہیں ہے' تو اس کے اس اقدام کے اعتراف کے لیے اس کو انعام دیا جائے گا' جس کی مقدار پانچ ہزار ریال سے کم نہیں ہوگی' نہ ہی ضبط شدہ مال کے نصف سے زیادہ ہوگی' اور اگر ضبط کردہ اموال سے انعام کی کم سے کم مقدار بھی پوری نہیں ہو سکے گی' تو حکومت کے خزانے سے باقی ماندہ کمی کو پورا کیا جائے گا۔ یا انعام کی پوری مقدار وہیں سے ادا کی جائے گی' بشرطیکہ ضبطی عمل میں نہ آئی ہو' اور دفعہ نمبر ۱۷ کے تحت متعلقہ کمیٹی انعام کی اس رقم کا اندازہ اور اس کی فراہمی کا کام کرے گی۔ [1]

اور بسا اوقات اس کا امکان ہے کہ اس دفعہ کی عملی تشکیل سے رشوت کا انعام حاصل کرنے کے لیے مصنوعی حالات پیدا کیے جائیں' چنانچہ وزرا کی کابینہ کے مشیروں کی یادداشت میں یہ ہدایت درج ہے کہ نظام انسداد رشوت ستانی میں بدلہ اور انعام دینے کی جو پیش کش کی گئی ہے' وہ صرف حکام اور محکمہ کے علاوہ افراد کے لیے ہے۔ کیونکہ جہاں تک حکام اور محکمہ کے افراد کا تعلق ہے' جرم رشوت کا انسداد اور ان کا فرض اور ان کی اہم ذمہ داری ہے' مزید برآں اگر ان لوگوں کو انعام سے نوازا جانے لگا۔ تو بعید نہیں انعام پانے

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص لدکتور الالفی: ص ۱۸۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے یہ لوگ مصنوعی حالات پیدا کریں' جیسا کہ رشوت کے مقدمات کا تصفیہ کرنے والی عدالتوں کو اس کا بارہا مشاہدہ ہوا ہے۔

اور بعض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ دفعہ نمبر ۱۵' کسی قید کے بغیر مطلق وارد ہوئی ہے' اس کا اطلاق حکام اور غیر حکام تمام پر یکساں ہوتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جرم کی اطلاع دینے والا اگر حکام یا ان سے وابستہ کوئی فرد ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی اس اطلاع سے کاروائی آگے بڑھائی جائے تو یہ بات عقل میں نہیں آتی' کیونکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دفعہ کی متن انعام کا حقدار کسی ایسے شخص کو بنائے جس کا کام ہی جرائم کی تفتیش اور مجرم کا پتہ چلانا ہے' البتہ یہ ممکن ہے کہ غیر حکام کو انعام دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ جرائم کا انسداد ہو' نیز یادداشت نے اس دفعہ کے اندر درج کمتر حد کو بھی لغو قرار دیا ہے' اور اس کی مقدار کو اس محکمہ سے متعلقہ حکام کی صوابدید پر رکھ چھوڑا ہے' البتہ اس کا ایک اندازہ یہ بتایا ہے کہ اس کی مقدار جرم کے تحت لیے گئے مال کے آدھی مقدار سے زائد نہ ہو۔ [1]

دفعہ نمبر ۱۶

وزرا کی کابینہ کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ اگر ملازم کی بابت اس کی بیگناہی ٹھوس حقائق اور مضبوط دلائل کے ذریعہ ثابت ہوئی اور یہ بھی پتہ چلا کہ غرض مندوں کے دلالوں نے اس ملازم کو مادی طور پر بے حد ورغلایا' لیکن اس نے ان کا مقابلہ کیا' تو ان حکام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کو مالی انعام عطا کریں' نیز متعلقہ محکمہ کا یہ بھی فرض ہے کہ اس کو ترقی دے' اور اگر اس قسم کا موقعہ بارہا پیش آیا تو درجاتی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی تنخواہ میں بھی اضافہ کیا جائے تاکہ وہ اپنا فرض پورے طور پر انجام دے سکے۔

دفعہ نمبر ۱۷

ان قوانین میں درج جرائم کی تفتیش کا فرض عدالت دیوانی (دفع مظالم کی

---

[1] القانون الجنائی فی القسم الخاص للدکتور الالفی: ص ۱۸۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کچہری) کے ایک آدمی اور پولیس کے ایک آدمی کے ذریعہ کرائی جائے گی' اور وزرا کی کابینہ کے صدر (وزیر اعظم) کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ اس تفتیش کی نگرانی اپنی صوابدید کے مطابق کسی کے حوالہ کرے' ان جرائم کی تفتیش مکمل ہو جانے کے بعد کمیشن اس کی رپورٹ ایک کمیٹی کو پیش کرے گا۔ جس میں عدالت دیوانی کا صدر یا اس کا نائب صدر شریک ہوگا' جس کا تقرر عدالت دیوانی کے مشیر حقوق کی حیثیت سے ہوگا' اور مشیر حقوق کا تقرر براہ راست وزرا کی کابینہ کرے گی' تا کہ متذکرہ کمیٹی میں اس کی رکنیت بدستور برقرار رہے' لیکن اس کمیٹی میں کسی ایسے شخص کی رکنیت بحال نہ ہوگی' جس نے اس تفتیش میں ذاتی حصہ لیا ہے' یا جس نے اس سلسلے میں کسی قسم کی رائے دی ہے اور کابینی وزرا کے صدر نشین کی تصدیق کے بعد اس کمیٹی کا فیصلہ آخری فیصلہ متصور ہوگا۔ [1]

دوسری فصل

نظام انسداد رشوت ستانی پر کی گئی اہم تنقیدیں

یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ اس بدترین جرم کی بیخ کنی اور ازالے کے لیے اسلامی شریعت کو ہم دیگر تمام ساختہ پرداختہ قوانین کے مقابلہ میں زیادہ ہمہ گیر اور زرخیز پاتے ہیں۔ کیونکہ یہ امتیاز صرف قوانین کو حاصل ہے۔ جو ضمیر کو بیدار کرتا ہے اور لوچ دار اور

---

[1] وزرا کی کابینہ کی ایک میٹنگ سے جاری ہونے والی ایک تجویز نمبر ۸۰۳۵ منعقدہ مورخہ ۱۳۹۲/۴/۲۹ھ کا متن حسب ذیل ہے۔

۱۔ ''رشوت کے مقدمات سے متعلقہ مجلس عدالت کو ان مقدمات پر بھی اپنی نگاہیں مرکوز رکھنی ہونگی' جن کی تفتیش قوانین انسداد رشوت ستانی کی دفعہ نمبر ۱۷ کے تحت عمل میں آتی ہے۔ اس مجلس کو ایسے ایک یا کئی افراد پر بطور خاص نظر رکھنی ہوگی' جو جرم رشوت میں ماخوذ ہیں' البتہ ان کے علاوہ مقدمات میں ماخوذ افراد کی بابت صدر عدالت دیوانی یا اس کے نائب کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اس مقدمہ کو تحقیقی کمیشن کی رپورٹ کے ساتھ منسلک کر کے متعلقہ مخصوص کمیٹی کے حوالہ کر دیں۔

۲۔ رشوت سے متعلقہ مجلس عدالت کے لیے یہ لازم ہوگا کہ وہ کسی ایسے مقدمہ کو اپنے محکمہ سے منسلک نہ رکھے' جو اگرچہ اس کے سپرد کیا گیا' لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا تعلق ان قوانین سے نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یکسر باز رکھنے والی سزائیں آپ اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ دستور اللہ رب العزت کی طرف سے آیا ہے' جو انسان کی فطرت اور اس کی اصلاح و درستی کی ایک ایک ضرورت کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔

رہے دیگر قوانین جو اس جرم سے برسر پیکار ہیں' ہر چند کہ ان کا مقصد بھی اصلاح کرنا ہے' اور اس جرم کا انسداد ان کا بھی مطمع نظر ہے' لیکن اس کے باوجود اس کے انسداد اور ازالے سے وہ قوانین یکسر خالی ہیں۔ بلکہ ان کی بدولت آج انتشار پہلے سے کہیں زیادہ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سعودیہ عربیہ میں انسداد رشوت ستانی کا نظام بھی خود ترمیم اور درستی کا محتاج ہے۔ تب کہیں اس نظام کے اندر وہ توانائی آئے گی' جس کی بدولت وہ اس جرم کا ٹھیک ٹھیک تدارک کر سکے گا۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں' اس نظام کے بعض پہلو ایسے ہیں۔ جن سے واقفیت اور ان کا مطالعہ کر لینا ضروری ہے' اس کے بعض اہم گوشے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں

① یہ نظام ہمہ گیر طریقہ پر رشوت ستانی کے انسداد کے لیے کافی نہیں۔

② اس کے اندر بعض چیزوں کی سزائیں ایسی دی گئی ہیں' جن کا جرم رشوت سے کوئی تعلق نہیں۔

③ رشوت لینے والے کو ہی جرم رشوت کا اصل مجرم سمجھا گیا۔

④ کوڑے مارنے کی سزا کا اس نظام میں کہیں ذکر نہیں۔

⑤ سزا کی کم سے کم مقدار پر تنقید۔

⑥ رشوت کی اطلاع دینے والے کو بخشش دینے پر تنقید۔

⑦ حکم یا مخبر پر تنقید۔

⑧ اس نظام کو فقہ اسلامی کے رنگ میں ڈھالا نہیں گیا.....؟

یہ نظام ہمہ گیر طریقہ پر رشوت ستانی کے انسداد کے لیے کافی نہیں

اس کی وجہ منجملہ وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نظام عام ملازم کو سزا کی کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

صراحت نہیں کرتا' جس نے مملکت کے اعتماد کو ٹھیس پہنچایا' اور اپنی ملازمت کا سودا کیا' اسی طرح یہ نظام سیاسی حلقوں اور ڈپلومیٹ افراد کو بھی سزا کی صراحت نہیں کرتا' جن کا خصوصی حالات میں الگ اپنا ایک مقام ہوتا ہے' لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں' ارتکاب جرم پر انہیں بھی ان کے لائق سزا دینی چاہئے' مثلاً انہیں برطرف یا ملک بدر کر دیا جائے' نیز ان کے ملکوں کا یہ فرض ہے کہ ان لوگوں کو مناسب سزائیں دیں' اور ہمارے لیے یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ ہم ایسی قوم ہیں۔ جن کا دستور قرآن پاک ہے' شرعی اور دستوری طور پر اس کی پابندی کرنا ہمارا فرض ہے' اور حالات اور واقعات خواہ کیسے کیوں نہ ہو' اس سے روگردانی یا گریز ہم ہرگز نہیں کر سکتے زندگی کے ہر میدان اور عمر کے ہر موڑ پر وہی ہمارا لائحہ عمل ہے' اس لیے جملہ مملکتیں.....خواہ ان میں کتنا ہی فرق ہو اس بارے انہیں اپنے اس دستور کا اطاعت گذار اور فرمانبردار ہونا چاہئے۔

اسی طرح یہ قانون ان لوگوں پر بھی چسپاں نہیں ہوتا' جو کسی مخصوص زون میں کام کرتے ہیں' یا جو ملکی یا غیر ملکی محکموں میں برسرکار ہوتے ہیں۔ خواہ وہ ملکی باشندے نہیں ہوتے نہ اجرت یا مشاہرت کے سلسلے میں مملکت سے ان کا کوئی رابطہ ہوتا ہے' جیسے ایک سعودی ماہر اپنے ملک میں کسی غیر ملکی حکومت کے لیے کام کرتا ہے۔ یا حکومت کے ادارے سے منسلک ہے۔ [1]

اس میں شک نہیں کہ رشوت ایک اخلاقی جرم ہے' جس کو صرف محکموں یا آفسوں سے نکال باہر کرنا ضروری نہیں' بلکہ معاشرے کے ہر ہر شعبے سے اس کی جڑوں کو کاٹ کر پھینکنا ضروری ہے۔ نیز اس لیے کہ رشوت لینا خدا کی نافرمانی کرنا ہے' جس کا ارتکاب درست نہیں' اور چونکہ اس کا مرتکب اسلام اور اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتا ہے' اس لیے بھی اس کو سزا ملنی چاہئے' جب کہ یہی دین پورے معاشرے اور اس کے ہر شعبے میں عدل و مساوات کے قیام کا علمبردار ہے۔ مداہنت اور بے انصافی کا اس دین میں کہیں گزر نہیں ہے

---

[1] شرح قانون العقوبات لمحمود حسنی: ص ۲۷ قدرے تصرف کے ساتھ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں اس نظام نے جرم رشوت کے کسی ایسے مقدمے میں کوئی سزا نہیں سنائی' جس میں جرم کا انکشاف یکطرفہ ہوا ہو' اور دوسری طرف سے اس کا کوئی پتہ نہ چلا ہو' کیونکہ اس قانون کی رو سے رشوت کا ثبوت دو افراد کے ذریعہ ہوتا ہے' ایک رشوت دینے والا' دوسرا رشوت لینے والا' حالانکہ رشوت کا یکطرفہ علم بھی ہوسکتا ہے۔ جس کی ایک صورت یہی ہے کہ گواہی کے ذریعہ رشوت لینے والے کا جرم ثابت کیا جائے' اور یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے اس کو رشوت دی ہے یا رشوت دینے والے نے دو گواہوں کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ اس نے رشوت لی ہے۔ یا رشوت دینے والا از خود یہ اعتراف کرے کہ اس نے اپنی فلاں غرض پوری کرنے کے لیے رشوت دی ہے۔ ان صورتوں میں ہر چند کہ جرم کے دوسرے سرے کا علم نہیں ہوتا' لیکن جہاں تک اسلامی شریعت کا تعلق ہے۔ اس کے اندر ایک طرف سے بھی جرم کا انکشاف ممکن ہے' آخر ماعز اسلمی' اور غامدیہ رضی اللہ عنہما کے واقعہ میں ایک سرے سے صرف اعتراف کرنے والے ہی موجود تھے' اس کے بعد انھیں سزائیں دی گئیں' اور ان کے جرم کو ثابت شدہ مانا گیا' پھر اگر رشوت دینے اور لینے والے نے جرم کا اعتراف کیا' تو اب دوسرے پر گواہی قائم نہیں کی جائے گی' کیونکہ کسی ایک کا اقرار کر لینا تنہا اس کے لیے دلیل بن جاتا ہے۔

اور اگر مذکورہ بالا قوانین کی روشنی میں ایک طرف جرم رشوت کے ثبوت کو ہم تسلیم بھی کر لیں' تو اس میں شک نہیں کہ دوسری طرف سے صحیح ثابت نہ ہونے کا کھٹکا بدستور لگا رہے گا۔ کیونکہ یہ قوانین جس طرح ہمارے سامنے پیش ہیں' اس کی رو سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان کے اندر ایسے شخص کی ذرہ برابر حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے۔ جس نے جرم کیا لیکن اس کے فوراً بعد نادم ہو کر اس نے توبہ کر لی' مذکورہ مصری قوانین یہ اصرار کرتے ہیں کہ رشوت لینے والے نے جب رشوت طلب کی' یہ رشوت وصول کر لی اور اس کے بعد اس نے اس تحفہ یا ہدیہ کو واپس دینے والے کے حوالہ کر دیا' تب بھی اسے سزا مل کر رہے گی' خواہ اس کا معاملہ کوئی بھی رہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصری قانون کے رو سے رشوت لینے والے کو سزا ہو کر رہے گی' اس ضابطے پر تبصرہ کرتے ہوئے احمد رفعت نے کہا ہے۔ [1] ''کوئی ملازم اگر اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ رشوت دینے والے سے کیے گئے اپنے وعدے سے باز آ جائے' اور اس کا کام نہ کرے' تو یہ کہنا بے محل ہوگا' کہ اس نے جرم نہیں کیا' کیونکہ ایسا کہنا قانون کی صریح دفعات کی خلاف ورزی ہوگی' اور اس قسم کی موشگافی کرنا اس نقص کا خاموش اعتراف ہوگا۔ کہ ان قوانین نے ابتدا سے جرائم کے بعض عناصر سے غفلت برتی وہ جرم یہ ہے کہ آخر ایک خاص غرض کے لیے رشوت دی گئی اور اس قدر جرم کو عمل میں لایا گیا' اور اس طرح جرم کو تسلیم کرنا' عقل' عدل اور راست سیاست کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اگر اس کو جرم نہ سمجھا گیا تو یہ ایک قسم کی حوصلہ افزائی ہوگی' کہ ملازم سب کچھ کر لے' اور پھر توبہ کر لے' تاکہ اس طرح جرم انتہا تک نہ پہنچے''۔ نیز..... سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے..... احمد رفعت نے یہ بھی کہا ہے کہ ''جورسن'' کی رائے یہ ہے کہ موجودہ قانون میں ایک نقص اور ہے' جس کی قانون سازوں کو تلافی کرنی چاہیے وہ یہ کہ جب ملازم جرم کر کے اس سے منحرف ہو جاتا ہے' وعدہ کر لینے کے بعد اس سے پھر جاتا ہے' اور قبول کیا ہوا تحفہ اصل مالک کو لوٹا دیتا تو اس کی اس کارگذاری کو قبول کر لیا جاتا ہے''.....!!

ایک اور صورت جس کا ذکر مذکورہ قوانین میں سرے سے نہیں ہے یہ ہے کہ اگر کسی نے حق کے حصول کے لیے رشوت دی؟ یا ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دی؟ اور دینا ناگزیر تھا' کیونکہ رشوت دیئے بغیر ظلم وضرر کا دفعیہ یا حق کا حصول ممکن نہیں تھا.....!

حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ فقہا شریعت اسلامیہ نے ان حالات میں رشوت دینے والے کو دینے کی اجازت دی ہے' لیکن لینے والے کو لینے کی اجازت نہیں [2] دی ہے۔ مگر سعودی قوانین میں اس حالت کی بابت بھی کوئی صراحت نہیں ہے' دفعہ نمبر ۱۴ سے

---

[1] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری: ص ۱۵۳۔
[2] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری: ص ۲۸۱' ص ۲۸۴۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دفعہ اس حالت کو اپنے اندر شامل نہیں کرتی' بہر کیف یہ ضروری تھا کہ موجودہ قوانین اس مسئلہ پر بھی کچھ روشنی ڈالتے' بالخصوص جبکہ سعودی قوانین کے ماخذ اور سرچشمے مصری قوانین میں دفعہ نمبر ۱۶ کے تحت اس صورت میں کام لیا گیا ہے' وہ اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ ''اگر کسی نے کسی مجبوری کے تحت یا اپنے یا کسی غیر کو کسی اہم خطرے سے بچانے کے لیے اضطراری طور پر کسی جرم کا ارتکاب کیا یا اس کے قریب ہوا لیکن اس کے اندر اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا' نہ کسی اور طریقہ سے اس سے رکاوٹ اس کے دائرہ اختیار میں تھی تو ایسے شخص پر کسی قسم کی سزا عائد نہیں ہوگی۔''

اور یہ واقعہ ہے کہ رشوت کے ایک سے زائد واقعات میں قاہرہ کی عسکری عدالت عالیہ نے اسی مفہوم کا فیصلہ صادر کیا ہے۔ البتہ جو کمیٹی یا کمیشن ان حالات میں اس قسم کا فیصلہ صادر کرے' اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ حق کے حصول' ضرر کے دفعیہ' یا آدمی کے اپنی طرف سے ظلم کے دفعیہ کی حدود کو متعین کر دے۔

۲۔ بعض ان چیزوں کی سزائیں جن کا جرم رشوت سے کوئی تعلق نہیں ہے

انسداد رشوت ستانی کے سعودی دستور کی ورق گردانی کے دوران ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اس دستور میں بعض ایسی سزائیں بھی درج ہیں جن کا رشوت سے کوئی تعلق نہیں ہے' ایسی بعض صورتیں حسب ذیل ہیں۔

الف: ایسی صورت جس میں زور زبردستی کی گئی ہو۔

ب: درخواست' تاکید' یا وسیلہ بازی سے کام لینا۔

ج: حقیقی یا موہوم رسوخ سے بیجا فائدہ اٹھانا۔

الف۔ زور زبردستی کی صورت

''جیسے کوئی شخص کسی ملازم پر اس لیے زور زبردستی کرے اور اس پر دباؤ ڈالے کہ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی غیر دستوری کام کرے' یا اس کی ڈیوٹی سے ہٹ کر اس سے کوئی کام لے'' اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فرانسیسی اور مصری دستور میں بھی صورت حال کچھ ایسی ہی ہے اور کم وبیش یہی صراحت ان کے اندر بھی ملتی ہے۔ چنانچہ ان دونوں دستور کی رو سے یہ صورت ''مجبور کیے جانے کے جرم'' سے موسوم ہے' کیونکہ جرم رشوت کی بنیادی چیزوں سے یہ صورت خالی ہے' اس لیے فرنسیسی قوانین نے منجملہ سیدھی اور سادہ صورتوں میں سے اس کو بھی ایک صورت قرار دیا ہے' جب کہ مصری قوانین نے اس کو رشوت کی صورت کا نام دیا ہے' اور اس کے لیے سزا بھی رشوت کی ہی متعین کی ہے۔ [1] اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ سعودی قوانین تمام تر مصری قوانین کا چربہ ہیں۔

اور بلجیئم کے قوانین کی دفعہ نمبر ۲۵۲ میں سزاؤں کے لیے بعینہ یہی صورت اپنائی گئی ہے۔ [2] اور جبر واکراہ اور رشوت کے درمیان مشابہت کی وجہ..... جیسا کہ سعودی قوانین میں درج ہے..... یہ ہے کہ ان دونوں کا انجام وہی ہوتا ہے جو خود مجرم کے پیش نظر ہوتا ہے کہ رشوت دینے والا شخص مذکور کو اس کی ڈیوٹی سے متعلقہ کسی کام کے کرنے کے لیے اس کو مجبور کرتا ہے۔ یا اس سے باز رکھنے کے لیے اس پر اصرار کرتا ہے' اور اس کام کے لیے یا تو وہ جبر واکراہ زور زبردستی' یا ڈانٹ ڈپٹ کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ یا رشوت کا حربہ استعمال کرتا ہے۔ [3] اور بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبر واکراہ کی صورت' رشوت کی عام اور سادہ صورت کے مشابہ نہیں ہے۔ نہ ہی یہ صورت از روئے حرمت جرم رشوت کے عین مطابق ہے۔ البتہ ان دونوں میں ربط محض سزا کی یکسانیت کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ مصری قوانین سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کی سزائیں یکساں ہیں۔ [4]

---

[1] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۸۴۔
[2] ایضاً۔
[3] ایضاً: ص ۸۸۔
[4] ایضاً: ص ۸۹ قدرے تصرف کے ساتھ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور سزاؤں کے قانون میں جبر و اکراہ کے جرم کو جرم رشوت کے ہم پلہ شمار کرنا سخت تنقید کے لائق امر ہے۔ خواہ اس قسم کی روش مصری قوانین میں اختیار کی گئی ہو یا فرانسیسی قوانین میں ایسا کیا گیا ہو' کیونکہ جرم رشوت سے جبر و اکراہ کو کوئی مناسبت نہیں ہے' نہ ہی رشوت کے مفہوم سے اس کا کوئی دور کا واسطہ ہے لہٰذا جبر و اکراہ کی کسی بھی شکل میں فرائض منصبی کا بیوپار کرنا' یا اپنی خدمت کو بیچ دینے کا مفہوم نہیں پایا جاتا' جب کہ جرم رشوت کی سزاؤں کی علت یہی کچھ ہوا کرتی ہے۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک جرم کی خصوصیات دوسرے کسی جرم کی خصوصیات سے یکسر جداگانہ اور مختلف ہوتی ہیں' جرائم کے بنیادی ارکان میں بھی گہری مغایرت ہوا کرتی ہے اور غرض کے علاوہ ان میں کوئی یکسانیت نہیں ہوتی کہ ہر دو صورت میں کوئی اقدام کیا جاتا ہے' یا اقدام کرنے سے گریز کیا جاتا ہے اور جب بھی صورت حال اس قسم کی ہوگی ان دو جرائم میں تمیز اور فرق کرنا ضروری ہوگا' اور ہر جرم کو مستقل ایک شکل دینی ہوگی۔ [1]

اور یہی صورت اٹلی کی تعزیرات کے دستور اور بین الاقوامی آئین میں بھی نظر آتی ہے' جن کے اندر ان دونوں جرائم کے درمیان کسی قسم کی یکسانیت کو کوئی تاکید وارد نہیں ہے' ان قوانین میں مذکور جرائم کے درمیان رشوت کے بیان میں کہیں یہ درج نہیں نہ کوئی ایسا اشارہ ملتا ہے کہ یہ جرم ایسا ہے' جیسے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں دباؤ ڈالنا جرم ہے۔ [2]

ب۔ درخواست' تاکید' یا وسیلہ بازی سے کام لینا

ان قوانین میں مزید جن صوتوں کو سزاؤں کی ضمن میں شامل کیا گیا ہے۔ ان میں درخواست تاکید یا وساطت کی صورتیں بھی داخل ہیں' حالانکہ یہ صورتیں بھی جرم رشوت سے جداگانہ اور مختلف ہیں' کیونکہ جرم رشوت میں طلب کرنے جیسا رشوت کا اہم رکن پورے طور پر پایا جاتا ہے' لیکن ان صورتوں میں یہ ارکان نہیں پائے جاتے' بنابریں انسداد رشوت ستانی کی سزاؤں کے دوران ان کا ذکر کرنا بے محل سا معلوم ہوتا ہے' کیونکہ ہر دو جرائم ایک دوسرے سے جداگانہ اور مختلف نظر آتے ہیں' غرض ان کا اظہار دوسرے کسی موقعہ سے

[1] ایضاً: ص ۹۲۔ [2] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۹۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنا زیادہ مناسب تھا کیونکہ ان صورتوں میں ملازمین اپنی ڈیوٹی کی حدود اور ذمہ داریوں سے تجاوز اور کوتاہی کرتے ہیں۔ اس کی تائید بین الاقوامی آئین سے بھی ہوتی ہے' جن کے اندر جرم رشوت کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور درخواست' تاکید' یا وساطت کے ذریعہ کسی کام کو کرانے کو الگ بیان کیا گیا ہے۔ [1]

ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کرے کہ جرم رشوت کے آئین میں درخواست' اور وساطت وغیرہ کو شریک کیے جانے پر اس طرح کیوں اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسی کتاب کی جرم رشوت سے متعلقہ بحثوں میں ہم نے یہ پڑھا ہے کہ وساطت' اور رسوخ کے ذریعہ دخل اندازی کو جرم رشوت میں شامل کیا گیا ہے۔

میری طرف سے بطور جواب یہ عرض ہے کہ مذکورہ امور کو میں نے جرم رشوت میں جو شمار کیا ہے۔ اس کی وجہ محض شرعی حکم بیان کرنا ہے۔ کیونکہ بعض فقہا ان امور کو منجملہ رشوت میں شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ جس سے سفارش کی جاتی ہے۔ اس پر ایک قسم کا دباؤ ڈالا جاتا ہے' ساتھ ہی میں نے وہیں یہ بھی کہا ہے کہ اصلاً یہ رشوت نہیں ہے۔ کیونکہ ان امور میں اور رشوت کے ارکان میں نمایاں فرق ہے۔ اور ان امور میں سے جو چیزیں حرام ہیں' ان کے حرام ہونے کی دلیلیں بھی جرم رشوت کے حرام ہونے کی دلیلوں کے علاوہ ہیں' اس لیے یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ان کی سزاؤں کو جرم رشوت کی ضمن میں ذکر کیا جائے' اس کے دلائل اپنی جگہ گزر چکے ہیں' البتہ اس کے لیے یہ ہونا چاہئے کہ ان امور کا جداگانہ ایک نظام اور دستور الگ مذکور ہو' اور اگر ایسا کیا گیا' تو ان آئین کے ذریعہ ان حرکتوں کے خلاف کھل کر اقدام کیا جا سکے گا۔ ان کی بیخ کنی اور ازالہ ممکن ہوگا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس نظام کا تمام تر استنباط اسلامی شریعت کو مدنظر رکھ کر کیا جائے۔

ج۔ حقیقی یا خیالی رسوخ سے بیجا فائدہ اٹھانا

ملازم کا کام اس کے ساتھ مخصوص ہے' یا نہیں ہے۔ یا وہ اس سے باز آتا ہے'

[1] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۹۸' ۹۷' ۳۷۳۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان تمام چیزوں میں قوانین نے یکسانیت رکھی ہے' خواہ بسا اوقات اس نے رشوت دینے والے کو یہ باور کرایا ہے کہ وہ کام اس کے ساتھ مخصوص ہے' بہرکیف اس قسم کی حرکت حقیقی یا خیالی رسوخ کا بیجا استعمال ہے۔ اور یہ دوسرے کے اوپر ایک طرح سے امتیاز جتلانے کے مترادف ہے۔ اگر یہ صورت جرم رشوت میں پائی گئی' تو یہ کہا جائے گا کہ رشوت لینے والا اپنے فرض منصبی سے متعلق کسی کام کو کرنے جا رہا ہے' یا اس سے گریز کرتا ہے۔ یا اپنے فرائض منصبی میں رشوت کے سبب کوتاہی کرنے کے درپے ہے۔ اور چونکہ ایسا کرنا ایک قسم کا ازخود فائدہ اٹھانا ہے۔ کیونکہ رسوخ کے ذریعہ فائدہ اٹھانا رسوخ کا بیوپار کرنا ہے' اور جرم رشوت میں عام فرض منصبی کا بیوپار ابتدا ہی سے لازم آتا ہے۔ [1]

اب اگر کوئی ملازم کسی شخص سے اس لیے روپیہ طلب کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے عوض کوئی کام کرے' رشوت دینے والے کے دل میں اس قسم کی بات بٹھا دے کہ وہ کام بس وہی کر سکتا ہے' کوئی اور نہیں تو اس کا یہ فعل اس وقت تک رشوت میں شمار نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس سے اپنی ڈیوٹی کے تحت ایسا کیا ہو' بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے دوسرے کے ساتھ دھوکہ دہی کی لہٰذا اس کا یہ فعل رشوت میں نہیں شمار ہوگا۔ بلکہ فریب دہی اور مکاری میں اس کا شمار ہوگا۔ [2]

۳۔ رشوت لینے والے کو ہی جرم رشوت کا اصل مجرم سمجھا گیا ہے

مذکورہ قوانین جرم رشوت کا اصل مرتکب ملازم کو گردانتے ہیں۔ کیونکہ قانون تنہا ملازت اور ڈیوٹی کی حمایت اور نگہداشت کے لیے کوشاں رہتا ہے اور جرم کا مدار اس بات پر ہے کہ اس ملازمت یا ڈیوٹی کو بیوپار بنایا گیا ہے۔ اور اس قسم کی حرکت ..... بظاہر .....ملازم یا خدمت گذار کی جانب سے سرزد ہوئی ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ملازم یا اس

[1] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۸۳۔

[2] ایضاً: ص ۳۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خدمت گذار کو اصل کارگذار تسلیم کیا جائے' اور رشوت دینے والے کو اس کا معاون تصور کیا جائے' اس لیے کہ یہ حرکت اسی کے ورغلانے اور موافقت کرنے کی وجہ سے رو نما ہوئی ہے۔ [1]

لیکن اسے کوئی عام قاعدہ نہیں بنانا چاہئے۔ کیونکہ بسا اوقات رشوت دینے والا خود اصل ہوتا ہے' جیسے ایک کمپنی مالک جو بڑی بڑی اسکیمیں چلاتا ہے۔ وہ کسی ملازم کو رشوت کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ جو کوئی معمولی ملازمت یا منصب چاہتا ہے.....اور اسلامی شریعت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہی وہ دستور ہے جو ملازمتوں کے اندر اور باہر ہر جگہ اس جرم کے خلاف برسر پیکار ہے' اور رشوت دینے والا جب ملازم اور غیر ملازموں کو رشوت دیتا ہے تو اس کا یہ رشوت دینا۔ ان کے اندر حرص پیدا کرتا ہے' جس سے ان کا ضمیر مردہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اصل سبب بھی وہی ہے' اور رشوت لینے والے کو جو بڑی سے بڑی سزا دی جاسکتی ہے' اس شخص کو بھی دی جانی چاہئے۔

لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دفعہ نمبر ۱۱۴ ایسے کسی شخص کو بھی لائق معافی قرار دیتی ہے' جو رشوت کے انکشاف سے پیشتر حکام بالا کو اس کی خبر دے' اور یہ طریقہ ایک حد تک قدر کیے جانے کے لائق ہے۔ خصوصاً ملازمین کے اندر سے اس جرم کے ازالے کے لیے اس کا ہونا مناسب ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ ضابطہ مطلق نہ رہے' کیونکہ ملازم رشوت دینے والے کی وجہ سے رشوت لینے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کے اکسانے اور قبول کرنے پر اصرار کی وجہ سے وہ اس قسم کی حرکت کرتا ہے' اس لیے ایسے حالات میں تو رشوت دینے والے کو اصل مجرم سمجھنا چاہئے' اور اس کو کسی صورت معافی نہیں دینی چاہئے' خواہ وہ حکام بالا کو جرم کے انکشاف سے پیشتر اس کی خبر کیوں نہ دیدیتا ہو اور خواہ ادائیگی کے وقت اس نے صرف یہی جرم کیوں نہ کیا ہو۔

---

[1] ایضاً ص ۱۰۸۔ جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۱۰۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ کوڑے مارنے کی سزا کا اس نظام میں کہیں ذکر نہیں

اس نظام اور ان قوانین پر محض سرسری نظر ڈالنے سے ہم بخوبی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے تحت جو سزائیں دی جائیں' ان میں کوڑے مارنے کی سزا بھی شامل ہونی چاہئے۔ یہ سزا بذات خود کافی اہم ہے۔ اور اس کو یوں نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے' بلکہ دیگر سزاؤں کے ساتھ ساتھ اس سزا کا فی الفور شامل کرنا ازبس ضروری ہے۔ تاکہ جرم رشوت کے مجرموں کی ٹھیک طریقہ سے گوشمالی ہو سکے' اس لیے بھی کہ حدود کی بعض سزاؤں اور تعزیرات کے اندر کوڑوں کی سزا اسلامی شریعت میں اساسی اور بنیادی حیثیت اپنے اندر رکھتی ہے' نیز یہ مشروع اور مروج ہے۔ اسلامی شریعت کی یہ روش بعض وجوہ کی وجہ سے نمایاں اور ممتاز ہے۔

① کوڑوں کی سزا سے مجرم دہشت زدہ ہوتے ہیں۔ آئندہ وہ جرم کے ارتکاب سے باز آتے ہیں' اور جو مرتکب ہونا چاہتے ہیں۔ یا کبھی اس قسم کی حرکت کر بیٹھتے ہیں' وہ پھر دوبارہ اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتے کیونکہ اس سزا سے جسم کو از حد تکلیف ہوتی ہے۔

② یہ سزا کوئی جامد سزا نہیں' بلکہ لوچ اور لچک دار ہونے کی وجہ سے اس کے اندر خفت اور شدت دونوں موجود ہے' اور جس طرح جرائم قسم قسم کے اور مختلف ہوتے ہیں' اس سزا میں بھی تنوع اور مغایرت ہوتی ہے۔ اور اسی نرمی اور لوچ کی وجہ سے اگر قاضی حضرات چاہیں تو جرم جیسا ہلکا یا بھاری ہو۔ اس سزا کو اس کے مطابق ہلکی یا بھاری بنا سکتے ہیں' حالات اور حوادث کی اس کے اندر رعایت کر سکتے ہیں اور ہر حال میں اس کو ایک مناسب سزا کی مشکل میں پیش کر سکتے ہیں اور یہ عدل و انصاف کے قرین اور فائدے سے بے حد قریب ہے۔

③ اس سزا کے نفاذ سے حکومت اور مملکت کے گراں بار کاندھے پر مزید کوئی بوجھ نہیں پڑتا' اس لیے کہ یہی وہ یکا و تنہا سزا ہے۔ جو کم خرچ بالانشین کے مصداق ہے۔ اس کے ساتھ مزید کسی زائد اخراجات کا تصور نہیں کیا جاتا' جب کہ قید و بند اور حبس جیسی دیگر سزاؤں کے نفاذ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بیش از بیش اخراجات ناگزیر ہوتے ہیں۔

④ اس سزا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تنہا اسی سزا کے اندر سزا یافتہ شخص کا ہیولیٰ بطور خاص سامنے آتا ہے۔ کیونکہ یہ سزا صرف اس کو دی جاتی ہے' جس کی بابت حکم صادر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے کو یا اس سے وابستہ اس کے کسی عزیز کو کوئی سزا نہیں دی جاتی' یہ سزا براہ راست سزا یافتہ کے تن بدن پر پڑتی ہے اور جسمانی طور پر اسے رنجیدہ اور آزردہ بناتی ہے' خویش واقارب' یا رشتہ داروں کے جسم کو اس کا کوئی اثر لاحق نہیں ہوتا' نہ اہل وعیال ہی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور جس وقت تک سزا کا نفاذ ہوتا ہے..... اور یہ محدود سی گھڑیاں ہوتی ہیں..... ان کے گزر جانے کے بعد شخص مذکور پھر تازہ دم اور سرگرم ہوسکتا ہے۔ روزگار یا اپنے فرائض کو از سر نو انجام دے سکتا ہے' اور اپنے سے وابستہ افراد کی روزی اور معیشت کا مداوا بن سکتا ہے۔ اس کے اہل وعیال ان سے محروم یا تہی دست نہیں ہوجاتے۔

⑤ ہاتھوں یا پیروں پر اس سزا کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا' نہ ہی معیشت کا چکر اس کی وجہ سے متاثر اور منجمد ہوسکتا ہے' ملک کی عام سالانہ پیداوار' یا اقتصادی یا معاشی ترقیات پر بھی اس کا کوئی ناگفتہ بہ اثر نہیں پڑتا اور یہ واقعہ ہے کہ ان سزاؤں کے نفاذ کے بعد بھی آسودگی' فارغ البالی اور شادابی پورے ملک میں جاری وساری رہ سکتی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہی وہ سزا ہے' جو معاشرے اور سماج کو جرائم کے دائرے' اور ان کے گڑھوں میں گرنے سے باز رکھ سکتی ہے۔

⑥ اور اگر کوڑوں کی سزا کا عام رواج ہوجائے' تو قید وبند کی سزاؤں سے بڑی حد تک چھٹکارا مل جائے گا۔ اور کسی قسم کی پراگندگی یا انتشار کا احساس بھی باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ قید وبند کی تکلیفیں نت نئی اور عجیب وغریب ہوتی ہیں' ان میں سے بعض تکالیف تو وہ ہیں جنہوں نے ماہرین کو حیرت زدہ اور دم بخود کر رکھا ہے' مثال کے طور پر قید وبند کے زمانے میں قیدی بسا اوقات اخلاقی اور چھوت چھات کی بیماریوں کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے' ساتھیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی بیماریاں نو گرفتار قیدی کو بھی مبتلائے دام کر دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں جیل خانوں کے قاعدے ضابطے اور ان کی کڑی سے کڑی پابندیاں قیدیوں کو شدید بیماریوں میں مبتلا کر دیا کرتی ہیں۔ جبکہ بعض عادی مجرم جیل خانوں میں خود کو ہیرو اور دوسروں سے جدا رنگ میں پیش کرتے ہیں' اور وہاں کی جکڑ بندیوں سے بھی وہ چنداں متاثر نہیں ہوتے' اور اس سب کے بعد بھی وہ اس قسم کی کسی رکاوٹ سے آئندہ کی زندگی میں جرائم سے باز نہیں آتے' کیونکہ جیل سے نکلنے کے بعد جونہی وہ بے مہار اور آزاد ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی تعطل اور بے راہ روی کے ساتھ از سر نو پھر سے شروع ہو جاتی ہے۔ پھر جیلوں میں جنسی بے راہ روی اور رسوائی کا قدم قدم پر سامان مہیا ہوتا ہے' جس کی بابت ماہرین بھی یہ سوچنے پر مجبور ہیں' کہ اس ہیجان اور ذلت کے اسباب کا ازالہ کیونکر ممکن ہے۔؟

لیکن جہاں تک کوڑوں کی سزا کا تعلق ہے' اس کے اندر اس قسم کا کوئی اندیشہ پایا نہیں جاتا' نہ ہی یہ کوئی نت نئی ایجاد یا کوئی نت نیا فارمولہ ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں کوڑوں کی سزا بہر حال پہلے سے موجود رہی ہے۔ [1] لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ حبس اور قید کی سزا کا میں انکار کرتا ہوں' ہاں میرا مقصود سر دست اتنا ضرور ہے کہ میں ہر دو سزا کے درمیان مناسب موازنہ پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں' اور پھر سے یہ کہوں گا۔ کہ اس سزا کا کسی اور سزا سے موازنہ کر لینے کے بعد اس کے اور اس اثرات کا بخوبی اندازہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

اس سزا پر تنقید اور اس کا جواب

اس مقام پر پہنچ کر ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کر بیٹھے کہ کوڑوں کی سزا آدمیت کے منافی' اور انسانیت کو پست و حقیر بنا دینے والی ہے' نیز تمدن اور شہری آداب زندگی سے بھی اس سزا کا کوئی ربط نہیں ہے.....؟ نہ ہی نئے زمانے کی نئی نئی ترقیات سے اس کا کوئی تال میل استوار ہوتا ہے۔ یہ اور اس جیسے اور بھی اعتراضات کیے جا سکتے ہیں۔

اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ:۔ کوڑوں کی سزا اس بنا پر ایک ممتاز اور بے

[1] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ للدکتور عبدالعزیز عامر: ص ۲۸۸' ۲۸۹۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حد نمایاں سزا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ مجرم کو مادی اور قطعی یقینی طور پر درد والم اور رنج و کرب کا حقیقی احساس ہوتا ہے۔ اور درد وغم کا خوف پیدا ہو جانا ہی سب سے بڑا طمانچہ ہے۔ جس سے مجرموں کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بنا بریں مجرموں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے اس فطری سزا سے فائدہ اٹھانا از بس ضروری ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس سزا کے ذریعے انسانی احترام اور اس کی زریں قدروں میں بھاری کمی آ جاتی ہے' تو ہم دوٹوک عرض کریں گے کہ جرائم کی سزاؤں میں اس قسم کی فکر کسی صورت قابل قبول نہیں رہی ہے نہ اس کو کوئی جگہ دی جاتی ہے اور نہ اس کو لائق حجت سمجھا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جس نے جرم کر کے اپنا احترام ملحوظ نہ رکھا اور خود کو ذلیل وخوار کیا' سزا دینے کے وقت اس کی کون سی عزت اور قدر ومنزلت کا لحاظ کیا جائے گا؟ [1]

مزید برآں اس سزا کا مقصد تلف کر دینا اور برباد کر دینا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تمام تر اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ بہر حال ہو جاتی ہے' خواہ جرم کوئی؟ زمانہ کیسا؟ اور حالات چاہے جس نوعیت کے کیوں نہ ہوں اور اگر معدودے جرائم کے اندر پھانسی اور قتل کر دیئے جانے کی سزا کا دنیا کے بہت سے ملکوں میں رواج اور اس کی عام اجازت ہے۔ جس سے آدمی کی زندگی صفحۂ ہستی سے یکسر ناپید ہو جاتی ہے' معاشرے سے اس کی جڑیں کٹ جاتی ہیں اور اس کے اپنے جرائم کی وجہ سے وہ خود نیست ونابود ہو جاتا ہے۔ جب پھانسی کی یہ سزا دی جا سکتی ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی بہ نسبت کوڑوں کی سزا دینا بدرجہ اولیٰ زیادہ مناسب اور لائق ترین ہے۔

اس سزا کے نفاذ کے حق میں بعض تائیدی کلمات

ڈاکٹر مصطفیٰ القللی کہتے ہیں کسی تذبذب یا شک کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ مجرموں کے بہت سارے ٹولوں کو کوڑوں کی سزا جس طرح جرائم سے روک دیتی ہے۔ آزادی کو سلب کر کے قید و بند میں مبتلا کر دینے والی سزائیں انہیں روک نہیں سکتیں' ڈاکٹر محمد

[1] التشریع الجنائی الاسلامی لعبد القادر عودہ: ج ۱ ص ۶۳۷' التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۸۹' ۲۹۰۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بخیت الملاح نے اپنے ایک رسالہ ''نشہ بازی کی لت'' میں اس پر زور دیا ہے کہ نشہ آور اشیا کے تاجروں کے خلاف قاضی اگر مناسب خیال کرے اور مصلحت اس میں سمجھے تو انہیں کوڑوں کی سزا دے۔

اسی طرح محکمہ نشہ بندی نے ۱۹۱۳ء میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ نشہ آور چیزیں بیچنے والوں کو کوڑوں کی سزا دی جائے اور قید و بند اور تاوان کی سزا کو قلمزد کر کے ۳۰۔۳۰ کوڑے مارنے کا حکم صادر کرے' تجویز میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جیل خانوں سے کہیں زیادہ جسمانی ایذا رسانی سے جرائم کا تدراک ہوتا ہے اور قید کرنے کی بہ نسبت کوڑے مارنے سے قومی سرمائے میں بچت ہوتی ہے۔ جبکہ نشہ کے بیوپاریوں کو قید کرنا ان کے لیے اڈے فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ [1]

لیکن یہ واقعہ ہے کہ بین الاقوامی قوانین میں اس سزا کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے' چنانچہ جرائم کے خلاف ساختہ پرداختہ انگلینڈ کے قوانین میں کوڑا زنی کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے یا ریاستہائے متحدہ میں قیدیوں کو کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔ مصر اور انگلینڈ کی پولیس اور فوج کے ضابطوں میں کوڑا زنی کو بنیادی مقام حاصل ہے اور دیگر ملکوں کے قوانین میں بھی اس سزا کو کم و بیش یہی مقام حاصل ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے انگنت ملکوں نے لوٹ کر اسی سزا کو از سر نو اختیار کیا اور شہریوں پر بلا جھجک اس کا نفاذ کیا ہے۔ خصوصاً ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کے انسداد کے لیے یہ مناسب ترین سزا ہے' اس طرح جنگ کے دوران بھی اس سزا کا نفاذ اس کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے۔ اور خود ساختہ قوانین کے بالمقابل اس کی قدر و قیمت کا سبب بنتا ہے اور اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ قید و بند کی سزا سے عوام کے اندر قوانین کا احترام باقی نہیں رہ جاتا' پھر فوجی قوانین میں کوڑوں کی سزا کی تعیین اور اس کا اجرا اور نفاذ اس حقیقت کا کھلا اعتراف ہے کہ یہ سزا ناگزیر اور از بس ضروری ہے۔ تاکہ فوجیوں کے درمیان ڈسپلن بحال ہو' قانون کے

---

[1] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۲۹۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

احترام کا جذبہ ان کے اندر موجزن اور وہ قانون کی اطاعت کرتے رہیں اور جس طرح عام فوجیوں کے اندر اس سزا کے نفاذ کی ضرورت ہے شہری طبقہ بھی بطور خاص اس کا کہیں زیادہ محتاج ہے۔ کیونکہ ایک عرصہ سے ان کے اندر ایک ایسی اسپرٹ پیدا ہو چکی ہے' جس کی بنا پر وہ آئین اور ضابطوں کا کوئی لحاظ نہیں کرتے' قانون کی پاسداری اور اس کی اطاعت ان سے نہیں ہوتی' اب عوام میں ایک عجیب منطق یہ چل پڑی ہے کہ وہ اطاعت کرنا چاہتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ قوانین اور ڈسپلن تمام تر فوج کے لیے ہے اور شہریوں پر اس کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے' گویا شہری امت کے عام طبقہ سے ہٹ کر کوئی علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں' یا فوج کے اندر نئی بھرتی عوام کے اندر سے نہیں ہوتی بلکہ کوئی اور مخلوق فوج میں بھرتی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی عیب نہیں بلکہ چاہئے تو یہ کہ شریعت الٰہیہ اور قوانین کی پابندی پوری امت کو کرنی چاہئے' کوڑے مارنے کی سزا کا یہ مقام ہے اور بہت سے ملکوں اور ان میں بسنے والے ماہرین کی یہی رائی ہے۔ اب اگر کوئی اس سزا پر تنقید کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ساری دنیا غلط کہتی ہے اور ایک وہی راست اور درست کہتا ہے۔ بہر کیف یہ جو چاہیں کہیں انہیں یہ کہنے کی جسارت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ تجربہ اس سزا کی ضرورت ہونے کا عام احساس دلاتا ہے۔ [1]

گزشتہ سطروں کے ذریعہ ہمارے اندر یہ یقین پختہ ہوتا ہے کہ رشوت ستانی کے انسداد کے لیے تعزیرات کی دیگر سزاؤں کے ساتھ ساتھ کوڑا زنی کی سزا بھی از بس ضروری ہے۔ چنانچہ اب تک جن ہاتھوں نے رشوت لینے دینے اور درمیان میں دلالی کرنے کا پارٹ انجام دیا' انہیں ہاتھوں کو کوڑوں سے مارا جائے گا اور اس جرم کے مرتکب تینوں افراد کو ان کی کرنی کے مطابق سزا دی جائے گی تا کہ انہیں دیکھ کر دوسروں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو' پھر یہ سب اسلام کی حدود اور اس کے دائرے کے اندر ہوگا اور کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی جائے گی اور اسی صورت ہم ''جارو'' کو مطمئن کر سکتے ہیں کہ تعزیرات کے

---

[1] التشریع الجنائی الاسلامی لعبدالقادر عودہ: ج ا ص ۶۳۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجرا کی صورت میں یہ بھی ایک ایسی سزا ہے جس کا استعمال محفوظ اور از حد مناسب ہے۔

۵۔اس سزا کی ادنیٰ مقدار پر تنقید

قوانین کی دفعات کے مطالعہ سے سزا کی کم سے کم مقدار معلوم ہو جاتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس سے کم سزا دینا مناسب نہیں ہے اور یہ سزا جرم رشوت کی عام صورتوں میں مناسب نہیں ہے' نہ ہی ان صورتوں میں مجرم اس قسم کی سزا کا مستحق بن سکتا ہے۔اس لیے میری رائے یہی ہی کہ سزا کی ادنیٰ مقدار جس قدر ہے' اتنی مقدار برقرار رہنی چاہئے' البتہ ججوں کی بنچ اس سے کم سزا کا فیصلہ بھی صادر کر سکتی ہے۔بشرطیکہ ان کی نظر میں جرم رشوت کا واقعہ بھی ادنیٰ اور معمولی ہو۔

۶۔جرم رشوت کی نشاندہی کرنے والوں کو انعام دینے پر تنقید

ان قوانین کی دفعہ نمبر ۱۵ کے تحت اس جرم کی خبر دینے والوں کو انعام سے نوازا گیا ہے' بشرطیکہ یہ خبر دینے والا خود رشوت دینے والا' اس کا شریک یا درمیان میں کوئی پارٹ ادا کرنے والا نہ ہو اور یہ امر طے شدہ ہے کہ یہ تمام افراد بہرحال رشوت کی خبر رکھتے ہیں اور اگر اس جرم پر قابو پانے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی تو اس جرم کے خلاف جنگ میں رخنہ اندازی ہوگی کیونکہ اس قسم کی حوصلہ افزائی سے انسدادی تحریک کا رخ یہ ہوگا کہ رشوت کے قانون میں رنگ آمیزی سے پہلے حکام کو اطلاع ہوگی اور پھر رشوت کا لین دین اور درمیان میں وساطت کا عمل حکام کی نظروں کے سامنے ان کے تعاون کے سہارے ہوگا۔حالانکہ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ رشوت ستانی کے خلاف تعاون کی زبردست دیوار حائل کر دی جائے اور اس قسم کی فضا ہرگز نہ پیدا کی جائے کہ انعام کے لالچ میں رشوت کی اطلاعات بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔اس لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ملازم کی حوصلہ افزائی بھی پہلی مرتبہ کی جائے اور دوبارہ حوصلہ افزائی کی ضرورت نہ سمجھی جائے' چنانچہ دفعہ نمبر ۱۶ سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور یہ سب اس لیے کیا جائے گا تاکہ ملازمین پاک وصاف رہیں اور ہر قسم کی دلدل اور پھسلن سے دور مامون اور محفوظ رہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۔ مقررہ جج یا مشیر پر تبصرہ

ان قوانین نے دفعہ نمبر۹ کے فقرہ ''ب'' میں یہ صراحت کی ہے کہ ''حکومت یا اس کے کسی خاص محکمہ کی طرف سے مقررہ جج یا اس کا کوئی واقف کار مشیر ہو جسے مکمل قانونی سوجھ بوجھ حاصل ہو اس شخص کو ان قوانین کے نفاذ کے سلسلے میں عام ملازم کے زمرے میں شمار کیا جائے گا''۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ یہ فقرہ سراسر زائد ہے کہ اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے جبکہ اسی دفعہ کے چوتھے فقرے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''ہر وہ شخص جو حکومت کی طرف سے مامور ہو یا کسی دوسرے ادارے کی طرف سے کسی کام کا پابند ہو اس کو بھی عام ملازم کی صف میں شمار کیا جائے گا۔'' یہ عبارت جامع اور ہمہ گیر ہے اور عمومی خدمت کا مکلف ہر ملازم اس کے تحت داخل سمجھا جائے گا۔ بنا بریں مذکورہ عبارت ''مقررہ جج یا مشیر کار وغیرہ'' کی صراحت سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیتی ہے۔ جبکہ اس قسم کی صراحت میں تخصیص ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ افراد بھی عمومی خدمت کے پابند اور مکلف ہیں' اس لیے اس عبارت کو حذف کر دینا چاہئے' کیونکہ اس سلسلے میں اس کے ذریعہ کوئی نئی بات سامنے نہیں آتی۔ [1]

دفعہ نمبر ۸ اس نظام کی ساخت اور پرداخت فقہ اسلامی کی روشنی میں نہیں

ان قوانین کے لیے ضروری اور مناسب تو یہ تھا کہ اس کی ساخت اور پرداخت اسلامی شریعت اور اس کے مقررہ قواعد کے تحت عمل میں آتی کیونکہ ان قوانین کا ڈھانچہ کسی وضع کردہ آئین کی روشنی میں تیار کر دینے سے ہرگز یہ لازم نہیں آ سکتا کہ یہ قوانین جرائم کی بیخ کنی ہر لحاظ سے کر سکتے ہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ بھی ہے کہ انسداد رشوت ستانی کا مصری قانون جس کی روشنی میں سعودی قانون بنا' اس کے اندر بہت سی ترمیمات اور اصلاحات اب

[1] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۲۳۷۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تک عمل میں آ چکی ہیں اور ان کی رو سے ان قوانین کے اندر ایک حد تک کچھ ایسی گرفت کی تاثیر پیدا ہو چکی ہے جو خاص و عام حلقوں میں اس جرم کے مجرموں کو اپنے شکنجہ میں کس سکتی ہے اور رشوت خوروں کو مناسب سزائیں دلا سکتی ہے۔ لیکن جہاں تک سعودی قوانین کا تعلق ہے' یہ بغیر ترمیم اور ردو بدل کے تا حال برقرار ہیں' جس کی وجہ سے ان قوانین میں ایسی دراڑیں موجود ہیں جن کے اندر جرم رشوت کے جراثیم چین کے ساتھ پروان پا سکتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اگر سعودی قوانین میں ابتدا سے فقہ اسلامی سے روشنی حاصل کی جاتی تو اس کے زیر سایہ اس جرم کو ہرگز بڑھاوا نہ ملتا۔

فصل سوم

ان قوانین کے اندر اسلامی رنگ میں رنگنے کی کہاں تک صلاحیت موجود ہے؟

چونکہ جرم رشوت کی سزا ایک تعزیری سزا ہے' جس کا تمام تر اختیار امام کی صوابدید پر موقوف ہے' وہی اس جرم کے معاشرے پر مضر اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی سزا کا تعین کر سکتا ہے۔ اس لیے ان قوانین کی صریح دفعات میں میری نظر سے ایسی کوئی چیز نہیں گزری جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو۔ اتنا ضرور ہے کہ ان کے بعض ماخذ..... جن کا ذکر میں نے گزشتہ فصلوں میں کیا یا جو نمایاں نہ ہو سکے اس لیے میں نے تو انہیں ذکر کیا البتہ ہو سکتا ہے کہ کسی اور کی ان پر نظر پڑ سکے' ان..... کا ذکر' ان کا از سر نو مطالعہ اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا ضروری ہے تا کہ ان کے ذریعہ اس جرم کی کلیہ انسداد کی منزل کا تعین کیا جا سکے اور حکومت کے ماتحت ملازمتی شعبوں میں ہی نہیں' بلکہ تمام ہی شعبوں میں اس کا تدارک اور دفعیہ ممکن ہو سکے' اس لیے کہ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے اور بالخصوص مسلم معاشرہ میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور اگر کسی مخصوص شعبہ میں سہی اگر اس مرض نے اپنی جڑیں مضبوط کر لیں تو اس کے مضر اثرات فرد اور معاشرے پر اس سے کہیں زیادہ پڑیں گے'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جتنا اس کا برا اثر کسی سرکاری ملازم پر تنہا پڑتا ہے۔

دفعہ نمبر ۹ کا فقرہ نمبر ۵ جس کی رو سے ''عام ملازم'' کی وضاحت یہ کی جاتی ہے کہ وہ امداد باہمی کے اداروں کے ملازم ہوتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی خاص شعبہ سے ہی مخصوص نہیں ہوتے' کیونکہ یہ نظام اور قوانین کسی ملازم کو صرف اس بنا پر سزا دیتے ہیں کہ وہ حکومت کے پاک وصاف دامن کو گندہ کرتے ہیں اور عام ملکی باشندوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہیں اور امداد باہمی کی سوسائٹیوں سے مراد وہ سوسائٹی اور ادارے ہیں' جنہیں قائم کرنے کے لیے حکومت بھی اشتراک کرتی ہے۔

ان کمپنیوں کے ملازمین بھی جو مفاد عامہ سے وابستہ ہوتے ہیں اور ان اسکیموں کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ جنہیں گورنمنٹ خود بحال کرتی ہے' خود اس کی کارکردگی کی نگرانی کرتی ہے اور انتظامی عملہ کے ذریعہ اس کی دیکھ بھال کرتی ہے تاکہ عوام اپنی ان بنیادی ضرورتوں سے لیس ہو سکیں جن کی انہیں بطور خاص ضرورت ہے اور ان کا قیام محض نفع اندوزی کے لیے نہیں' بلکہ سماجی ذمہ داری کے تحت ہوتا ہے' تاکہ عام نظام بحال ہو سکے اور حکومت کے ان محکموں کا نظم برقرار رہ سکے' جن کے ذریعہ عوام کی خدمت سپرد ہے۔ [1]

ان تمام باتوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان قوانین کے ذریعہ صرف ان لوگوں کو سزا دی جاتی ہے جن کا تعلق حکومتی کاموں سے ہے۔ حالیہ اور سابقہ ان تمام تفصیلات کی روشنی میں عرض کروں گا کہ انسداد رشوت ستانی کے سعودی قوانین کا از سر نو جائزہ لینا ضروری ہے اور اس میں حصہ ان لوگوں کو لینا چاہئے' جن کا شمار شریعت اسلامیہ کے کبار فقہا میں ہوتا ہے۔ پھر اس کی از سر نو ساخت فقہ اسلامی کی روشنی میں اس طرح ہونی چاہئے' جس کے اندر رشوت اور اس کی جائز اور ناجائز تمام صورتیں ہونی چاہئیں اور اس پر مرتب تعزیری سزاؤں کی تفصیل درج کی جانی چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس جرم میں ہاتھ کالا کرنے والے تمام ہی حصہ داروں کا ذکر کیا جانا چاہئے' خواہ ان کا تعلق کسی گوشے یا شعبہ سے کیوں نہ ہو اور

---

[1] جرائم الرشوۃ فی التشریع المصری لاحمد رفعت: ص ۲۴۱' ۲۴۲ قدرے تصرف کے ساتھ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بعد ہی کہیں ہم ان جراثیموں کی افزائش کے سلسلے کو روک سکتے ہیں اور پھر جہاں ان کا حملہ ہوگا ان کا تدارک بھی ممکن ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ نشر و اشاعت کی گوناگوں ذرائع سے ان قوانین کی تشریح اور وضاحت وقفہ وقفہ سے مسلسل کی جانی چاہیے۔ اور پھر سب سے آخر میں یہ لازمی ہوگا کہ ان قوانین کی عبارت کی جگہ دوسری ایسی عبارت لانی ہوگی جو تمام تر فقہ اسلامی کی روشنی میں اور اس سے ہی مستفاد ہوگی۔

خاتمہ

اس بارے میں کہ شریعت اسلامیہ کو ہر نظام اور قانون کا ماخذ بنانا واجب ہے اور جن ملکوں میں ان کے نفاذ کے اندر سستی برتی گئی وہاں از سر نو ان کا نفاذ ضروری ہے اور ان اسباب کا بیان جو اس نفاذ کے داعی ہیں۔

اسلامی شریعت کسی سماج یا گروہ کا بنایا ہوا دستور نہیں' نہ ہی سماج کی منزل بہ منزل ترقی کے نتیجہ میں اس کا ظہور ہوا' جیسا کہ انسانی بنائے ہوئے قوانین کا یہی حال ہے۔ بلکہ یہ اس ذات کا بنایا ہوا قانون ہے جس نے ہر ہر چیز کو بنایا اور نہایت خوب بنایا۔

اور جب شریعت کسی معاشرے کی پیدا کردہ نہیں' تو معاشرے کو خود شریعت کا ساختہ پرداختہ ہونا چاہئے' کیونکہ اصلاً شریعت سماجی امور کی تنظیم اور درستی کے لیے ہی عمل میں نہیں آئی' جیسا کہ انسانی بنائے ہوئے قوانین کا منتہا اور مآل ہے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ صالح افراد' صاف ستھرا پاکیزہ معاشرہ' مثالی حکومت اور ایک نئی مثالی دنیا بسائی جائے' یہی وجہ ہے کہ نزول کے وقت سے اس کے تمام احکام اور نصوص دنیا کے بلند سے بلند معیار کے مطابق رہے اور آج بھی ان کی شان یہی ہے۔ پھر شریعت میں ان اصولوں اور نظریات کو جگہ دی گئی ہے' جن کی بابت عالم اسلام کے علاوہ دوسری دنیا ان کو نہیں جان سکتی' نہ ہی صدیوں ان تک رسائی اس کے لیے ممکن ہے۔ اس لیے کہ عالم اسلام کے بغیر آج تک اس دنیا نے ان نظریات کو نہ سمجھا نہ ہی کسی کے حاشیہ خیال میں اس کا گزر ہوا ہے۔ یہی وہ بنیادی وجہ تھی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے از خود شریعت کو وضع کیا اور اس کا کامل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترین نمونہ اپنے پیغمبر ﷺ پر اتارا' تا کہ اس کی روشنی میں عالم انسانی اطاعت خداوندی اور فضائل کے حصول کے لیے سرگرم ہو' ان میدانوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہو' ان کے اندر پختگی اور کاملیت کے جوہر ابھریں اور کامل شریعت کے معیار پر وہ پورے پورے اتر سکیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شریعت کے ذریعہ خدا کی ہمہ داں اور علیم و خبیر ذات کی جس قدر توقعات ہیں وہ بدستور پوری ہوتی رہی ہیں' کیونکہ اس شریعت اور اس کے حامل نے اس پیغام کو ٹھیک ٹھیک پہنچایا' پتھروں کو پوجنے اور بکریاں چرانے والوں کو اس دستور نے اقوام عالم کا پیشوا اور سالار بنایا اور کل تک جو لوگ ناخواندہ اور صحرا صحرا بھٹکتے تھے انہیں تہذیب و اخلاق کا معلم اور انسانیت اور آدمیت کا رہنما بنا کر کھڑا کیا۔

اور جب تک مسلمانوں نے شریعت مطہرہ کو مضبوطی سے تھاما' اور اس کے احکام پر عمل پیرا رہے۔ اس شریعت نے اپنا کام کیا اور اپنے ثمرات و نتائج سے اپنے ماننے والوں کو شادکام کیا۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنے زمانے میں دستور کو مضبوطی سے تھاما اور اس پر عمل کیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجودیکہ وہ تعداد میں کم تھے' انہیں یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ لوگ انہیں اچک نہ لے جائیں' لیکن بیس سال کا عرصہ نہیں گزرا کہ انہوں نے قیادت سنبھال لی اور عالم انسانی کی رہنمائی کی' چار دانگ عالم میں ہر طرف صرف ان کا شہرہ تھا۔ ان کی بات سب سے اونچی اور ان کے سر تمام سروں سے بلند اور اعلیٰ و ارفع رہے اگر ان پر کوئی افتاد آتی تو وہ دائیں بائیں مشرق و مغرب کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے وہ صرف اپنے اللہ سے لو لگاتے تھے اور اسی کے آگے جھکتے تھے جو ہر حال میں جہاں کہیں وہ جاتے تھے ان کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا' اس نے انہیں وہ اعجازی شریعت یعنی اسلامی دستور بخشا تھا جس نے انہیں زیور علم سے آراستہ کیا' انہیں ادب اور تمیز سکھائی ان کے دلوں اور ان کے احساسات و جذبات کو سوز و گداز بخشا' انہیں خودی اور خود کے اعزاز و اکرام سے واقف کرایا اور ان کے اندر کامل مساوات اور مکمل عدل و انصاف کی جوت جگائی ان پر یہ ذمہ داری عائد کی کہ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیکی اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ ان پر گناہ، ظلم اور سرکشی کو حرام ٹھہرایا۔ ان کی عقلوں، ذہنوں اور ان کے دل وضمیر کو جہالت اور خواہشات کے بارگراں سے آزاد کرایا۔ ان کے اندر اس عقیدے کو بسا دیا کہ وہ سب سے بہتر امت ہیں۔ جسے لوگوں کی خاطر محض اس لیے برپا کیا گیا کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں، برائی سے روکیں اور اللہ پر ایمان لائیں۔

مسلمانوں کی یہ روش اس وقت تک رہی جب تک انہوں نے شریعت اسلامیہ کو مضبوطی سے تھاما اور اس پر کاربند رہے، لیکن جب سے انہوں نے اس شریعت کو خیرباد کہا اور اس کے احکام کو پس پشت ڈالا، ترقی کے زینوں نے ان سے منہ موڑا، گراوٹ اور پسماندگی ان پر مسلط ہوتی گئی اور وہ لوٹ کر پھر سے ان اندھیروں میں جا ڈوبے جس میں اس سے پہلے صدیوں ٹھوکریں کھاتے رہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر سے کمزور و ناتواں اور تابع غلام بن گئے۔ نہ وہ ظلم وزیادتی کا دفعیہ کر سکتے ہیں نہ مظالم کی تیز آندھیوں سے کسی صورت بچ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کو اپنی غفلت اور مدہوشی کے اسی عالم میں نہ جانے کہاں سے ان کے دلوں میں یہ خیال بس گیا کہ یورپ والوں کی ترقی ان کے آئین اور ضابطوں کی مرہون منت ہے، اس خیال کا آنا تھا کہ اقصائے عالم میں انہوں نے یورپ کی نقالی شروع کر دی، اس کے طرز اور روش کو معیار بنا کر اپنے آپ کو اس پر ڈھالنا شروع کیا اور نتیجہ وہی ہوا کہ ان کی جہالت اور گمراہی بیش از بیش ہوتی رہی ان کی الجھنیں سوا ہوتی گئیں اور کمزوری اور ناتوانی حد سے بڑھتی رہی۔ یہی نہیں بلکہ وہ ٹکڑیوں اور گروہوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ اپنے آپ میں مست رہنے لگا، ستم بالائے ستم یہ کہ آپس میں وہ ایک دوسرے سے خوب خوب لڑتے رہے۔ بظاہر ایک گروہ اور ایک جماعت کا لیبل ان پر لگا رہا، لیکن اندر سے ان کا دل پراگندہ اور منتشر تھا، یہ نادان اگر عقل کے ناخن لیتے تو انہیں بخوبی یہ احساس ہو جاتا کہ آخر شریعت اسلامیہ بہ تمام وکمال ان کے پاس آئی، کامل اور مکمل صورت میں ان کے سامنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جلوہ گر ہوئی' اس کے کسی گوشے میں کہیں کوئی خامی نہیں' اس کی تہہ میں معاشرے کی مسلسل ترقی' پیش قدمی اور لگاتار آگے بڑھنے کی توانائی موجود ہے۔ جملہ شریعتوں اور تمام دستوروں کے بالمقابل تنہا یہی وہ دستور ہے جو ترقی اور تنزل غرض ہر زمانے کے لائق اور موافق ہے۔ کیونکہ یہ دستور ہر حال میں اس پر زور دیتا ہے کہ ایک صالح لائق وفائق اور ممتاز جماعت برپا ہو جو تمام تر لیاقت اور قابلیت کے ہوتے ہوئے مزید ترقی اور برتری و بلندی کے مدارج کی طرف تیزی سے گامزن رہے اور تاوقتیکہ کاملیت اور فضیلت وکمال کے سب سے اونچے مرتبہ پر نہ پہنچ جائے اس کے قدم لگاتار سرگرم عمل رہیں۔

اسلامی تاریخ خدا کی ایک نشانی اور اس کا تابندہ معجزہ ہے' اس کے اندر بطور خاص ان لوگوں کے لیے عبرت ونصیحت کا دفتر مضمر ہے' جو حقیقت پسندی کی نگاہ سے اس کا جائزہ لیں۔ اس تاریخ میں اس بات کی پختہ دلیل موجود ہے کہ اسی دستور نے مسلمانوں کو نیست سے ہست اور عدم سے وجود بخشا' تمام قوموں اور گروہوں پر انہیں فوقیت اور بالادستی دی' ترقی کے میدان میں ان کے قدموں کو آگے آگے رکھا تا آنکہ دنیا کے ملکوں اور چپے چپے کا انہیں تاجدار بنایا' یہ تاریخ اپنے اندر ٹھوس حقیقت کو ودیعت کیے ہے کہ مسلمانوں کی زندگی' ان کی عظمت' ان کی ترقی اور ان کا مسلسل آگے بڑھنا صرف اور صرف شریعت اسلامیہ پر چلتے رہنے میں مضمر ہے۔ مسلمان شریعت اسلامیہ کے مرہون منت اور اس کے پروردہ ہیں ان کا وجود شریعت کے وجود کے تابع ہے۔ ان کی ہستی اسی کی ہستی سے وابستہ ہے اور ان کی جباری' ان کی قہاری اور ان کا جبروت تمام تر شریعت اسلامیہ کے بل پر ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اسلامی شریعت کو جملہ قوانین اور نظام کی..... خواہ ان کی نوعیت کوئی ہو..... بنیاد قرار دیں' تاکہ فرد اور جماعت کی دیرینہ آرزوئیں پوری ہوں۔

اور ہر اسلامی بستی اور مسلم ملک کی..... جو اپنے لیے عزت اور خودداری کا خواہاں ہے اور جو مشرق ومغرب یا دائیں بائیں نہیں دیکھتا۔ اس کی..... یہ ذمہ داری ہے کہ وہ جلد سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جلد اس شریعت اور اس کے آئین وقوانین کو اپنے اوپر چسپاں کرے اور زندگی کے ہر شعبہ اور گوشہ میں اس کے مبادی اور احکام کو حرز جاں بنائے' تاکہ ہم اپنی زندگی کے اس ابدی اور سرمدی لائحہ عمل کے ذریعہ برتری' سربلندی' فضیلت اور کمال کی چوٹیوں پر پہنچ سکیں۔

شریعت پر عمل درآمد اور اس کو چسپاں کرنے کا تقاضہ متعدد وجوہ سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ ان میں بعض یہ ہیں۔

① اطاعت اور تابعداری صرف اللہ کے لیے ہو اور پیروی صرف اس کے احکام اور شریعت کی ہو۔

② ایک ایسی کامل اسلامی سوسائٹی اور مکمل معاشرے کی تشکیل جسے اپنے دین اور عقائد پر ناز ہو۔

③ احکام اور مسائل کے رخ سے پیش آنے والی مسلمانوں کی جملہ ضرورتوں اور حاجتوں کی تکمیل۔

④ اندھی پیروی کے دور سے گریز اور خدا کے علاوہ کسی کی بے جا تابعداری سے گریز۔

⑤ جہاں اسلامی حکومتیں قائم ہوں' وہاں آباد مسلم غیر مسلم تمام باشندوں کے ساتھ عدل مساوات اور رواداری کا برتاؤ اور ہر مظلوم اور ستم رسیدہ کو مداوا اور سہارا فراہم کرنا۔

⑥ معاشرے کے ہر طبقہ میں امن وسکون کی لہر دوڑانا۔

⑦ جملہ اخلاقی جرائم کا سدباب جن کی وجہ سے معاشرہ میں فساد کا بیج پڑتا ہے اور بگاڑ کے جراثیم اندر تک اترتے جاتے ہیں۔

⑧ علم وبصیرت' تہذیب وشائستگی اور ترقی اور پیش قدمی کے اسباب وذرائع کو بروئے کار لانا۔

⑨ اور اس حقیقت کا بیباکانہ اظہار کہ کسی قوم' ملت' یا مملکت کے لیے سب سے بہتر قانون وہ ہے جس کی کرنیں خود اس کے ماحول' اس کے نیک چلن اور اس کے صالح رواج سے پھوٹ کر نکلی ہوں۔ عام ماہرین قانون یہی کہتے ہیں' لہٰذا جملہ مملکت اسلامیہ میں ان کا دستور شریعت اسلامیہ سے مستنبط اور مستعار ہونا ضروری ہے اور یہ وہی قانون ہوگا جو سب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے بلند و بالا اور سب پر حاوی ہو۔ اسی کا حکم جاری ہو اور اسی کا طوطی ہر طرف سے بول رہا ہو۔ اور اگر قانون میں کسی اور آئین کی پیوند کاری کی گئی تو اس میں شک نہیں کہ اس سے ایسا لباس تیار ہوگا' جو نہایت تنگ یا بے حد ڈھیلا ڈھالا ہوگا اور جو کسی صورت لائق استعمال نہ ہوگا۔

یہ امر ملحوظ رہے' ساتھ ہی یہ بھی واقعہ ہے کہ اس وقت سارا عالم اسلام جس امن و آشتی' راحت اور آسودگی اور فراخی اور بہتر زندگی سے بہرہ ور ہے۔ اس کی وجہ جہاں اور جتنی مقدار میں سہی لیکن اسلامی شریعت کی تابعداری اور اس کی اطاعت میں ہے۔ اور صرف اس لیے ہے کہ اس دستور کو دستور اور زندگی کا لائحہ عمل بنایا گیا' خصوصاً اس لیے بھی کہ ماضی میں اور آج بھی کورٹوں اور عدالتوں میں..... محض توفیق خداوندی سے..... شریعت کے احکام رائج ہیں۔ حدود قائم کی جاتی ہیں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر طرف امن و امان اور چین کا دور دورہ ہے اور جب بھی خدا کی کسی ایک حد کو بحال کیا جاتا ہے' امن اور سکون میں اضافہ ہوتا ہے۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ آدمی جہاں کہیں ہو' گھر میں ہو' آفس یا دفتر میں ہو' منڈی یا بازار میں' درس گاہ میں سڑکوں چوراہوں پر خشکی یا تری میں جہاں کہیں ہوتا ہے۔ امن و آشتی سے رہتا ہے اور چین کا سانس لیتا ہے اور طرفہ یہ کہ اس کے ہاتھ میں یا اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہوتا' نہ اسے کوئی ڈر یا خوف ہوتا ہے' نہ ہی کوئی دہشت اس کے اعصاب پر سوار ہوتی ہے۔

اسلامی دستور کی بجا آوری اور تعمیل اور شریعت الٰہیہ کی مکمل تابع داری نے عالم اسلام کو امن کا گہوارہ بنا رکھا ہے۔ چنانچہ دنیا کے چپہ چپہ سے ارض پاک میں حجاج کے قافلے چلے آتے اور چلے جاتے ہیں۔ لیکن انہیں کوئی فکر نہیں ہوتی' اپنی جان یا اپنے مال کا انہیں کوئی غم نہیں ہوتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حفاظت اور حزم و احتیاط کی حقیقی وجہ اور ہر قسم کی زور زبردستی اور فتنہ و فساد سے نجات کا سبب محض احکام اسلام کی تطبیق اور اس کی بجا آوری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے طمانیت اور تسکین کی نہریں ہر طرف جاری ہیں اور اس سرزمین کے بسنے والوں کو راحت و آرام نصیب ہے۔ ورنہ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے جب سعودیہ عربیہ میں شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں نہیں آیا تھا اور حجاج اس خطے کا رخ کرتے تھے تو وطن کو خیر باد کہنے سے پہلے اپنے اہل وعیال اور خویش واقارب کو اس طرح رخصت کرتے جیسے انہیں لوٹ کر آنا نہیں ہے۔ کیونکہ قافلے اور کارواں کی صورت میں چلنے کے باوجود راستے پرامن نہیں ہوتے تھے اس لیے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ شریعت بھی کیا خوب شریعت ہے اور اس کے ذریعہ ملنے والی نعمت بھی کتنی بڑی نعمت ہے اور جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے' اس نعمت میں مزید ترقی کی صورت یہی ہے کہ ہم اس نعمت خداوندی سے لگاتار شکرگزار رہیں۔

﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [۱۴/ابراہیم:۷]

''اور جب تمہارے پروردگار نے تم کو جتا دیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے میں اور زیادہ دوں گا۔''

اور اگر اس دستور کو..... بحیثیت آئین اور قوانین..... جاری اور نافذ کرنے میں ذرہ برابر سستی اور غفلت کی گئی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کس قدر تاریکی اور اندھیاری میں ہمارا ٹھکانہ ہوگا اور ہم وہاں کتنی حسرت اور ندامت کے ساتھ اپنی انگلیوں کو دانتوں سے دبائے ہوں گے..... اور بس!

ان سطروں کے ساتھ محض فضل خداوندی اور توفیق الٰہی کے تحت ہم نے اپنی دیرینہ خواہش کو..... جس کی تکمیل کی آرزو دل میں کروٹیں لیتی تھی..... پورا کیا اور اس بحث کو پورا کرلیا جس کا عنوان ہے ''جرم رشوت اسلامی شریعت کی روشنی میں نیز حکومت سعودیہ عربیہ میں قوانین انسداد اور رشوت ستانی پر ایک نظر''۔

آخر میں خدائے عظیم و برتر کا شکرگزار ہوں جس کی بے پایاں اور لامتناہی نعمتیں اس راقم پر رہیں' اس کی توفیق اور نصرت غیبی کو میں کبھی کسی صورت فراموش نہیں کرسکتا میں بارگاہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خداوندی میں عجز و انکساری کے ساتھ دست دراز ہوں کہ اگر میری رائے یا فکر میں جہاں کہیں کوتاہی ہو مجھے معاف کر دے میرے قصور کو بخش دے' قلم کی لغزش اور دل کے کھوٹ سے میری حفاظت فرمائے' میں بھی خیر اور اصلاح کو دل سے چاہتا ہوں مجھے توفیق ملنا صرف اللہ رب العزت کی طرف سے ہے' میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف ہر حال میں رجوع کرتا ہوں' حقیقت حال اور مآل کی سب سے زیادہ خبر صرف اللہ کو ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ سَارَ عَلٰى نَهْجِهٖ وَحَكَّمَ شَرْعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بلند مرتبے پر ہیں (۶۸/القلم:۴)

معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

تالیف

فضیلۃ الشیخ
حافظ ثناء اللہ ضیاء حفظہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشكلة الفقر وكيف عالجها الإسلام

کا اردو ترجمہ

اسلام میں غریبی کا علاج

www.KitaboSunnat.com

تالیف: علامہ یوسف القرضاوی

ترجمہ: نصیر احمد ملی

تحقیق: محمد سرور عاصم

مکتبہ اسلامیہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رشوت
ایک معاشرتی ناسور